دل

ناول

رئیس احمد جعفری

پنجاب بک سیلرز و نیوز ایجنسی
فون نمبر ۲۳۵۵

کتاب منزل لاہور

فہرست

۱	حادثۂ عظیم	۷
۲	رُخصت سفر	۱۱
۳	نئی زندگی	۲۰
۴	کشمکشِ خیال	۲۴
۵	چُہلیں	۳۱
۶	انقلاب	۳۶
۷	تاثرات	۴۲
۸	فاخرہ	۴۹
۹	ارے	۵۷
۱۰	ہے ہے	۶۶
۱۱	ناخواندہ مہمان	۷۲
۱۲	تکرار	۷۵

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

سلسلہ مطبوعات ۲۵/

تیسری بار ———— سنہ ۱۹۵۹ء

قیمت ———— 7.50

ناشران

کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

شیخ نیاز احمد پرنٹر پبلشر نے علمی پرنٹنگ پریس سے طبع کرا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا

۳۰	خوشخبری	۲۷۸
۳۱	زنانہ کلب	۲۸۷
۳۲	ہجر و وصال	۳۰۰
۳۳	فیاض	۳۱۲
۳۴	دعوت	۳۲۳
۳۵	دخل در معقولات	۳۳۱
۳۶	یوں بھی ہوتا ہے	۳۴۱
۳۷	پھر وہی کنجِ قفس	۳۵۰
۳۸	باتوں باتوں میں	۳۵۸
۳۹	مات	۳۷۰
۴۰	تعارف	۳۷۷
۴۱	حملہ	۳۹۳
۴۲	نیا معرکہ	۴۰۲
۴۳	چوراہے پر	۴۱۸
۴۴	آؤ چلیں	۴۳۵
۴۵	سوال و جواب	۴۴۶
۴۶	ہار	۴۵۵

۱۳	نشہ	۸۸
۱۴	ڈورے	۹۷
۱۵	باتیں اور ارادے	۱۰۸
۱۶	دھوم دھام	۱۱۸
۱۷	انکار	۱۳۰
۱۸	باپ کا گناہ	۱۳۸
۱۹	اشفاق	۱۴۷
۲۰	جھڑپ	۱۵۷
۲۱	حرامی	۱۷۱
۲۲	شکست	۱۸۴
۲۳	تحفہ	۱۹۸
۲۴	نادانستہ	۲۰۶
۲۵	بدنامی	۲۱۴
۲۶	بیخودی و ہُشیاری	۲۳۱
۲۷	کھیل	۲۴۲
۲۸	سانحہ	۲۵۲
۲۹	موج	۲۶۵

باب ۱

حادثۂ عظیم

سر مسعود حسین ذاتی طور پر بھی بڑے دولت مند تھے۔ اور سیاسی سربلندیوں نے بھی اُن کی دولت میں خاصہ اضافہ کر دیا تھا۔ حکومت ہند کے پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ کے منظورِ نظر تھے۔ ایران کے سفارت خانہ میں عرصہ تک ایک بلند منصب پر فائز رہے۔ وہاں ایک ایرانی لڑکی سے شادی کر لی۔ جب ہندوستان واپس آئے۔ تو دو خوبصورت اور ملائک فریب بچے اُن کے ساتھ تھے۔ عباس یہ اُن کا بڑا لڑکا تھا۔ اور پروین یہ اُن کی چہیتی اور دلاری لڑکی تھی۔ یہ دونوں بچے باپ کے ساتھ تنہا آئے تھے کیونکہ ماں کا ایران ہی میں انتقال ہو چکا تھا۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد سر مسعود حسین کے دوستوں نے ترغیب دی، کہ وہ عقدِ ثانی کر لیں۔ لیکن اُنھوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا۔ میرے دونوں بچے ہوشیار ہو رہے ہیں۔ اب میری زندگی کا مقصد اِن کی تعلیم و تربیت ہے نہ کہ اپنے شبستانِ گلشن کی رنگ آرائی۔ وہ دونوں بچوں کو بے حد چاہتے تھے۔ لیکن پروین سے تو اُن کی شیفتگی عشق تک پہنچ چکی تھی۔

پروین اسکول میں بھی پڑھتی تھی۔ اور گھر پر بھی۔ گھر پر سر مسعود حسین خود

۴۷	رات کی تاریکی میں	۴۶۴
۴۸	الوداع	۴۷۲
۴۹	غمِ پنہاں	۴۸۰
۵۰	نئی زندگی	۴۸۸
۵۱	بسترِ علالت	۴۹۳
۵۲	سفر	۵۰۰
۵۳	آخری سفر	۵۰۴
۵۴	منزل	۵۰۹

گئے۔ پھر بھی خاندان سے میل جول قائم تھا۔ بہن بھی آتی رہتی تھیں اور بھائی بھی اور ان کے بچے بھی۔ اُن سب کی خاطر تواضع بڑی سیر چشمی سے ہوتی تھی اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے جاتے، اور یہ اپنے گھر میں مگن رہتے۔

ایک روز سر مسعود حسین اپنے دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے شطرنج کھیل رہے تھے۔ اور دوستوں سے ہنسی مذاق کی باتیں بھی کرتے جاتے تھے، دفعتاً انھوں نے ایک ہچکی لی اور گردن ڈال دی۔ بلڈ پریشر کے پرانے مریض تھے۔ اس لیے یہ انجام خلافِ توقع نہیں تھا۔ لیکن ان کے انتقال نے گھر بھر وقفِ ماتم کر دیا ایک طرف عباس پچھاڑیں کھا رہا تھا دوسری طرف پروین کی نبضیں چھوٹی جا رہی تھیں۔ خاندان کے دوسرے عزیزوں کی آنکھیں بھی اشکباری میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہی تھیں۔ سب سے زیادہ نازک حالت پروین کی تھی۔ اسے آج معلوم ہُوا کہ اس کی ماں مری ہے۔ باپ کی زندگی تک تو اُس نے ماں کی کمی کبھی محسوس ہی نہیں کی۔ آج باپ کے انتقال نے اس کی نگاہ میں دنیا تیرہ و تار کر دی۔ اور وہ محسوس کرنے لگی کہ اب وہ اس دنیا میں تنہا ہے، نہ ماں کی شفقت ہے نہ باپ کا سایہ۔

اس حادثۂ عظیم نے گھر پر غم و الم کی ایسی فضا طاری کر دی تھی کہ سوا رونے کے عباس اور پروین کا کوئی کام ہی نہیں رہ گیا تھا، اب تک عباس نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی کہ اسے دنیا میں کیا کرنا ہے؟ گھر کا بوجھ کس طرح سنبھالنا ہے؟ جائداد کی دیکھ بھال کیونکر کرنی ہے؟ وہ ان تمام فکروں سے آزاد تھا۔ سارا بوجھ سر مسعود حسین کے کمزور کاندھوں پر تھا اور وہ بڑی ہمت

رہی اُسے تعلیم دیتے تھے۔ وہ چاہتے تھے۔ جو کچھ انھیں آتا ہے وہ اُسے گھول کر پلا دیں۔ فارسی اُس کی مادری زبان تھی۔ اُردو اس کی آبائی زبان تھی اور انگریزی میں بھی وہ طرارے بھرتی تھی۔ سر مسعود حسین کی ساری عمر انگریزوں میں بسر ہوئی تھی۔ کئی مرتبہ وہ یورپ کا سفر کر چکے تھے۔ بڑے بڑے انگریز اُن کی طرزِ گفتگو اور صحتِ زبان کے مداح تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انھوں نے پروین کو پڑھا لکھا کر برق کر دیا۔ تھی بھی ذہین۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ چودہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اس کی استعداد اتنی بڑھ گئی کہ بعض وقت وہ کوئی ٹیڑھا سا سوال کر کے عباس کے چھکّے چھڑا دیا کرتی تھی۔ وہ اب ۲۰ سال کا نوجوان تھا اور اِسی سال امتیاز کے ساتھ اس نے بی۔ اے کی سند حاصل کی تھی پروین کے سامنے وہ لب کشائی کرتے ہوئے جھجکتا تھا اور اگر وہ کوئی اعتراض کر بیٹھتی تھی تو جواب دیتے نہیں بن پڑتا تھا ایسے موقع پر سر مسعود حسین بہت خوش ہوتے اور کہتے، تم سمجھتے کیا ہو، میری لڑکی کو وہ بڑے بڑوں کے دانت کھٹے کر سکتی ہے اور وہ مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔

سر مسعود حسین کا خاندان بڑا وسیع تھا۔ رشتہ داروں کے علاوہ ایک بھائی تھا۔ ایک بہن تھی۔ دونوں صاحبِ اولاد تھے اور اپنے گھر سے خوش تھے مسعود صاحب خاندان مشترکہ کے اُصول کے قائل نہ تھے۔ عنفوانِ شباب ہی میں انھوں نے اپنا حصہ الگ کر لیا تھا اور بھائی بہن کا حِصّہ انھیں سونپ دیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ ایران گئے تھے۔ وہاں سے واپس آ کر آبائی گھر میں رہنے کی بجائے ایک پُر فضا مقام پر اپنی نوخرید کوٹھی میں رہنے

باب ۲

رختِ سفر

ایک روز شام کے کھانے کے بعد عباس نے پروین سے کہا۔ چلو اپنے کمرہ میں۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ پروین اپنے کمرہ میں آکر بیٹھ گئی۔ اور بھائی کی طرف تکنے لگی۔

عباس نے کہا

"اباجان اس دنیا سے گذر گئے۔ اب ان کی ہدایتیں اور نصیحتیں ہماری رہنمائی نہیں کر سکتیں۔"

پروین کی آنکھوں میں باپ کا نام سن کر آنسو آ گئے۔ عباس اٹھ کر اس کے قریب آیا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا

"پروین تم روتی کیوں ہو؟ جب تک میں زندہ ہوں۔ تمہیں کوئی غم نہ کرنا چاہیئے۔ میں تمہارا بھائی بھی ہوں اور باپ بھی۔"

پروین غمزدہ لہجہ میں بولی۔

"ہاں بھیا یہ میں جانتی ہوں۔ اسی لیے جی بھی رہی ہوں۔ ورنہ یہ غم تو میری جان لے چکا ہوتا۔"

عباس نے کہا

سے اس بوجھ کو اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح پروین نئی نئی کتابوں سے اپنی الماری تو خوب سجایا کرتی تھی۔ لیکن اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد زندگی کس طرح بسر ہو گی؟ گھر کا نظام کس طرح بدلیگا اور اس میں خود اس کا کوئی حصّہ ہوگا یا نہیں۔

لیکن یہ سوالات بھائی بہن کے سامنے بار بار آرہے تھے اور دونوں بہت جلد یہ محسوس کرنے لگے۔ کہ ہمیں نئے حالات کے ساتھ ساتھ اپنے اندر بھی تبدیلی کرنی ہے۔ سر مسعود حسین اپنی تمام جائداد انہی دونوں کے نام ہبہ کر گئے تھے اور جدّت یہ کی تھی کہ بیٹے اور بیٹی کو برابر کا حصہ دیا تھا۔ ذرا بھی فرق دونوں میں ملحوظ نہیں رکھا تھا۔

گھر میں نوکروں اور نوکرانیوں کی کمی نہ تھی۔ دور اور نزدیک کے اعزہ کا بھی تانتا لگا ہُوا تھا بہت سے دوست تھے جو وفورِ محبت سے ان پر سایہ فگن ہونے کو تیار تھے لیکن ان میں خودغرضی کا رنگ صاف جھلک رہا تھا۔ بہت سی آنکھیں تھیں جو ان کی محبت میں اشکبار رہتی تھیں۔ لیکن ان آنسوؤں کو مصلحت کے غبار نے میلا اور گدلا کر دیا تھا چچا پروین پر اس لیے فریفتہ تھے کہ وہ اپنے فرزند ارجمند کو اس کے پلے باندھنا چاہتے تھے اور پھوپھی عباس پر اس لیے صدقے قربان ہو رہی تھیں کہ وہ اپنی دختر بلند اختر کیلیے اس سے موزوں تر کار نہیں تاک سکتی تھیں چنانچہ پھوپھی کی صاحبزادی اور چچا کے لختِ جگر بھی اس ماتم سرا میں موجود تھے اور اپنا اپنا پارٹ بڑی خوبی اور فنکاری سے ادا کر رہے تھے یہ رنگ دیکھ کر پروین اور عباس دونوں چونکتے ہوئے اپنا غم بھول گئے اور اپنے بچاؤ کی فکر کرنے لگے۔

"لیکن کہاں ؟"

"مَیں تو جاتا ہوں لندن ۔ چار سال کا مَیں نے پروگرام بنایا ہے ۔ چار سال تک وہاں رہوں گا ۔ اور تمھیں پہنچائے دیتا ہوں ڈیرہ دُون ۔"

"مَیں وہاں کیا کروں گی ؟"

"وہاں کیمبرج اسکول میں تمھارا داخلہ کرا دوں گا ۔ چار سال میں تم بھی بڑی آسانی سے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کر لوگی ۔ پھر وہاں سے واپس آنے کے بعد یہ بادل چھٹ چکے ہوں گے ۔ ہم دونوں بھی زیادہ سمجھ دار اور پختہ کار ہو چکے ہوں گے ۔ اطمینان سے مستقبل کا پروگرام بنائیں گے ۔"

"ترکیب تو اچھی ہے ۔"

"تو صاد کرتی ہو تم اس پر ۔"

"بڑے شوق سے ۔"

"ابھی مَیں انتظام کرتا ہوں ۔" یہ کہہ کر عباس سگریٹ سلگاتا ہُوا باہر نکل گیا ادھر دو تین روز تک عباس بہت مصروف رہا ۔ گھر میں بھی بہت کم آتا تھا ۔ پروین اپنی لائبریری میں بیٹھی کتابیں پڑھا کرتی تھی ۔ منصور اور رضیہ نے الگ ایک سا کار آمد نشیمن بنا لیا تھا اور وہاں ان دونوں کی بے ضابطہ کانفرنسیں دن میں اور رات میں کئی کئی بار ہُوا کرتی تھیں ۔ اور اس سے جو وقت بچتا تھا وہ رضیہ بیگم کنویسنگ میں صرف کرتی تھیں ۔ یعنی پروین کو گھیر کر بیٹھ جاتی تھیں ۔ اور اس کے سامنے بلقیس اور ارشاد کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتی تھیں وہ جانتی تھیں ۔ پروین کا عباس پر بہت اثر ہے ۔ یہ اگر قابو میں آگئی تو وہ بڑی

"اب سوچنا یہ ہے کہ ہم بھاگیں کس طرح ؟"

پروین نے حیرت سے عباس کی طرف دیکھا اور کہا۔

"میں سمجھی نہیں بھیا!"

"مطلب یہ ہے کہ چچا منصور اس فکر میں ہیں کہ اپنے نورِ نظر ارشاد کو تمھار
سرتاج بنا دیں۔ پھوپھی بھائی کے غم میں اس لیے خودکشی کرتے کرتے رہ گئیں کہ اپنی
پری وش صاحبزادی بلقیس کو میرے سر منڈھ دیں اگر کچھ دن تک ہم ان بزرگوں کی شفقتوں
کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرتے رہے تو اس گھر میں قاضی صاحب کے آنیکو کوئی نہیں روک سکیگا

پروین کا غمگین چہرہ ذرا دیر کے لیے عباس کی اس شوخ بیانی پر مسکرا اٹھا
اس نے کہا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو بھیا تم بھی۔"

"تم مذاق نہ سمجھو۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ برحق ہے، اور اگر جلد از جلد
بھاگنے کی تدبیر نہ نکلی تو بہت سے معزز حاضرین کے سامنے یہ پھندا ہمارے
گلے میں پڑ کر رہے گا!"

پروین نے فکرمند لہجہ میں کہا۔

"پھر کیا کیا جائے ؟"

عباس نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

"میری رائے تو یہ ہے کہ جائداد کورٹ آف وارڈس کے حوالہ کر دی جائے او

"ہاں اور کیا ؟"

"ہم دونوں بھاگ چلیں۔"

برات آئے - تم ایک چاند سی دلھن بیاہ کر لاؤ - یہ (پروین کی طرف اشارہ کرکے) کسی کی گھر کی آبرو بنیں - اور کس طرح!"

" اوہو - آپ کا اشارہ - ہم دونوں کی شادی کی طرف ہے؟"

" اور کیا!"

" دیکھئے پھوپھی! پروین ابھی صرف ۱۴ سال کی ہے - اور میری عمر ۱۸ برس کی ہے اور اباجان کی وصیت تھی کہ ۲۲ برس سے پہلے لڑکے کی اور ۱۸ برس سے پہلے لڑکی کی شادی ہرگز نہیں ہونی چاہیئے!"

" ہائے میرے اللہ یہ کیا کہہ رہا ہے تو؟ ایسا اندھیر بھی ہوا ہے کہیں!"

" اندھیر کیسا؟"

" اے یہ اندھیر نہیں ہے تو کیا ہے؟ شادی جوانی میں کی جاتی ہے کہ بڑھاپے میں؟"

" کرنے والے تو بڑھاپے میں بھی کرتے ہیں، لیکن ہونی جوانی ہی میں چاہیئے؟"

" یہی تو میں بھی کہتی ہوں - اللہ رکھے تم بھی جوان ہو اور خدا نظر بد سے بچائے میری پروین کو وہ بھی چودھویں کا چاند بن چکی ہے - پھر دیر کاہے کی ———؟"

" دیر صرف اتنی ہے کہ میں ذرا لندن سے واپس آجاؤں اور پروین ڈیڑھ دو سال میں اپنی تعلیم ختم کرلے - پھر سوچیں گے اس مسئلہ کو"

یہ سن کر پھوپھی جان ذرا چکرا گئیں - اپنے تئیں سنبھالتے ہوئے بولیں -

" لندن؟ ڈیڑھ دو سال ———"

" ہاں اور کیا - اب تو انتظامات بھی مکمل ہو چکے"

" کیا کہہ رہا ہے تو؟"

آسانی سے پھندے میں پھنس جائے گا۔ پروین ویسے تو بڑی خاموش۔ شرمیلی اور
سعادت مند قسم کی لڑکی تھی۔ لیکن اُس نے رضیہ کی باتوں کا کبھی کوئی معقول جواب
نہیں دیا۔ یا خاموش رہتی تھی یا گفتگو کا موضوع بدل کر دوسری باتیں کرنے لگتی
تھی۔ اس کا یہ رنگ دیکھ کر وہ محسوس کرتی تھیں کہ ان کی مساعی جمیلہ پر پانی پھر
جا رہا ہے۔ لیکن تھیں بڑے حوصلہ والی۔ ہمت ہارنا نہیں جانتی تھیں۔ کچھ دیر بعد
گفتگو کا موضوع بدل کر پھر اصل موضوع پر آجاتی تھیں۔ یعنی وہی بلقیس اور ارشاد
کا ذکر۔

ایک روز پروین بڑے غور سے رضیہ کی باتیں سُن رہی تھی کہ عباس بھی مسکراتا
آیا۔ اور بیٹھ گیا۔ اُس نے کہا۔

"میرا آنا آپ کو ناگوار تو نہیں ہُوا پھوپھی!"

رضیہ بیگم نے عباس کی طرف دیکھا۔ کچھ دیر تک بڑی محبت کی نظروں سے
دیکھتی رہی۔ پھر بڑے پیار سے مخاطب ہوئیں۔

"ذرا اس لڑکے کی باتیں تو سنو! اور بھی کسی کو نہیں۔ مجھے بھلا ناگوار ہو گا تیرا

عباس سمجھ گیا۔ اس نے کہا

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

"باتیں کیا ہوں گی بیٹا ———— سوچ رہی ہوں یہ اُ
ہُوا گھر پھر سے آباد ہو جائے۔ کسی طرح"

"تجویز تو بڑی معقول ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کس طرح؟"

"لو اور سنو کس طرح؟ ———— شہنائیاں بجیں، باجے گاجے کے س

ساتھ آیا، اور اُس نے کہا۔

"بیٹا تم جا رہے ہو شوق سے جاؤ۔ خدا تمہیں کامیاب کرے۔ لیکن ہم اتنے غیر تو نہ تھے کہ تم ہم سے مشورہ بھی نہ لیتے۔"

"چچا جان۔ مغایرت کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ مشورہ اس چیز میں لیا جاتا ہے جس میں بھلائی اور برائی دونوں کے پہلو نکلتے ہوں۔ لیکن جس بات میں برائی کا کوئی پہلو نہ ہو۔ وہ بغیر مشورہ کے کی جائے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے!"

"تمہارے جانے پر مجھے چنداں اعتراض نہیں۔ لیکن پروین کو بھی تم بھیجے دے رہے ہو!"

"جی ہاں ——— پڑھنے کے لیے!"

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر منصور نے کہا۔

"جائداد کا انتظام کس طرح ہوگا؛ گھر کی دیکھ بھال کون کرے گا؟"

سعباس نے کہا

"کوٹھی میں تالا لگ جائے گا۔ باہر کے کمرہ میں منشی انور علی رہیں گے وہی دیکھ بھال کر لیا کریں گے۔ رہی جائداد تو اس کا انتظام میں نے کورٹ آف وارڈس کے حوالے کر دیا ہے۔ وہاں سے مجھے اور پروین کو حسب ضرورت رقم ملتی رہے گی باقی بنک میں جمع ہوتی رہے گی!"

یہ سن کر منصور کا منہ سفید ہو گیا۔ اُسے یقین تھا کہ جائداد اسی کی تحویل میں آئے گی۔ لیکن یہ یقین بھی باطل ہو گیا۔ اس نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا

"کیا میں مر گیا تھا؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ پھوپھی جان ——————!"

"میری سمجھ میں تو خاک نہیں آتا!" ——————!"

"وکٹوریہ جہاز سے میں اپنی سیٹ لندن کے لیے بک کرا چکا ہوں اور ڈیرہ دون کے اسکول میں پروین کا داخلہ منظور ہو چکا ہے —— کل ہی تو ہم دونوں روانہ ہو رہے ہیں یہاں سے۔" ——————!

یہ کہہ کر عباس اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے پروین سے کہا۔

"کل صبح گیارہ بجے کی گاڑی سے روانہ ہو جائیں گے ہم لوگ۔ تم سب ٹھیک ٹھاک کر لو۔ ——————!"

وہ باہر چلا گیا اور پروین رضیہ کے پاس سے اُٹھ کر انتظامات میں مصروف ہو گئی۔ رضیہ بیگم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ چشم زدن میں یہ کیا ہو گیا۔

وہ اسی سوچ میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ منصور آ گیا اسے دیکھ کر رضیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جب کوئی ناگہانی مصیبت پڑتی ہے اور کوئی ہمدرد سامنے آ جاتا ہے تو آنکھیں دل کی چغلی کھانے میں تامل نہیں کرتیں۔ رضیہ کی آنکھوں کو اشک آلود دیکھ کر منصور نے بے تابی کے ساتھ پوچھا۔

"کیا ہوا ——————؟"

رضیہ نے آنسو پونچھتے ہوئے ساری روداد غم بیان کر ڈالی۔ یہ سن کر منصور کو بھی سکتہ سا ہو گیا اور اس کی زبان نے بھی جنبش کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

دوسرے روز جب عباس اور پروین روانہ ہو رہے تو منصور۔ رضیہ کے

"بس یہی کہ یہاں سے بھاگ چلیں ہم لوگ۔ ورنہ اگر کہیں ہمارے جانے سے پہلے وہ پھر خوش ہو گئیں تو واقعی غضب ہو جائے گا۔"

عباس نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"سچ کہتی ہو پروین۔ آؤ چلیں!"

عباس پروین کے ساتھ باہر آیا اور موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ سامان پہلے ہی سے اسٹیشن جا چکا تھا۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر ہی بعد منصور، اور رضیہ نے بھی اپنے گھر کی راہ لی۔

○

"خدا نہ کرے۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں ؟"

" فرمانا یہ ہوں کہ کیا میں انتظام نہیں کر سکتا تھا جائداد کا ؟

" کیوں نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن آپ پر خود اپنی جائداد کے انتظام کا اتنا بوجھ ہے کہ اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا"۔

" شکریہ اس ہمدردی کا !"

یہ کہہ کر غصہ کے عالم میں منصور چلا گیا۔ عباس نے رضیہ سے کہا۔

" بس اتنی سی بات پر چچا خفا ہو گئے"۔

اب رضیہ کو بھی بولنے کا موقعہ ملا۔ اس نے کہا

" تم نے بھی تو حد کر دی بیٹیا !"

" کیا ؟ یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں !"

" اگر جائداد کا انتظام ان کے سپرد کر دیتے تو کونسی قیامت آجاتی "

" اگر نہیں کیا تو کون سی قیامت آگئی ——— میں نے انہیں مفت کے درد سے بچا لیا !"

" اونھ ! تم سے کون بحث کرے۔ تم خود بڑے عالم فاضل ہو جو چاہو کرو میں کیا"

یہ کہہ کر رضیہ بیگم بھی غصہ کے عالم میں باہر چلی گئیں۔ عباس نے پروین سے کہا۔

" بڑا غضب ہو گیا۔ پھوپھی بھی خفا ہو گئیں !"

پروین ہنس پڑی اس نے کہا۔

" اس خفگی کا ایک ہی علاج ہے !"

" وہ کیا ؟"

بھائی، نہ چچا، نہ پھوپھی۔ نہ نوکر اگر اسے کوئی تکلیف تھی تو یہی عیش و نشاط کے انبوہ میں اگر کوئی کانٹا سا کھٹکتا تو اسی غمِ تنہائی کا۔ ورنہ وہ خوش نصیب بھی تھی اور خوش بھی

لیکن یہ غم ایسا نہیں تھا جو اسے بے کل اور بے چین کر دیتا۔ مسرت اور طرب کے عالم میں کبھی یونہی ایک خیال سا آجاتا اور دل میں ایک ہلکی سی تمنا تڑپنے لگتی کہ کیا زندگی میں کوئی رفیق اور دمساز نہیں مل سکتا۔ جو ہنسے اور ہنسائے، جو گدگدائے، جو چھیڑیں کرے، جو بے تکلف ہو۔ جو نہ نوکروں کی طرح باادب ہو نہ باپ اور بھائی کی طرح بلند بام۔ شاید وہ ارشاد اور بلقیس کی رفاقت میں اس کھٹک کو بھول جاتی لیکن جب اس نے ارشاد اور بلقیس کی للچائی ہوئی نگاہیں دیکھیں اور بلقیس کی ہنسی خیز چاپلوسی دیکھی تو وہ ان دونوں سے بھی اوبھنے لگی۔ اسے ان کی صحبت میں کوئی لطف نہ آتا۔ بلکہ وہ کوشش کرتی کہ جلد سے جلد یہ مجلس برخاست ہو جائے۔

لیکن ڈیڑھ دو دن پہنچ کر پروین کی دنیا میں ایک انقلاب آ گیا ایک عظیم الشان انقلاب۔ یہاں سوائے بے تکلفی اور بے لوث بے تکلفی کے کچھ تھا ہی نہیں نہ گھر کا سا رکھ رکھاؤ۔ نہ باپ کا سا رعب و دبدبہ۔ نہ بھائی کی سی سنجیدہ بے تکلفی لڑکیاں تو لڑکیاں۔ یہاں کی انگریز استانیاں تک اتنی زندہ دل اور خوش مزاج تھیں کہ وہ خود لڑکیاں بن جاتی تھیں۔ ساتھ بیٹھ کر گانا گاتیں۔ ٹینس کورٹ میں پوری مساوات کے ساتھ ٹینس کھیلتیں۔ جیتنے میں انہیں اتنا مزہ نہ آتا جتنا ہارنے میں۔ کھانے کی میز پر پہنچ کر ساتھ ساتھ کھانا کھاتیں اور خوش گپیاں کرتی جاتیں۔ تعلیم دیتیں تو دوست بن کر۔ نصیحت کرتیں تو ایک دمساز کی طرح تہذیب اور معاشرت کے نقطے بتاتیں تو اشاروں اشاروں میں۔ تربیت اس طرح کرتیں کہ وہ

باب ۲

نئی زندگی

پروین کو ڈیرہ دُون پہنچا کر عباس بمبئی گیا اور وہاں سے لندن روانہ ہو گیا۔ کچھ روز تو پروین اداس اور غمزدہ رہی۔ لیکن جلد ہی اس نئی زندگی سے مانوس ہو گئی۔ اس نے اب تک ایسی دلچسپ انوکھی اور عجیب زندگی کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

اگرچہ وہ محبت اور شفقت کے سایہ میں بڑھی اور پلی، لیکن اس کی نظر محدود تھی۔ خیالات محدود تھے۔ جذبات اور تصورات موہوم تھے زندگی کی لہروں سے زندگی کے تقاضوں سے وہ ناآشنا تھی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ ماں مر چکی ہے اور اب کبھی واپس نہیں آ سکتی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ باپ زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا وہ یہ جانتی تھی کہ بھائی ہے وہ اس سے بہت محبت کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھتا نہیں زیادہ باتیں نہیں کرتا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ گھر میں نوکر بھی ہیں اور نوکرنیاں بھی لیکن اس لیے کہ ان پر حکم چلایا جائے ان سے خدمت لی جائے ان سے بے تکلفی نہیں اختیار کی جا سکتی انھیں محرم اور دمساز نہیں بنایا جا سکتا۔ باپ کے مرنے کے بعد اُسے چچا اور پھوپھی کی شفقتوں سے بھی بہرہ ور ہونے کا موقعہ ملا لیکن یہ شفقتیں اسے کچھ زیادہ متاثر نہ کر سکیں۔ کیونکہ اُن میں ذاتیات۔ مفاد اور مصلحت کا رنگ۔ شوخ اور نمایاں تھا وہ اس بھرے پُرے گھر میں ہمیشہ اکیلی رہی۔ اس تنہائی کو نہ اسکا باپ دُور کر سکا اور نہ

لندن جانے کے بعد عباس کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ بھی ایک نئی دنیا میں پہنچ گیا تھا۔ اکثر اس کے خطوط پروین کے نام آتے رہتے جس میں دلداری اور تسکین کے علاوہ اپنے مشاہدات و تاثرات بھی لکھ لکھ کر بھیجا کرتا۔ بلکہ اُسے لندن آنے کی ترغیب بھی دیا کرتا تھا لیکن وہ یہاں کی فضا اور زندگی سے اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ ایک مرتبہ اس نے لکھ بھیجا۔ یہاں کی زندگی اتنی دلچسپ ہے بھیا کہ میں افسوس کرتی ہوں تم عورت کیوں نہ ہوئے ورنہ سچ کہتی ہوں یہاں آکر پھر لندن یا پیرس کہیں جانے کا بھی تمھارا جی نہ چاہتا۔ مرد ہو کر تم کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو۔

پروین کے اس جواب سے عباس بہت لطف اندوز ہوا وہ سمجھتا تھا پروین اب بھی ویسی ہی خاموش بیتین اور شرمیلی لڑکی ہو گی لیکن اسے یہ دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ پروین میں اب زندہ دلی اور شوخی آتی جاتی تھی۔ وہ خود بھی بڑا زندہ دل تھا اور اپنی بہن کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا تھا۔

جب پروین یہاں پہنچی تو تہمینہ اور مردولا کا ڈنکہ بجتا تھا یہ دونوں لڑکیاں اپنی ذہانت خوش بیانی، شرارت اور زندہ دلی کے باعث ساری فضا پر چھائی ہوئی تھیں لیکن پروین کے پَر پرزے نکلنے کے بعد یہ دونوں اس طرح ماند ہو گئیں جیسے چاند کے نکلنے سے تاروں کی آب و تاب جاتی رہتی ہے — تعلیم کا درجہ ہو یا کھیل کا میدان یونین کا ہال ہو یا چہل پہل ہر جگہ پروین سب سے آگے رہتی اور کوئی اس سے بازی نہ لے جا سکتا اس کی اس ترقی کا سب سے زیادہ دُکھ تہمینہ اور مردولا کو ہوا تھا۔ لیکن جب انھوں نے اس کے خلوص، سچائی اور مہر و محبت کے جلوے دیکھے تو اُن کا رشک محبت سے بدل گیا اب ان دونوں سے بڑھ کے پروین کا کوئی دوست نہیں تھا۔

ایک کھیل معلوم ہوتا۔ اور ان سب پر بالا ہمجولیوں اور سہیلیوں کا ہجوم عاشقاں یہاں نہ زبان بندی تھی نہ پابندی۔ پھر بھی رکھ رکھاؤ اور سبھاؤ ایسا تھا کہ حدود سے شاید ہی کوئی تجاوز کرتا ہو۔ معلمات اور طالبات کا رنگ دیکھ کر پروین اتنی خوش ہوئی کہ اس کا سارا غم جاتا رہا وہ بہت جلد گھل مِل گئی اور اس نئی زندگی کو اصل حیات سمجھنے لگی۔ یہ زندگی گھریلو زندگی کے مقابلہ میں کتنی آزاد۔ کتنی خود مختار کتنی دلچسپ اور کتنی پر لطف تھی۔

وہی پروین جو اپنے گھر میں حسن و جمال کا ایک خاموش مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔ یہاں آکر البیلی اور چنچل بن گئی وہ شرارتیں بھی کرتی تھی۔ مذاق بھی کرتی تھی دھول دھپا بھی کرتی تھی۔ کھیلتی بھی تھی اور پڑھتی بھی تھی۔

لیکن لاابالی پن اور بے پروائی کا یہ دور بہت جلد ختم ہو گیا اس لیے نہیں کہ اس پر پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ اس لیے کہ اب اس کا جی بھر گیا تھا یہاں کی معلمات کا بھی اصول تھا وہ شروع میں لڑکیوں کو پوری اجازت دے دیتیں کہ بالکل نہ پڑھیں اور سارا وقت کھیل کود میں صرف کریں۔ پھر جب کھیل کود سے ان کا جی بھر جاتا تب وہ انھیں کھیل ہی کھیل میں تعلیم کی طرف راغب کرتیں پھر خود بخود ایک توازن سا پیدا ہو جاتا، کھیل کے وقت کھیل اور پڑھائی کے وقت پڑھائی۔ بالکل یہی پروین کے ساتھ بھی ہوا۔ جب وہ کھیلتے کھیلتے اوبھ گئی، تو وہ ایک نئے کھیل —— تعلیم —— میں منہمک ہو گئی۔ اب اس میں اعتدال و توازن پیدا ہو گیا تھا۔ وہ کھیل کے وقت کھیلتی تھی اور پڑھنے کے وقت پڑھتی تھی کھیل پر تعلیم کو قربان کرتی تھی اور تعلیم پر کھیل کو نہیں قربان ہونے دیتی تھی۔

لیکن قرۃ العین کے اشعار وہ جھوم جھوم کر پڑھا کرتی تھی وہ اب میر اور درد کے دردِ دل سے زیادہ لطف اندوز نہیں ہوتی تھی البتہ اقبال کی شاعری نوکِ زبان تھی۔ وہ اب ناولوں میں اور افسانوں میں دلچسپی نہیں لیتی تھی جتنی سیاسیات و معاشیات کی کتابوں میں۔

دُنیا کا بڑھتا ہُوا انقلاب اس کے سامنے تھا۔ ہندوستان کے بدلتے ہوئے حالات اس کے پیشِ نظر تھے۔ قلبِ مسلم کی دھڑکن بھی اس کے کانوں میں نالہ جرس بن کر پہنچ رہی تھی وہ سوچتی تھی اور سوچا کرتی تھی دنیا کی سب سے زیادہ اولوالعزم اور شاندار مسلمان قوم یہاں فاتح بن کر آئی اور ایک ہزار سال تک فرمانروائی کرنے کے بعد غلام بن گئی لیکن اس کی غلامی کی بیڑیاں کٹتے کو ہیں اور وہ شعورِ سیاسی کی نعمت سے مالامال ہو کر میدانِ جہاد میں اُتر چکی ہے اسلام دُنیا کا وہ پہلا مذہب ہے جس نے بلا مانگے عورت کو وہ آزادی اور مساوات عطا کی جو دنیا کا کوئی مذہب اسے عطا نہیں کر سکا۔ مسلمان قوم سے زیادہ عبرت انگیز اور جانگداز غلامی مسلمان عورت کی ہے۔ مذہب نے اسے آزادی اور مساوات عطا کی سماج نے پڑوسی سماج کے اثر سے بڑی حد تک یہ آزادی چھین لی یہ مساوات سلب کر لی جس قوم کی عورتیں محکوم ہوں اُسے آزاد ہونے کا کیا حق ہے؟

یہ سوچتے سوچتے پروین کے دل میں ایک جوش، ایک جذبہ ایک انقلاب اُمنڈنے لگتا اور اس کا جی چاہتا کہ وہ اپنی ساری زندگی صرف اس کام کے لیے وقف کر دے۔ خدا نے اسے دولت دی ہے، علم دیا ہے کیوں نہ وہ اپنی دولت سے فائدہ اٹھائے کیوں نہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائے، ایک روز جی رہی جی میں

باب ۴

کشمکشِ خیال

تین سال گزر گئے اور اس تین سال کی مدت میں پروین کہیں سے کہیں
گئی - ڈیڑھ دو ن میں آ کر اس کے ذہن و دماغ نے جو ترقی کی وہ واقعی حیرت
تھی اور خوشگوار بھی -

سب سے زیادہ پروین کو ادب سے ذوق تھا - اس نے انگریزی ادب
اچھی طرح کھنگال ڈالا تھا - کوئی ادیب، ناول نگار، افسانہ نویس ایسا نہیں تھا
کا اس نے مطالعہ نہ کیا ہو - پھر انگریزی میں فرانسیسی، ترکی، عربی اور روسی افسا
کے جو تراجم اسے نظر آئے انھیں بھی وہ پڑھ گئی - فارسی اور اردو کا مطالعہ
برابر جاری تھا اور ادبِ جدید کے رجحانات و تغیرات سے بھی وہ پورے طور پر واقف تھی

لیکن اب وہ اس منزل پر پہنچ چکی تھی کہ ادب اس کے ذہن و دماغ کی تشن
نہیں بجھا سکتا تھا - ادب زندگی برتنے کے گر سکھا سکتا ہے لیکن وہ زندگی نہیں
بن سکتا - زندگی کا نصب العین نہیں بن سکتا - زندگی کا مقصد اور منزل نہیں
بن سکتا - اب اس نے ادب کو ثانوی حیثیت دے دی تھی - اور وہ زند
کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی تھی - اس مسئلہ کو حل کرنے میں جو کتا
اس کی مدد کر سکتی تھیں انھیں پڑھتی تھی اسے اب حافظ کی شاعری میں مزہ نہیں آتا

"ہرگز نہیں، وہ آزادی جو اسلام نے دی ہے اور جو عورت کا حق ہے یعنی آزادیٔ رائے، آزادیٔ خیال، آزادیٔ عمل، لیکن یہ تمام آزادیاں پابند ہونگی خدائی غلامی کی، بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتی"۔

"مگر یہ آزادیاں تو حاصل ہیں"۔

"کہاں؛ کس شہر میں؟ کس خاندان میں؟"

"ہر جگہ"۔

"بالکل نہیں۔ جوان لڑکیاں بوڑھوں کے پلّے باندھ دی جاتی ہیں اور وہ اُف نہیں کر سکتیں، بیواؤں کی شادی اب تک "شرافت" کے خلاف سمجھی جاتی ہے۔ شوہر کا ہر ظلم جائز سمجھ لیا گیا ہے۔ عورت کی، اس کے خیالات اور جذبات کی کوئی وقعت نہیں ہے میں اس ڈھرے کو بدل دینا چاہتی ہوں"۔

"بڑا مبارک خیال ہے"۔

"لیکن اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔ مجھے ضرورت ہے مددگار کی۔ بتاؤ تحسین کیا تم میری مدد کرو گی"؟

تحسین نے شوخ نظروں سے پروین کو دیکھا، اور کہا۔

"بہترین مدد، تم اپنے شوہر سے لے سکتی ہو۔ اب تمہارا تعلیمی زمانہ ختم ہو رہا ہے۔ گھر جاؤ گی تو شادی ضرور ہو گی تمہاری، بس مہر میں "دس ہزار دینار سُرخ" کی بجائے یہ شرط رکھنا کہ وہ تمہارے جہاد میں تمہارا ساتھ دے"۔

"تحسین مذاق چھوڑو۔ اس کام میں کوئی مرد ساتھ نہیں دے سکتا۔ جو مرد عورتوں کی حمایت میں لچھے دار تقریریں کرتے اور زور دار مضامین لکھتے ہیں گھر

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جب تک زندہ رہے گی۔ اسی مقصد کیلئے جئے گی۔

ایک روز وہ انھیں خیالات میں غلطاں و پیچاں بیٹھی تھی، کہ تحسین آئی۔ اور اسے فکر مند دیکھ کر گویا ہوئی۔

"کیا سوچا جا رہا ہے؟" پروین چونکی۔ اس نے کہا

"ایک بڑی اہم بات سوچ رہی ہوں"

"آخر کیا؟ ہم بھی تو سنیں"

"اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو تو کہیں"

"ساتھ دینے کا وعدہ؟ ارے اگر تو کہے تو میں کنوئیں میں کود پڑوں۔ ذرا کہہ کے تو دیکھ۔ نہ ہوئی میں مرد۔ ورنہ عشق رچاتی تیرے ساتھ"

پروین نے مذاق کا جواب سنجیدگی سے دیا۔

"میں نے طے کیا ہے کہ اپنی زندگی صرف ایک کام کیلئے وقف کر دوں اور وہ کام ہے مظلوم عورت کو ظالم مرد کے پنجہ سے چھڑانا، بولو کیا تم میرا ساتھ دو گی؟"

"کیا مطلب ہے ———— ؟"

"مطلب یہ کہ میں مسلمان عورت کی خودی بیدار کرنا چاہتی ہوں۔ اُسے یاد دلانا چاہتی ہوں کہ اسلام نے اُسے کیا حقوق دیئے ہیں اور وہ کس بیدردی سے پامال ہو رہے ہیں۔ وہ غلام ہے۔ میں اُسے آزادی دلانا چاہتی ہوں"

"لیکن کس قسم کی آزادی؟ ایک آزادی وہ بھی ہے جو تھیٹروں میں فلموں میں پارکوں میں، ہوٹلوں میں اور نہ جانے کہاں کہاں ناچتی اور تھرکتی نظر آتی ہے۔ کیا تم اسی آزادی کا ذکر کر رہی ہو؟"

"اگر تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں نہ دو۔ لیکن میرا مذاق تو نہ اُڑاؤ"
اب تحسین بھی سنجیدہ بن گئی۔ اس نے کہا۔
"کیا کہہ رہی ہو تم پروین۔ میں اور تمہارا مذاق اُڑاؤں گی۔ مجھے تمہارے
ایک ایک حرف سے اتفاق ہے۔ میں ہر طرح تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں
لیکن ایک بات ہے!"
"وہ کیا؟"
"میں مردوں سے نفرت نہیں کرتی تمہاری طرح"
"نہ سہی۔ لیکن اگر عورت کی تکالیف کا درد تمہارے دل میں ہے تو ایک روز
تم بھی میری طرح نفرت کرنے لگو گی مردوں سے۔"
"خدا نہ کرے جس دن میں مردوں سے نفرت کرنے لگوں گی۔ اُس دن خودکشی کر لوں گی"
"یہ کیوں؟"
"اسلیئے کہ سجاد سے نفرت کر کے میں زندہ نہیں رہ سکتی" یہ کہکر مسکرائی اور پروین نے کہا
"ہاں مجھ سے بھول ہوئی یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ تم خود مرد کے قابل ہو۔"
"تمہارا بس چلے تو تم سجاد کو مجھ سے جُدا کر دو!"
"بے شک!"
"اللہ کی قسم بڑی ظالم ہو!"
پروین نے ایک جذبہ کے عالم میں کہا
"میں ظالم بن کر زندہ رہ سکتی ہوں مظلوم بن کر نہیں"
"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں کچھ جلن ہے مردوں سے؟"

میں انھیں جاکر دیکھو چنگیز اور ہلاکو نظر آئیں گے"
" لیکن چنگیز اور ہلاکو بھی جب کسی کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو جاتے ہیں
بندۂ بے دام بن جاتے ہیں"
" ٹھیک ہے۔ لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں تھوڑی دیر کے لیے جوانی کا کھیل
کھیلنے کے بعد ان کی جھکی ہوئی گردن پھر اکڑ جاتی ہے"
" تمھیں تو معلوم ہوتا ہے کچھ نفرت ہو گئی ہے مردوں سے"
" ہاں تحسین یہی بات ہے اپنے بھائی کے سوا اب میں ہر مرد سے نفرت کرنے لگی
" صرف بھائی کے سوا کیوں؟ کیا اپنے شوہر سے بھی نفرت کرو گی"
" میں کسی شوہر کی بیوی نہیں بنوں گی"
یہ سن کر تحسین ذرا چونکی۔ اُس نے کہا۔
" کیا کہا تم نے"
" میں شادی نہیں کروں گی"
تحسین نے حیرت سے پروین کو دیکھا اور کہا
" کیا بک رہی ہو تم"؟
" سچ کہہ رہی ہوں تحسین۔ عورت کی مصیبتیں دیکھ دیکھ کر مرد کے مظ
سن سن کر مجھے دلی نفرت ہو گئی ہے مردوں سے میں ہرگز نہیں شادی کر سکتی
" تو کسی عورت سے سہی اور اگر اس پر تم تیار ہو تو سب سے پہلی درخواست
ہے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف" یہ کہہ کر تحسین نے ایک قہقہہ لگایا
پروین پر اس وقت سنجیدگی طاری تھی۔ اس نے کہا۔

باب ۵

چہلیں

ایک سال اور گذر گیا اور اس عرصہ میں اپنے مقصد کی پروین برابر تبلیغ کرتی رہی تھوڑے ہی دنوں میں اس نے ایک چھوٹی سی جماعت اپنی سہیلیوں کی بنا لی۔ جس کا نصب العین یہ تھا کہ مظلوم اور بیکس غلام اور پابند عورت کی خدمت کیجائے اس میں زندگی کی اُمنگ پیدا کیجائے اور اسے ایک ایسی بغاوت کیلئے تیار کیا جائے کہ کوئی اس کے حقوق پر دست درازی نہ کر سکے۔ اس جماعت میں یوں تو کئی لڑکیاں شریک تھیں لیکن تحسین۔ شاہجہان۔ فردوس۔ سروری اور ناہید بہت زیادہ پیش پیش تھیں۔ اس جماعت کے جلسے پروین کے کمرے میں ہوتے رہتے تھے اور ان میں حصولِ مقصد کے لیے نئی نئی تجویزیں اور اسکیمیں زیر بحث آیا کرتی تھی۔

آج پروین آخری امتحان سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو چکی تھی اسکی ہمجولیاں اور سہیلیاں اسے رخصت کرنے کے لیے جمع ہوئی تھیں اور آئندہ اقدام کے بارے میں اس کا پروگرام دریافت کر رہی تھیں۔ فردوس نے کہا۔

"پروین تم جا رہی ہو اور ہمارا دل اپنے ساتھ لیے جا رہی ہو۔ کتنی یاد آؤ گی تم ہمیں۔ یہ صحبتیں، یہ مجلسی آزادیاں۔ یہ دلچسپیاں، یہ خلوص اور محبت کی باتیں۔ تمہارے جاتے ہی خواب و خیال ہو جائیں گی؟"

"کچھ نہیں، بہت یہ وہ ذات شریف ہیں جنھوں نے خدائی کو تباہ کر رکھا ہے"
"کس طرح؟ ذرا میں بھی تو سنوں"
"کیا کروگی زیادہ سُن کر جو سُن چکی ہو وہی کافی ہے۔"
"پھر بھی کچھ تو!"
"کیا تم نہیں جانتیں۔ یہ چکلے کس کے بسائے ہوئے ہیں؟ یہ قحبہ خانے کس کے دم سے قائم ہیں؟ یہ طوائفیں یہ رنڈیاں، یہ بیوائیں کس کو دعا دیتی ہیں وہ مرد ہی تو ہیں جو عورتوں کو بیچتے بھی ہیں اور خریدتے ہیں"
تحسین نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔
"سچ تو کہتی ہو۔ لیکن یہ بتاؤ آخر اس مصیبت کا علاج کیا سوچا ہے تم نے؟"
"یہی کہ مردوں کے خلاف جہاد کیا جائے اور عورتوں میں بیداری پیدا کی جائے ان کی خودی کو بیدار کیا جائے اور ان میں زندگی کا ولولہ پیدا کیا جائے"
تحسین نے ایک تاثر کے عالم میں کہا۔
"میں تمھارا ساتھ دوں گی۔ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو مجھ سے؟"
پروین ابھی کوئی جواب نہیں دے پائی تھی کہ مردولا چند سہیلیوں کے ساتھ آگئی اور اس کے آتے ہی یہ سنجیدہ گفتگو شوخی اور شرارت کی باتوں میں تبدیل ہوگئیں۔

نہیں دیتا۔ آخر کوئی حد بھی ہے اس ظلم و ستم کی؟"

تحسین نے کہا

"وہ سب اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں اور جس کی جان پر بیت رہی ہے اُسے کوئی جھوٹوں بھی نہیں پوچھتا"

پروین بولی۔

"اوہو! وہ آپ ہیں جس کی جان پر بیت رہی ہے۔ ایکٹریس کہیں کی!"

تحسین نے جواب دیا۔

"جو چاہو کہہ لو۔ حق ہے تمھیں لیکن بات وہی ہے جو چچا غالب مدت ہوئے کہہ گئے ہیں"

شاہجہان نے پوچھا۔

"کیا؟ ذرا صاف صاف کہو!"

تحسین نے کہا

"وہی اس ظالم پروین کے متعلق"

اس کے دیکھے سے جو آجاتی ہے رونق منہ پہ
وہ سمجھتی ہے کہ بیمار کا حال اچھا ہے"

مردولا دروازہ کی اوٹ میں کھڑی ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی دفعتاً وہ اندر آئی۔ اس نے کہا۔

"یہ کیا سوانگ رچا رکھا ہے۔ تم لوگوں نے؟"

یہ کہتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور پروین کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

"یہ سب جھوٹے ہیں انکے پاس زبانیں ہیں دل نہیں دل ہمارے پاس ہے صرف ہمارے پاس"

یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، خود پروین بھی کم متاثر نہیں تھی لیکن
اس نے اپنے اُوپر قابو حاصل کر کے کہا۔

"ہاں فردوس سچ کہتی ہو تم۔ زندگی بھر میں یہاں کی دلچسپیاں نہیں بھول سکوں گی
اور تمھیں اور تحسین کو تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتی"

سروری نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"ہاں بھئی ہم کس قابل ہیں۔ ہمیں بھلا کیوں یاد رکھنے لگا کوئی!"

پروین نے اُسے گلے سے لگا لیا، اور کہا۔

"سروری" زیبا فقط تجھ ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک تُو ہی، باقی بتان آذری

تُو میرے دل کی حکمراں ہے (دوسری سہیلیوں کی طرف اشارہ کر کے) یہ بتان
آذری ہیں۔ انھیں میں پوج نہیں سکتی!"

سروری کھل اُٹھی۔ اُس نے کہا

"دیکھو تمھاری یہ باتیں سُن کر یہ تنا بھماں جلی کباب ہوئی جا رہی ہے!"

تنا بھمان نے سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔

"ماہی بے آب کہتیں تو میں بھی مان لیتی ——— سچ کہتی ہوں ای
بے مروت پروین کے جانے سے دل نکلا جا رہا ہے ہاتھوں سے!"

ناہید نے بات کاٹ کر کہا۔

"تم میں سے کوئی " ذاتِ بے ہمتا" بن گیا، کوئی بُت، کوئی کباب سوختہ اور ک
ماہی بے آب۔ لیکن (اپنی طرف اشارہ کر کے) مرغِ نیم بسمل کی طرف کوئی دھیان

گاڑی بڑی تیزی سے فراٹے بھرتی ہوئی جارہی تھی۔ اور اسی تیزی سے اس کے دماغ میں خیالات کی یورش جاری تھی وہ آج ایک عرصہ دراز کے بعد پھر اپنے اُجڑے ہوئے گھر کو آباد کرنے جارہی تھی۔ اپنے بھائی کا خیر مقدم کرنے جارہی تھی وہ بھی تو اب لندن سے واپس آنے ہی والا تھا۔ لیکن اُسے اُجڑے ہوئے گھر کو آباد کرنے بچھڑے ہوئے بھائی کا خیر مقدم کرنے کی خوشی اتنی نہیں تھی جتنی اس کی کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اطمینان اور استقلال کے ساتھ اپنی مظلوم جنس کی خدمت کرسکے گی اور اس میں نئی زندگی پیدا کرسکے گی۔

شاہجہاں نے پوچھا۔

"زبان نہیں ہے تمھارے پاس؟"

"بالکل نہیں"

"پھر بول کاہے سے رہی ہو؟"

تحسین بولی۔

"دِل سے"

اس پر ایک فرمائشی قہقہہ پڑا اور سب ہنسنے لگیں۔

سروری نے منہ بناکر کہا۔

"چلو ہٹو بھی، کیا آئیں اور کیا چلیں، کہنے کو چار سال بیت گئے۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا ہے کل آئی تھیں اور آج جا رہی ہیں!"

فردوس نے کہا۔

"ہاں اور کیا!"

"تیرا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی" جانے کی" پھر ارے ہاں" جانے کی۔

پھر اُس نے تالیاں بجا بجا کر، کورس کے رنگ میں اس مصرع کو گانا شروع کر دیا اور تحسین سروری، شاہجہاں، مردولا سب نے "جانے کی" "ارے ہاں جانے کی" لہرا لہرا کر دہرانا شروع کر دیا۔

بڑی دیر تک اس طرح کی چُہلیں ہوتی رہی اور شام ہوتے ہوتے پروین ان ہنستی ہوئی ہمجولیوں کو روتا ہُوا چھوڑ کر منشی انور علی کے اسٹیشن آئی اور فرسٹ کلاس کے ایک ڈبے میں بیٹھ کر وطن روانہ ہو گئی۔

سے مشامِ جاں معطر ہوتا تھا۔ پہلے وہ ایک بھولی بھالی، شرمیلی اور مؤدب لڑکی تھی اب وہ ایک شوخ، تیز، طرار اور باوقار دوشیزہ تھی۔ پہلے ارشاد للچائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا تھا، تو وہ شرما کر آنکھ جھکا لیتی تھی، اب اگر ارشاد کی للچائی ہوئی نگاہ اٹھتی بھی تھی تو پروین کی نگاہِ گرم دیکھ کر خود بخود چھوئی موئی کی طرح جھک جاتی تھی پہلے بلقیس اُسے چھیڑتی تھی اور وہ چُپ رہ جاتی تھی، اب بلقیس کا اس وقت تک اس سے باتیں کرنے کا یارا نہیں پڑتا تھا جب تک وہ خود پیش قدمی نہ کرے۔ پہلے منصور اور رضیہ کی اس پر حکومت تھی اب منصور اور رضیہ خود بخود اس کے تیور دیکھ کر اس سے جھجکنے لگے تھے۔ پہلے وہ گھر کی مالکہ تھی۔ لیکن کنیز کی طرح دبی ہوئی۔ اب وہ گھر کی ایسی مالکہ تھی جس سے سارے مکین دہلتے تھے۔ گھبراتے تھے۔ حالانکہ وہ نہ کسی سے سختی کا برتاؤ کرتی نہ بدتمیزی کا۔ ملازموں تک کو اس نے کبھی نہیں ڈانٹا، پھر بھی اس میں کچھ ایسا وقار اور دبدبہ پیدا ہو گیا تھا کہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب ہی اس سے کچھ خائف سے رہنے لگے۔

وہ اپنی لائبریری میں بیٹھی ہوئی کتاب پڑھ رہی تھی کہ بلقیس دبے پاؤں آئی اور اسے مصروفِ مطالعہ دیکھ کر الٹے پاؤں واپس جانے لگی۔ پروین نے اپنے چہرہ پر سے کتاب اٹھائی اور آواز دی۔

"بلقیس!"

وہ آکر سامنے کھڑی ہو گئی۔ پروین نے محبت بھرے لہجہ میں کہا۔

"کیوں آئی تھیں، کوئی کام ہے؟ بیٹھو نا!"

بلقیس بیٹھ گئی۔ اُس نے کہا۔

"تم خالی ہوتیں تو کہتی نا!"

باب ۶

انقلاب

پروین گھر پہنچی تو چچا منصور اور پھوپھی رضیہ کو اپنا منتظر پایا، ان دونوں کے چھتے یعنی ارشاد اور بلقیس بھی موجود تھے۔ یہ سب سراپا محبت بنے ہوئے ملے اور پروین نے بھی ان کا بڑی گرم جوشی اور تپاک سے استقبال کیا۔ عباس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ لندن سے روانہ ہو رہا تھا اور امید تھی جلد پہنچ جائے گا۔

پروین نے دو چار روز تک تو آرام کیا، پھر منشی انور علی کو لے کر بیٹھ گئی اور اس چار سال کی مدت کا سارا حساب کتاب دیکھ ڈالا۔ بنک میں جو روپیہ جمع تھا اس کا بیلنس دیکھا۔ مکانات کے کرایہ کی جو آمدنی وصول ہوئی تھی اسے جانچا۔ کورٹ آف وارڈس نے جائداد اور آمدنی میں جو توفیر کی تھی اسے پرکھا۔ پھر اس نے اپنی لائبر سنواری اور پڑھنے لکھنے میں مصروف ہو گئی۔ اس کے دل میں بہت سے خیالات تھے بہت سے پروگرام بنا چکی تھی۔ لیکن وہ سب معطل تھے عباس کا انتظار تھا وہ آجائے تو ایک راہِ عمل متعین کی جائے اور زندگی کو اسی سانچہ میں ڈھال لیا جائے۔

پروین، رضیہ اور منصور، بلقیس اور ارشاد سب سے ملتی تھی لیکن تھوڑی دیر کے لیے۔ وہ اس چار سال کی مدت میں بہت کچھ بدل چکی تھی۔ جب وہ یہاں سے گئی تھی ایک نوشگفتہ کلی تھی۔ ایک غنچہ نورس تھی۔ لیکن آئی تھی ایک گلِ رعنا بن کر جس کی عطر

جب مصیبت پڑتی وہ اپنے گھر آتا، بیوی سے زیور طلب کرتا اور وہ چپکے سے اُتار کر دیدیتی وہ لیکر چلا جاتا، جب وہ آتا تو شوہر کی بیوفائی کے باوجود وہ اسکے جُوتے اُتارتی اُس کے پاؤں دباتی۔ اسے کھانا کھلانے کی کوشش کرتی وہ جھنجھلاتا، ان وفاداریوں سے گھبراتا اس تواضع اور نگوں ساری کے برتاؤ سے غصہ میں آجاتا، اور کھانے کی سینی پھینک دیتا، پاؤں کھینچ لیتا، درشت الفاظ میں اسے جھڑکتا اور چلا جاتا، لڑکی ـــــ رشیدہ ـــــ کا بھائی بڑا غیور تھا، اس نے ایک روز بندوق سنبھالی اور بہنوائی سے لڑنے چلا، رشیدہ اس کے قدموں پر گر پڑی، اس نے کہا، پہلے میرا سر اُڑا دو، پھر اُن کی طرف رُخ کرنا، وہ میرے سرتاج ہیں، میں انکی لونڈی ہوں، میں جیتے جی یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتی کہ اُن کی توہین ہو یا اُن پر کوئی حملہ کرے، بھائی نے بہن کی وفاداری کا یہ رنگ دیکھا تو خاموش ہو گیا وہ کڑھتی رہی، دکھ جھیلتی رہی مصیبتیں سہتی رہی اور شوہر اپنی نئی محبوبہ کی بغل گرم کرتا رہا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ سلائی کر کر کے گذارہ کرنے لگی۔ لیکن شوہر کی تاخت و تاراج کا سلسلہ اس غربت کے عالم میں بھی جاری تھا جو کچھ پس انداز ہوتا وہ آکر لے جاتا، پھر کسی وجہ سے بیسوا خفا ہو گئی، اس غم میں وہ بیمار پڑا، اس کی محبوبہ نے اسے دھتا بتا دیا اور رشیدہ اس کی پٹی سے لگی بیٹھی رہی، بیماری اور مدہوشی کے عالم میں بھی وہ اپنی محبوبہ کا وظیفہ پڑھتا رہا، آخر ایک روز رات کے اندھیرے میں رشیدہ اس بیسوا کے گھر پہنچی اپنی ساری پونجی اس کے سامنے رکھدی اور گڑگڑا کر اس سے بھیک مانگنے لگی، اس نے کہا میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم میری ساری پونجی لے کر میرے سرتاج سے خوش ہو جاؤ، وہ بغیر تمھارے زندہ نہیں رہ سکتے، ان کی جان تم میں اٹکی ہوئی ہے

پروین نے کتاب بند کر دی اور کہا۔

" لو بہیں خالی ہو گئیں۔ کہو!"

بلقیس نے کہا۔

" آج سینما چلتے!"

" سینما؟"

" ہاں، بڑی اچھی فلم آئی ہے!"

" کون سی؟"

" رشیدہ!"

" بڑی تعریف سنی ہے؟"

" بڑی اچھی ہے، ارشاد بھیا تو اسے پانچ مرتبہ دیکھ چکے ہیں لیکن ان کا جی نہیں

" تو چلو۔ دیکھ لیں چل کر؟"

" اماں بھی چلیں گی؟"

" کیا حرج ہے؟"

بلقیس خوش خوش باہر آئی اور تھوڑی دیر میں تیار ہو کر آ گئی، رضیہ بیگم اور منصور بھی ساتھ تھے۔ ارشاد پہلے ہی چلا گیا تھا کہ ایک بکس مخصوص کرا لے۔

یہ فلم واقعی شہر میں بڑی مقبول ہو رہی تھی۔ سارا شہر اُمڈ اچلا آ رہا تھا اسے دیکھنے کیلئے۔ مسلم سوشل فلمیں ویسے ہی مقبول ہوتی ہیں لیکن اس میں ایک شریف مسلمان لڑکی کی بپتا بیان کی گئی تھی۔ ایک شخص سے اس کی شادی ہو گئی۔ کچھ دن تک وہ ٹھیک رہا، پھر ایک بیسوا پر عاشق ہو گیا اور اپنا گھر خالی کر کے اس کا گھر بھرنے لگا

دل
اپنے جوش گریہ کا اعلان کر رہی تھی، نہ رضیہ بیگم کی طرح اس کے منہ سے ہائے اور وائے نکل رہا تھا۔

تماشہ ختم ہوا۔ اور سب لوگ گھر واپس آئے، لیکن نہایت مغموم اور متاثر۔ کسی نے کسی سے بات نہ کی۔ کوئی کسی سے مخاطب نہ ہوا، ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ یہ لوگ اپنے کسی قریبی عزیز کو ابھی ابھی دفن کر کے قبرستان سے واپس آئے ہیں اور اب اپنے بستر پہ جا کر اس غم میں سوتے سوتے اور آنسو بہائیں گے، البتہ پروین کی خاموشی صرف خاموشی تھی۔ اس خاموشی کا غم والم سے کوئی تعلق نہیں تھا غور و فکر سے تھا۔

○

بیسوا نے اس کی پونجی چھین لی۔ اور اسے دھتکار کر گھر سے باہر نکال دیا وہ روتی
ہوئی آئی اور پھر شوہر کی پٹی سے لگ کر بیٹھ گئی۔ آخر بڑی مشکل سے وہ اچھا ہو
کچھ روز بعد اس کی محبوبہ پھر اس سے خوش ہو گئی۔ اور وہ پھر اس کی رنگ رلیوں میں
مصروف ہو گیا۔ آخر رشیدہ جب اپنے شوہر کی جدائی کا غم نہ برداشت کر سکی۔ ایک
روز پھر اسی بیسوا کے گھر ملازمت کی تلاش کا بہانہ کر کے پہنچی، بیسوا اسے ذرا بھی
پہچان سکی، اس نے ملازم رکھ لیا، اور وہ محض شوہر کی خدمت کے شوق میں بیسوا کی
خدمت کرنے لگی۔ شوہر کے سامنے جاتی تو چہرہ پر آنچل کی آڑ کر لیتی، وہ نہ ہوتا تو لگ
ملازمہ کی طرح خدمت کرتی رہتی ——— وغیرہ وغیرہ

کہانی کے انجام تک یہی سلسلہ چلا گیا تھا، رشیدہ کی بپتا کو، اس کے جذ
وفاداری کو اس کی بے غرض خدمت کو ایسے موثر پیرایہ میں پیش کیا گیا تھا کہ
دیکھتا تھا عش عش کر جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ سارا شہر اسے دیکھنے کیلئے ٹوٹ
پڑا تھا۔ بلقیس کے تاثر کا یہ عالم تھا، کہ وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ رضیہ
کی تو کئی مرتبہ چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی، منصور کا رومال آنسو سے تر ہو گیا اور ان
بے خودی کا یہ عالم تھا کہ اس نے فلم دیکھنے کی محویت میں سگریٹ کا کش لینا
اور اس وقت چونکا جب جلتے ہوئے سگریٹ نے اس کی انگلی جلا دی۔

اندھیرے میں پروین بڑے اطمینان سے بیٹھی ہوئی فلم بھی دیکھ رہی تھی اور
رقیق القلب لوگوں کی کیفیت کا مطالعہ بھی کر رہی تھی، خود اس کے تاثر کا یہ عالم
اس کا اندازہ کوئی نہ کر سکا، نہ اس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا نہ ہچکیاں لے
وہ بالشت بالشت بھر اپنی کرسی سے اچھل رہی تھی۔ نہ بار بار ناک صاف کر کر

رشیدہ نے برت کر دکھایا!"

اب تک ارشاد میاں چُپ تھے، اب وہ بھی بولے۔

"میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ فلم دیکھ کر جس شخص کو رشیدہ جیسی رفیقۂ حیات نے برداشت کیا۔ اس کی خوش قسمتی میں کیا شک ہو سکتا ہے!"

بلقیس نے پروین کو مخاطب کر کے کہا

"تم بھی تو کہو، تمھاری کیا رائے ہے؟"

پروین نے کہا۔

"میری رائے سنو گی تو خفا ہو جاؤ گی!"

"اے واہ، خفا کیوں ہوں گے، کہو نا!"

"میرے خیال میں تو اتنی ذلیل فلم مشکل سے کبھی بنی ہو گی، میں اگر گورنر ہوتی تو اس فلم کی صوبہ بھر میں نمائش ممنوع قرار دیدیتی۔ اور اگر وائسرائے ہوتی تو ملک بھر میں اس کی نمائش نہ ہونے دیتی!"

یہ سُن کر حاضرین کرام چونک پڑے، بلقیس نے کہا

"یہ کیوں؟"

"اس لیے کہ اس فلم میں عورت کی توہین کی گئی ہے اسے "کنیز" بننے کی ترغیب دی گئی ہے، مرد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ رنڈی بازی کرے اور عورت کا فرض بتایا گیا ہے کہ وہ زندگی بھر شوہر کے جوتے کھاتی رہے اور نہ صرف یہ کہ اُف نہ کرے بلکہ اسے اپنی خوش قسمتی سمجھے —— میرا کتا بھی اگر اتنی ذلیل محبت مجھ سے کرے تو میں اسے گولی ماردوں!"

یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔ لیکن سب مصلحتاً خاموش تھے، بلقیس نے پھر پوچھا۔

باب ۷

تأثرات

صبح ہوئی تو اس فلم پر "نقد و تبصرہ" کیلیے گول میز کانفرنس منعقد ہوئی۔ سب سے پہلے رضیہ بیگم نے لب کشائی کی۔ انھوں نے پروین سے بڑے پیار کے لہجہ میں کہا

"بیٹی کیسی رہی رات والی فلم؟"

پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہلے آپ بتایئے؟"

رضیہ بیگم بولیں۔

"اللہ جانے میں تو یہاں آ کر بڑی دیر تک نگوڑی رشیدہ کی بپتا پر روتی رہی بیوی ہو تو ایسی شوہر پرست؟"

منصور نے کہا

"یہ فلم اس قابل ہے کہ ہر شریف بہو بیٹی اسے بار بار دیکھے کتنا اعلیٰ کیرکٹر دکھایا ہے رشیدہ کا، میں تو عش عش کر گیا؟"

بلقیس نے پان چباتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا

"سچ اماں، ڈپٹی نذیر احمد اور راشد الخیری کی کتابوں سے لڑکیوں کو اتنا فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے جتنا اس فلم سے پہنچ سکتا ہے ایک شریف لڑکی کیسی ہونی چاہیئے اسے

ہے۔ اسلام نے چند شرائط کے ساتھ مرد اور عورت کو مساوات عطا کی ہے لیکن آپ
جیسے عصمت مآب لوگوں نے اسے مساوات کی نعمت سے محروم کر دیا ہے —— اور
یہ آپکو غصہ کیوں آگیا؟ یاد رکھئے! آپ رشیدہ سے نہیں، پروین سے مخاطب ہیں۔

پروین کی یہ باتیں سن کر منصور نے صورتِ حال کی نزاکت کا احساس کیا اُس نے
ارشاد کو ڈانٹا۔

"تم چپ رہو۔ بیوقوف کہیں کے، ہر ایک سے الجھتے رہتے ہو!"

رضیہ بیگم بھی مصلحتِ وقت کو سمجھ گئیں، اُنھوں نے کہا

"ارے بھئی یہ تو اپنی اپنی رائے ہے۔ سچ پوچھو تو پروین بھی کچھ جھوٹ نہیں کہہ رہی
ہے، اور تم بھی اپنی جگہ ٹھیک ہو۔ ایسی باتوں میں اُلجھا نہیں کرتے!"

ارشاد خاموش ہو گیا، بلقیس اگرچہ پروین کے لفظ لفظ سے متفق تھی، لیکن وہ
عباس کی بہن کے سامنے رشیدہ ہی کے رُوپ میں آنا چاہتی تھی، اس نے پروین سے کہا

"کہتی تو تم سچ ہو، لیکن بھئی ہم اپنے دل کو کیا کریں۔ ہمیں تو رشیدہ پسند ہے"
پروین نے کہا۔

"تمہیں رشیدہ اسلیئے پسند ہے کہ بہت اچھی تھی، بلکہ اس لیے پسند ہے کہ غلامی
رگ رگ میں سرایت کر چکی ہے: عورت نے ریشم اور کمخواب کے کپڑے پہن کر سوتے،
چاندی اور ہیرے جواہرات میں لد کر بڑے بڑے محلوں میں رہ کر بھی غلامی کی ہے۔
اور چکی پیس کر، سلائی کر کے، مزدوری کر کے، جھونپڑے میں رہ کر بھی غلامی کی ہے۔
صدیاں گذر گئی ہیں، ایسی غلامی میں فی الحال تو یہ خوئے غلامی، اس کی سرگزشت بن گئی
ہے لیکن وہ وقت جلد آنیوالا ہے جب عورت بیدار ہو گی، اس کی خودی اُبھرے گی

"اگر تم ہوتیں رشیدہ کی جگہ تو کیا کرتیں؟"

"میں کیا کرتی؛ ایسے بدمعاش شوہر کو کبھی گھر میں نہ گھسنے دیتی وہ جیل چلا جاتا اگر
پیسہ سے اس کی مدد نہ کرتی۔ خلع کا مطالبہ کرتی اور اگر انکار کرتا تو عدالت کی پناہ لیتی"

یہ الفاظ تیر و نشتر بن کر منصور اور ارشاد کے قلب و جگر میں چبھ رہے تھے خاص
پر ارشاد کی حالت تو سب سے زیادہ نازک تھی وہ پردہ سیمین پر رشیدہ کو دیکھ رہا تھا لیکن
رشیدہ کی تصویر دفعتاً پروین کی تصویر بن جاتی تھی اور وہ سمجھنے لگتا تھا۔ میں بھی جب پروین
کا شوہر بن کر رنگ رلیاں مناؤں گا اور فیروزہ کی نگاہ ناز پر خاندان کی متاع آبرو گنوا
تو پروین اپنے خزانے میرے لیے کھول دیگی اور میری سر دھری کے بدلے میں وفاداری کا
کریگی لیکن وہ تو پروین کی زبان سے ایسی انوکھی اور نرالی باتیں سُن رہا تھا کر افسوس کرنے
ناحق میں اپنے خالو ثابت علی کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ کاش میں بھی بہرہ ہوتا۔

آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے اپنے غصہ کو دباتے ہوئے کہا۔

"لیکن عورت کی شرافت بھی کوئی چیز ہے پروین!"

وہ اٹھلا کر بولی

"جی آپ جسے شرافت کہتے ہیں، میرے نزدیک وہ حماقت ہے، جہالت ہے"

اب تو ارشاد کو غصہ آ ہی گیا۔ اُس نے ذرا ترش لہجہ میں کہا

"تم عصمت مآب خواتین کی توہین کر رہی ہو!"

پروین نے اسی لہجہ میں جواب دیا۔

"آپ انسانیت کی، شرافت کی، اسلام کی توہین کر رہے ہیں۔ ہمارے مذہب
عورت کو لونڈی نہیں بنایا ہے لیکن آپ جیسے شریفوں نے اُسے لونڈی سے بدتر

باہر دیکھ کر فرشتہ بن جاتا ہے اور جب اسے قبضہ میں کر لیتا ہے تو شیطان بن جاتا ہے یہ سب میں تجھے اس لیے لکھ رہی ہوں کہ ذرا تو اپنے سجاد صاحب کو اچھی طرح ٹھونک بجا لے ورنہ پھر زندگی بھر "بہت سی" شریف" اور عصمت آب" خواتین کی طرح روئے گی منہ ڈھانپ کر۔

سب سے زیادہ ترس مجھے بلقیس پر آرہا تھا۔ وہ تقریباً میری ہم عمر ہے کچھ پڑھی لکھی بھی ہے، لیکن ماں کے سایہ میں پروان چڑھی ہے، دل اس کا میرے ساتھ ہے دماغ ماں کے ساتھ۔ میری باتوں کی وہ قائل ہے لیکن بھیا کی بیوی بننے کیلئے وہ بڑی سپاہی سے رشیدہ بننے کو تیار ہے۔ بے چاری رشیدہ، بیچاری بلقیس۔

اصل بات یہ ہے کہ خطا نہ رشیدہ کی تھی نہ بلقیس کی ہے آج سے ۲۵ برس پہلے ہندوستان میں جو آزادی کا نام لیتا تھا، بے وقوف سمجھا جاتا تھا اور اس کے ہم وطن غلامی پر اتنے قانع تھے کہ سرکار میں اس کی مخبری تک کر آتے تھے۔ لیکن اب وہ آزادی کی دہلیز پر پہنچ چکا ہے اور بڑے بڑے سرکار پرست بھی کم از کم زبان سے آزادی کی حمایت کرتے ہیں آج سے ۲۵ برس پہلے کے ہندوستانی موروثی غلام تھے وہ آزادی کی قدر و قیمت ہی سے واقف نہیں تھے۔ اور نئی نسل غلامی کی بیڑیاں کاٹ ڈال چکی ہے اور آزادی کی قدر و قیمت سے واقف ہو چکی ہے۔ پہلے انگریز آزادی دیتے تو ہندوستانی شکریہ کے ساتھ واپس کر دیتے۔ اب وہ نہ دینا چاہیں تو ہندوستانی اتنا دم رکھتے ہیں کہ اُن سے اپنی آزادی چھین لیں۔ یہی حال عورتوں کا ہے۔ یہ بیچاریاں پشت ہا پشت سے "کنیز" چلی آرہی ہیں۔ آج ان کے سامنے آزادی کا نام لو تو بدکتی ہیں اسلئے کہ یہ اس کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں لیکن کل جب نئی نسل ——— میری

اس وقت میں تم سے پوچھوں گی، تم رشیدہ بننا چاہتی ہو یا پروین؟"

رضیہ بیگم اپنی بیٹی بلقیس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر بڑبڑائیں۔

"اے لو۔ خدا نہ کرے، میری بلّو جیسی ہے ٹھیک ہے"۔

یہ کہہ کر وہ اس کے سر کی جوں دیکھنے کی کوشش کرنے لگیں۔ لیکن اس نے سر جلدی سے ہٹا لیا۔ پروین اٹھ کر اپنے کمرہ میں چلی آئی۔

کمرہ میں آ کر وہ تحسین کو خط لکھنے بیٹھ گئی۔ اس نے سینما اور گول میز کانفرنس کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا۔

تحسین! آج تم ہوتیں تو بڑا مزہ آتا، میری صاف صاف اور کھری کھری باتیں سن کر سب ہی جل اٹھے، لیکن میرے مدعی ارشاد صاحب کی حالت سب سے زیادہ قابل دید تھی۔ وہ بیحد پیچ و تاب کھا رہے تھے لیکن بے بس تھے، بات یہ ہے کہ وہ مجھے اپنی "کنیز" بننے کا شرف بخشنے پر بے طرح تُلے ہوئے ہیں اور میں انہیں ——— صرف انہی کو کیوں، کسی مرد کو بھی ——— اپنا غلام بنانے کی عزت سے بھی سرفراز کرنا نہیں چاہتی، اری تحسین! یقین جان یہ مرد سے بڑے نٹ کھٹ ہوتے ہیں، بڑے سے بڑا عاشق بھی دل میں یہی جذبہ پوشیدہ رکھتا ہے کہ اپنی محبوبہ کو اپنی لونڈی بنا کر رکھے، میں کہتی ہوں جو سلوک ایک بدمعاش اور آوارہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ روا رکھ کر اس کی وفاداری، عصمت مآبی اور خدمتگذاری کا جویا رہتا ہے، وہی سلوک اگر لیلیٰ بھی مجنوں کے ساتھ روا رکھتی تو وہ ڈنڈا لے کر پل پڑتا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ محبوبہ صرف محبوبہ نہ ہو۔ بیوی بھی بن چکی ہو۔ عورت جب تک محبوبہ رہتی ہے طائرِ بلند بام رہتی ہے جب بیوی بن جاتی ہے طائرِ زیرِ دام بن جاتی ہے صیاد اپنے شکار کو پنجے سے

باب ۸

فاخرہ

اِس مرتبہ رضیہ بیگم کے ساتھ ان کے دیور کی یتیم و لیسیر لڑکی فاخرہ بھی آئی تھی، ناک نقشہ درست، ۱۷، ۱۸ سال کی عمر، جوانی کی راتیں، مرادوں کے دن، سانولا رنگ لیکن نمک کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا۔ انسان جب جوان ہوتا ہے تو قدرت اس کے چہرہ پر رعنائی اور کشش کی پالش کر دیتی ہے، پھر جب وہ اپنی حرکتوں کے سبب یا عمر کے تقاضے سے جوانی کھو بیٹھتا ہے، تو یہ پالش بھی اُتر جاتی ہے، فاخرہ اس پالش سے بھرپور تھی وہ نوجوان تھی۔ دل تھا لیکن آرزوؤں سے خالی سینہ تھا، لیکن تمناؤں سے محروم قدرت نے اس کے چہرے پر جوانی کا غازہ بڑی سخاوت سے ملا تھا وہ خوبصورت نہیں تھی لیکن بے حد خوبصورت معلوم ہوتی تھی اور اصل جوانی ہی ہے کہ ناخوب کو خوب تر کر دے۔

فاخرہ نے ماں باپ کی زندگی میں آرام اور بے فکری کی زندگی بسر کی اور اب اس کی کسر نکل رہی تھی۔ ماں باپ کی یہ لڑکی رضیہ بیگم کے سپرد ہوئی اور انھوں نے اس مال غنیمت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، پہلے گھر کے کام کاج بلقیس خود کرتی تھی، اب ساری ذمہ داری فاخرہ کے سر تھی۔ پہلے رضیہ اور بلقیس مل کر گھر کو چلاتی تھیں، اب برتن دھونے سے لیکر کھانا کھانے تک اور کپڑے سینے سے لیکر سوئیٹر بننے اور تکیہ کے غلافوں پر بیل بوٹے کاڑھنے تک کا سارا کام فاخرہ کو سرانجام دینا پڑتا تھا۔ وہ بڑی

تمہاری اور دوسری بہنوں کی کوششوں سے —— اُبھرے گی، تو وہ آزاد
حاصل کر کے رہے گی، ظالم مَردوں کے پنجہ سے۔

تم جانتی ہو، میں مسلمان عورت کو نہ دیویکا رانی بنانا چاہتی ہوں، نہ گریٹا
لیکن میں اُسے "رشیدہ" بنانے کو بھی تیار نہیں ہوں۔ مسلمان عورت کا بہ زار و زبو
حال دیکھ کر میں حیران رہ جاتی ہوں، غیر مسلم عورتوں کی حالت دیکھ کر مجھے اتنی حیرت
نہیں ہوتی، کیونکہ دوسرے مذاہب کی عورتیں، مذہب کو چھوڑ دیں، تب انسانی بر
میں شریک ہو سکتی ہیں، اور مسلمان عورت اس لیے انسانی برادری سے خارج
کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ چکی ہے، اسلام نے اسے وہ سب کچھ دے دیا
جو اسے ملنا چاہئے تھا۔ ——

پروین نے اب کی پہلی مرتبہ فاخرہ کو دیکھا تھا وہ یہ سمجھ رہی تھی یہ پھوپھی رضیہ کی
ہے، جیسے وہ اپنے ساتھ لیکر آئی ہیں اور دن بھر اس سے اپنی اور بلقیس کی
ت لیتی رہتی ہیں۔ لیکن ایک روز جب اس نے سناکہ فاخرہ بلقیس کو آپا کہہ کر
ب کر رہی ہے تو وہ چونکی، دوسرے اس نے باتوں باتوں میں بلقیس سے فاخرہ
کر چھیڑ دو، تو معلوم ہوا کہ یہ رہتی ملازمہ کی حیثیت سے ہے لیکن ہے چچازاد بہن۔"
نے بلقیس سے تو کچھ نہ کہا۔ رفتہ رفتہ فاخرہ کے ساتھ اپنا طرز عمل بدل دیا وہ
ت کی بھوکی تھی۔ پروین کا برتاؤ دیکھ کر اسی کو اپنا "خداوند مجازی" سمجھنے لگی ہے کیسے
ی کتابیں ٹھیک کر دیتی۔ میز صاف کر دیتی، قلم دوات درست کر دیتی۔ بستر بچھا
۔ یہ رنگ دیکھ کر پروین اور زیادہ اس کا خیال کرنے لگی۔

ایک روز پروین نے سنا پھوپھی رضیہ بلقیس کی ران میں زور سے چٹکی لیکر چپکے
ے کہہ رہی ہیں۔

" جیسی روح ویسے فرشتے، یہ موئی فاخرہ پروین پہ دیوانی ہوئی جاتی ہے اور
روین فاخرہ پر بچھی جا رہی ہیں۔ ——— میں کہتی ہوں وہ تجھے آپا کیوں
ی ہے اپنے منحوس منہ سے، ہزار دفعہ کہہ دیا، یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ منہ لگائے
یں مگر صاحبزادی ہیں کہ آپا بنی ہوئی رہیں مردار کہیں کی ———"

بلقیس نے جل کر جواب دیا۔

" توبہ الٰہی۔ آخر میں کروں کیا، وہ مجھے آپا کہتی ہے، تو میں کیسے منع کر دوں
تو کہتی ہو، خود تمھیں چچی کہتی ہے، تم کیوں نہیں منع کرتیں؟"

رضیہ بیگم نے غصہ میں آکر کہا۔

مستعدی سے اپنے فرائض انجام دیتی تھی۔ لیکن اگر ذرا بھی چوک ہوجاتی تھی تو وہی فخیر بیگم
جو بلقیس کیلئے سراپا رحمت تھیں، فاخرہ کیلئے ہمہ تن قہر و جلال بن کر نمودار ہوتیں۔ گالیاں
بھی دیتی تھیں طعنوں سے بھی اس کی تواضع کرتی تھیں، کبھی زیادہ غصہ میں ہوتی تھیں تو
مار پیٹ کا مشغلہ بھی اختیار کرلیتی تھیں، چچا منظور سوائے اس کے کہ اس کی پشت
پناہی کرتے بہن کا ساتھ دیتے اور جو کسر رہ جاتی وہ پوری کر دیتے اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ دہشت زدہ سی رہنے لگی۔ اب اسکے سینہ میں آرزوں کے طوفان مچلتے تھے جو پہلے بہت
مچلا کرتے تھے نہ دل میں امیدوں اور تمناؤں کے گل بوٹے کھلا کرتے تھے، جن کی پہلے کثرت
تھی پہلے وہ عالم خیال میں سوچا کرتی تھی، یوں شادی ہوگی، یوں میرا شوہر میری ناز برداریاں
کریگا میں فرمائش کروں گی اور وہ انھیں بڑے شوق سے پورا کیا کریگا۔ میں روٹھ جایا
کروں گی یونہی جھوٹ موٹ ——— وہ منایا کرے گا۔ اب اسی دل اور اسی سینہ
میں اگر کوئی بات تھی تو یہ کہ جب میں اتنی محنت کر کے جوتے کھاتی ہوں تو اپنے شوہر کے
بھی کھا لیا کرونگی۔ وہ روٹھ جائیں گے میں انھیں منالوں گی آخر کبھی نہ کبھی وہ مجھے پیار بھی تو
کریں گے۔ دودھاری گائے کی لاتیں بھی بھلی۔ میں ان سے کوئی فرمائش نہیں کروں گی
صرف ان کی خدمت کیا کروں گی۔ وہ اگر دو چار گھونسے بھی ماریں گے تو کھا لیا کروں گی کیونکہ
وہ خداوند مجازی ہوں گے۔ میں تو ان کے جوتے کھا رہی ہوں جو میرا مال کھا رہے ہیں
ابا کی جائداد میں جو حصہ تھا وہ چچا ہی کے قبضہ میں تو ہے! یہ سوچتے سوچتے ادھر ادھر
نگاہ دوڑاتی۔ جیسے اپنے شوہر کو ڈھونڈ رہی ہو۔ لیکن شوہر کا کہیں پتہ نہ تھا۔
گھر میں ظالم چچا تھا ستمگر چچی تھی۔ تغافل شعار بہن (بلقیس) تھی شوہر کہیں نہ
تھا، اب وہ سوچنے لگی تھی۔ شوہر مجھے مل بھی سکے گا یا نہیں؟

یہ سنکر قریب تھا کہ فاخرہ پر شادیٔ مرگ طاری ہو مگر اُس نے اپنے تئیں سنبھالا
ور بڑی حیرت سے پوچھا۔

"آپا! آپا کیا کروں؟"

"ہاں اور کیا، میں تمہاری آپا نہیں ہوں —— یہ تم ماماؤں کی طرح کھڑی کیوں ہو؟
آؤ بیٹھو!"

یہ کہہ کر پروین نے فاخرہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کی کرسی پر زبردستی بٹھا لیا وہ
کتی ہوئی بیٹھ گئی۔ پروین نے شفقت کے لہجہ میں پوچھا۔

"تم لکھنا پڑھنا بھی جانتی ہو کچھ؟"

"کچھ یوں ہی سا!"

"خالی اُردو یا کچھ اور بھی؟"

"بس خالی اُردو!"

"میں تمہیں انگریزی پڑھاؤں گی، پڑھو گی؟"

"جی!"

"انگریزی پڑھو گی مجھ سے؟"

فاخرہ نے جواب دینے کی بجائے پروین کے چہرہ پر نظریں جما دیں، شاید
وچ رہی تھی، یہ کس قسم کی عورت ہے جو "خداوند مجازی" کے درجے سے گذر کر
نکے درجہ پر جلوہ فگن نظر آ رہی ہے۔ اسے خاموش دیکھ کر پروین نے کہا۔

"بتاؤ، پڑھو گی؟"

"جی تو چاہتا ہے!"

"ذرا کہہ کے تو دیکھے مجھے اپنی چچی، موئی کے منہ میں لوکا نہ لگا دوں جب

میں نے یہاں آتے وقت ہی کہہ دیا تھا یہ چچی وچی کا ڈھونگ ر ——

گھر تک ہے پروین کے ہاں اپنی اوقات سے رہنا اور مجھے بیگم صاحب کے

اور کہا تو ذرا کہہ لگا کر زبان کھینچ لوں گی، تو نے بھی کیوں نہیں منع کر دیا؟"

بلقیس نے کہا۔

"اچھا اب کہہ دوں گی، تم پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتی ہو، اب پنڈ تو چھوڑ د

پروین مسکراتی ہوئی اپنے کمرہ میں چلی آئی، اتفاق سے فاخرہ وہاں موجود

کرسی پر بیٹھ گئی اور اس نے فاخرہ سے پوچھا۔

"تم مجھے کیا کہتی ہو؟"

اس سوال کا مطلب فاخرہ کی سمجھ میں نہیں آیا، وہ صورتِ سوال بنی

کھڑی رہی۔ پروین نے مزید تشریح کی۔

"میں پوچھتی ہوں، بولو پھوپھی کو تم بیگم صاحبہ، بلقیس کو آپا کہتی ہو، مجھے کیا

فاخرہ نے سادگی اور معصومیت کے ساتھ جواب دیا۔

"کچھ نہیں"

پروین مسکرائی اس نے کہا

"اگر ضرورت پڑے تو کیا کہو گی؟ کیا کہہ کر مجھے پکارو گی؟"

"وہی جو سب کہتے ہیں —— سرکار!"

پروین نے گردن ہلائی اور بولی۔

"ہرگز نہیں، تم بلقیس کی بہن ہو۔ مجھے بھی آپا کہا کرو!"

"لیکن اب کیا؟"

"مجھ دکھیارن پر آپ کتنی مہربان ہیں۔ کتنی اچھی ہیں آپ ——— !"

پروین بولی۔

"نہیں فاخرہ یہ بات نہیں ہے، اس میں میری بھلائی کو اتنا دخل نہیں ہے جتنا خود غرضی کو ——— پھوپھی آج میں کل چلی جائیں گی، بلقیس بھی چلی جائیگی چچا منصو بھی چلے جائیں گے، میں پھر اکیلی رہ جاؤنگی۔ مجھے ایک بہن کی بڑی ضرورت تھی۔ خدا کا شکر ہے وہ پوری ہوگئی۔ مجھے امید ہے بھیا بھی لندن سے آکر اپنی ایک اور نئی بہن کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔"

ان دونوں کی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آواز آئی۔

"فاخرہ! اری او فاخرہ!!"

یہ آواز بلقیس کی تھی۔ اسے سنتے ہی وہ باہر چلی گئی اور پروین پھر اپنے کام میں لگ گئی۔

فاخرہ بلقیس کے پاس پہنچی تو وہاں رضیہ بیگم بھی بیٹھی ہوئی تھیں اسے دیکھ کر بولیں۔

"اے ہے اب تو مصاحبت کرنے لگی ہیں صاحبزادی ——— اتنے جوتے ماروں گی ماں زادی کے کہ سر پلپلا ہو جائیگا، آخر تو پروین کے کمرہ میں کیا کرتی ہے حرافہ؟"

فاخرہ نے اس اردوئے معلی کا ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ بلقیس نے سوال کیا۔

"میں پوچھتی ہوں آخر تو مجھے آپا کیوں کہا کرتی ہے، خبردار جو اب مجھے آپا کہا؟"

رضیہ بیگم نے اگالدان میں پان کی پیک تھوکتے ہوئے کہا۔

"لو اور لو ——— باپ ماں کو، تو آبا، اماں کہہ کہہ کر کھا گئی۔ اب کیا میری بچی پر نظر ہے؟ اب اگر آپا کہتے ہوئے سنا، تو کچا چبا جاؤں گی؟"

" تو کل سے میں تمہیں باقاعدہ پڑھاؤں گی۔ صبح ناشتہ میرے ساتھ کیا کر

پڑھنے بیٹھ جایا کرو!"

" لیکن وہی وقت تو کام کا ہوتا ہے آپا!"

آپا کا لفظ سُنکر پروین بہت خوش ہوئی۔ اس کا چہرہ کھل اُٹھا۔ فاخ

لفظ اس لیے استعمال کیا تھا کہ اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہیں تھا وہ

" قضیہ زمین برسرِ زمین"

کے مصداق ابھی اس لفظ کو استعمال کر کے اس کا ردِ عمل دیکھنا چاہتی تھی۔

پروین نے پیار بھرے انداز میں کہا

" لیکن تم نوکر تو نہیں ہو کسی کی، پھوپھی کے ساتھ رہتی ہو، ان کا کا

اس کا یہ مطلب کہاں سے ہوا کہ دوسروں کے کام کے لیے اپنا کام چھوڑ د

فاخرہ نے بڑے بھولے پن سے کہا۔

" لیکن وہ ماریں گی مجھے"

" ماریں گی؟ تمہیں مارتی بھی ہیں وہ"

فاخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو

پروین اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، اس نے فاخرہ کی پیٹھ کو تھپکتے ہوئے

" اب وہ تمہیں نہیں مار سکیں گی۔ میں ان سے تمہیں مانگ لوں گی

آنسوؤں کا روکنا اب فاخرہ کے بس سے باہر تھا، وہ آبدار موتی

ٹپک پڑے۔ شمس نے کہا۔

" لیکن ——————"

باب ۹

"ارے"

رضیہ بیگم حسبِ معمول صبح کے ناشتے سے فارغ ہوکر اپنے کمرہ میں بلقیس سے تبادلۂ
خیال کر رہی تھیں۔ اتنے میں پروین پہنچی۔ لیٹی ہوئی تھیں اسے دیکھ کر اُٹھ بیٹھیں بلقیس کرسی
پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کھڑی ہوگئی۔ پروین نے پاس کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پھوپھی جان آپ سے ایک چیز مانگنے آئی ہوں"۔

رضیہ بیگم نے کہا۔

"ہمارے بھی بہ نصیب کہ تم ہم سے کچھ مانگو۔ یہاں تو جان بھی دینے سے لمحہ لگا نہ کریں۔

پروین نے بات کاٹتے ہوئے کہا

"پھوپھی خدا آپ کا سایہ سلامت رکھے۔ آپ کی جان میں کیوں مانگنے لگی۔ میں تو
ایک چیز مانگنے آئی ہوں اور کہے دیتی ہوں لے کر رہوں گی آپ سے"۔

"ارے تو بیٹی، کچھ منہ سے تو کہو، تجھ سے بھلا انکار ہو سکتا ہے"؟

پروین نے بچوں کی طرح لہک کر، اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"پہلے وعدہ کر لیجئے"!

رضیہ بیگم عاجز آ کر بولیں۔

"تو یہ میری اللہ ——— اچھا وعدہ کرتی ہوں"!

فاخرہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرہ میں چلی آئی اور کوئی نہ ہوتا، تو وہ اکیلے میں منہ ڈھانپ کر بہت روتی۔ جب کبھی بلقیس یا رضیہ کی طرف سے اسے کوئی صدمہ پہنچا تھا وہ رو رو کر دِل کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتی تھی۔ لیکن آج اُس کی آنکھوں میں یہ دِل دوز طعنے سننے کے بعد بھی خوشی ناچ رہی تھی۔ شاید وہ اِس لیے خوش تھی، کہ ایک "آپا" کو کھونے سے پہلے خدا نے اُسے دوسری "آپا" عطا کر دی، اور وہ بھی کتنی اچھی! کتنی پیاری!

"مجھے تو کچھ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے"!

بلقیس نے کہا۔

"کیوں؟"

رضیہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"آخر فاخرہ کو لے کر کیا کریں گی۔ صاحبزادی؛ ہو نہ ہو کچھ تو ہے اِن میں"!

"ہو گا۔ اماں جانے بھی دو۔ ہماری بلا کیٹے۔ تمہیں کیا"!

"اے ہاں مجھے کیا"!

پروین فاخرہ کو لے کے اپنے کمرہ میں پہنچی، ایک دلنواز تبسم کے ساتھ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"کیوں لے لیا نا، میں نے تمہیں پھوپھی سے"!

فاخرہ خاموش کھڑی ہوئی شکر گزار آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی۔

پروین نے ایک الگ کمرہ فاخرہ کے حوالے کر دیا اور کہا "آج تم اسے ٹھیک ٹھاک کر لو، کل سے میں تمہیں پڑھانا شروع کر دوں گی"۔

دوسرے روز پروین با قاعدہ فاخرہ کو پڑھانے لگی، چند ہی روز میں فاخرہ نے ایسی ذہانت اور سوجھ بوجھ کا پروین پر سکہ بٹھا لیا اور اب وہ اور زیادہ شفقت و محبت کا برتاؤ اس کے ساتھ کرنے لگی۔

فاخرہ کا عروج رضیہ اور بلقیس کیلئے کافی تشویش انگیز تھا، لیکن شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اب سوا جلنے اور آپس میں جلی کٹی باتیں کرنے کے اور کچھ ممکن نہ تھا سب سے زیادہ جلن رضیہ بیگم کو تھی، ایک روز جب وہ سونے کیلئے ۱۱ بجے رات کو لیٹیں تو بغیر کسی

اتنے میں فاخرہ بھی کسی کام سے آچکی تھی۔ اور آکر الگ کھڑی ہو گئی۔ پروین نے
اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسے دے دیجئے مجھے!"

"کسے؟ فاخرہ کو؟"

"جی! فاخرہ کو!"

"لے لو۔ لیکن کیا کرو گی تم اس کا؟"

"آپکو اس سے کیا، میں اسے اپنے پاس رکھوں گی۔ مجھے بڑی اچھی لگتی ہے"

"بڑی اچھی، موئی سپنولی۔ اس کی صورت پر نہ جانا۔ دیکھنے میں بی بنو۔ بڑی ام
ہیں۔ ویسے بس کی گانٹھ ہیں۔"

فاخرہ کا چہرہ یہ فرد جرم سنکر زرد ہو گیا، وہ ڈر رہی تھی، کہیں پروین بھی
کے مخالفانہ پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو جائے، یہ اندیشہ فوراً ہی رفع ہو گیا جب
نے پروین کو کہتے ہوئے سُنا۔

"میں اسے ٹھیک کر لوں گی، آپ تو بس مجھے دیدیجئے اسے۔"

فاخرہ کا چہرہ یہ الفاظ سن کر خوشی سے دمک اُٹھا، رضیہ بیگم نے جواب
"کہہ تو چکی بٹیا لے لو ـــــ کیوں ری فاخرہ رہیگی پروین کے

فاخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا، رضیہ کو موقع مل گیا۔

"اے ہے شرما رہی ہیں!"

اس طنز کا فاخرہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ پروین اٹھی اور فاخرہ کو
ساتھ لیے ہوئے چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد انھوں نے بلقیس سے کہا۔

کر رہی تھی۔ اسے عباس سے محبت نہیں تھی لیکن شادی وہ اسی سے کرنا چاہتی تھی، اس کے سوا خاندان میں اتنا اچھا شکار، ماں بیٹی کی نظر میں کوئی نہ تھا۔

رضیہ بیگم دعائیں پڑھ کے عالم بیداری سے عالم غنودگی میں داخل ہو رہی تھیں اور بلقیس بھی۔ عباس کے تصور سے گلے ملتے ملتے نیند سے ہم آغوش ہو رہی تھی کہ دفعتاً دوسرے کمرہ سے —— فاخرہ کے کمرہ سے —— پروین کے گرجنے کی آواز سنائی دی، یہ آواز تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ دونوں ماں بیٹی کھڑبھڑا کے اُٹھ بیٹھیں، بلقیس نے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے اماں؟"

رضیہ نے ہاتھ سے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور غور سے سننے لگیں کہ یہ کیسی آواز ہے۔ انھوں نے سنا۔

"ایسے لچے اور آوارہ لوگوں کا میرے گھر میں گزارہ نہیں ہو سکتا ہے"

بلقیس اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔

"چلو دیکھیں تو سہی کیا معاملہ ہے!"

رضیہ بیگم بھی تیار ہو گئیں اور سیدھی فاخرہ کے کمرہ میں پہنچیں، وہاں پہنچکر انھوں نے جو منظر دیکھا وہ اتنا حیرت انگیز اور خلافِ توقع تھا کہ وہ دنگ رہ گئیں۔ فاخرہ سسکیاں لے لیکر رو رہی تھی۔ ارشاد مجرم بنا کھڑا تھا اور پروین اس وقت بالکل شیرنی معلوم ہو رہی تھی۔ رضیہ بیگم کو دیکھ کر پروین بپھری، اس نے کہا۔

"دیکھو بیجے کرتوت اپنے فخرِ خاندان کی۔ آپ تو بڑے گُن گایا کرتی تھیں ان کے!"

"بیٹی! میں کچھ نہیں سمجھی کیا بات ہے؟"

سابقہ ذکر کے بلقیس سے کہنے لگیں۔

"ذرا دیکھو تو اس نمک حرام فاخرہ کو، ہماری پلی ہوئی سے میاؤں، کل تک ہمارے ٹکڑوں پر پل رہی تھی آج پروین نے ذرا سہارا کیا دیدیا، حرام زادی ادھر کا راستہ بھول گئی، نہ ادب، نہ تمیز، باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب"

اور بلقیس نے کہا۔

"اب تو وہ جانے کیا سمجھنے لگی ہے، اپنے آپکو کل میں نے کہا ذرا میرے پاؤں دبا دے، جلدی جلدی، دو چار مکے پنڈلیوں پر مارے اور بھاگ کھڑی ہوئی"

رضیہ بیگم نے فرمایا

"ہاں اور کیا۔ شریف سے خطا نہیں، کم اصل سے وفا نہیں، خدا بخشے اباجی جیسے تھے، اب کیا کہوں مر چکے ہیں اور ماں تو بالکل ایسی ہی کمینی تھی جیسی یہ خود ہے"

"اماں! تم نے فاخرہ کو دے تو دیا، لیکن گھر چلیں گے تو اب وہاں کا کام کون سنبھالے گا۔ واہ یہ بھی اچھی رہی"

ماں نے محبت کے ساتھ بلائیں لیتے ہوئے کہا

"خدا تجھے سلامت رکھے۔ تجھے نوکروں کی کمی کیا ہے، ارے عباس تیری جوتیاں سیدھی کرے گا۔ اور تیری غلامی پر فخر کرے گا عمر بھر"

یہ سن کر بلقیس شرما گئی۔ اس نے کہا

"اوہ، تم ہر وقت نہ جانے کیسی باتیں کرتی ہو اماں"

پھر اس نے کروٹ بدلی اور گرم گرم لحاف کے آتشکدہ میں سما گئی اور رضیہ بیگم دعائیں پڑھ کر دم کرنے لگیں، بلقیس لحاف میں سمائی ہوئی اس وقت عباس ہی کو یاد

ــ ہرگز نہیں، میں اگر آج کا واقعہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتی، تب بھی ان حضرت
و اپنا رفیق زندگی نہیں بنا سکتی تھی ـــــــــ"

ــ بیٹی! بیٹی پروین یہ کیا کہہ رہی ہے تو، منصور بھیا سنیں گے تو کیا کہیں گے؟"

ــ کچھ نہیں کہہ سکتے وہ بھی، میں کسی کی دبیل نہیں ہوں۔ میں خود مختار ہوں اور جو
چاہوں گی کروں گی ـــــــــ میرا فیصلہ ارشاد صاحب یہ ہے کہ آپ
فوراً ابھی اسی وقت اس گھر سے دفع ہو جایئے!"

ارشاد اب تک چپ چاپ کھڑا تھا، اس نے کہا

ــ تم میری توہین کر رہی ہو پروین!"

ــ آپ اس قابل بھی نہیں ہیں کہ آپ کی توہین کی جائے!"

ــ تمہیں علم ہونا چاہیے، میں کون ہوں؟"

ــ میں جانتی ہوں، آپ میرے چچا کے بچے اور آوارہ لڑکے ہیں اور آج سے
س گھر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے آپ پر بند کیا جاتا ہے۔ آپ نکل جایئے اس گھر سے
ورنہ میرے ملازم آپ کو دروازہ تک پہنچانے پر مجبور ہوں گے!"

اب پھر رضیہ سے ضبط نہ ہو سکا۔ انھوں نے کہا۔

"بڑا اندھیر ہے بیٹی۔ موئی دو ٹکیہ کی چھوکری کے لیے تم ارشاد کو گھر سے نکالے
ے رہی ہو، وہ ابھی اس وقت آدھی رات کو؟"

ــ اس وقت یہ چپ چپاتے نکل جائیں گے، تو رسوائی کم ہوگی، دن نکلنے کے بعد
سدھاریں گے تو زیادہ ذلیل ہوں گے۔"

ارشاد نے کہا۔

"آپ فاخرہ کی سسکیوں سے بھی کچھ نہیں سمجھ رہی ہیں!"

"بتاؤ بیٹا کچھ کہو تو!"

"ڈاکو آپ کے سامنے کھڑا ہے، اس سے پوچھیے!"

"ڈاکو! کون میرا ارشاد!"

"جی آپ کے ارشاد صاحب ——— سوچا ہوگا انھوں نے شادی تو جانے کب ہو، جب تک انتظار کون کرے، گھر میں مفت کا مال موجود ہے اسی پر دھاوا بول دیا جائے!"

"تو تمھارا مطلب یہ ہے کہ ارشاد اس موئی فاخرہ پر عاشق ہے: اے توبہ!"

"یہ تو آپ انھیں سے پوچھیے، میں تو یہ جانتی ہوں کہ انھوں نے فاخرہ پر مجرمانہ حملہ کیا، اگر میں نہ پہنچ جاتی اتفاق سے، تو ایک معصوم اور بھولی بھالی لڑکی تباہ ہو چکی ہوتی آج!"

"اے ہے بڑی بھولی بھالی، اسکے گن تو کوئی مجھ سے پوچھے، ایک ہی حرافہ ہے یہ"

"مجھے اسکے گن کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں اسکے گنوں کو خوب جانتی ہوں پہلے میں اسے شریف سمجھتی تھی۔ اور آج کا واقعہ دیکھکر مجھے یقین ہوگیا کہ اس خاندان بھر میں سب سے زیادہ شریف یہ ہے اور آپکے ارشاد بیٹا سے بڑھکر لچا اور بدمعاش کوئی نہیں!"

"اے زبان سنبھال بیٹی تو کیا بک رہی ہے کسے کہہ رہی ہے یہ تو ذرا سوچ!"

"خوب سوچ چکی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے فاخرہ کو ہاتھ جوڑتے اور گڑگڑاتے اور اس شریف بدمعاش کو لوٹ مار کرتے دیکھا"

"ارے یہ تیرا منگیتر ہے!"

"آخر یہ کمینی کیوں ہے؟ اور ارشاد شریف کیوں؟"

"ارشاد شریف ہے، اور یہ کمینی ہے موئی ہرجائی"

پروین نے برہمی کے ساتھ پوچھا۔

"تو کیا ایک شریف لڑکے کو حق ہے کہ وہ ایک کمینی لڑکی کو جب چاہے بے آبرو کر دے"

"ان مال زادیوں کے پاس آبرو ہے کہاں —— اور پھر جوانی میں کون مرد پارسا ہوتا ہے۔ ارشاد سے اگر بھول ہو بھی گئی تھی تو آنکھ چرا جانے کی ضرورت تھی یا ڈنڈا لیکر کھڑا ہو جانے کی، ہم نے تو اس دیدہ کی کوئی لڑکی نہیں دیکھی، جیسی تم ہو بیٹی"۔

"خیر آج دیکھ لیا آپ نے"

"خدا اور زیادہ نہ دکھائے —— چل بلقیس"

بلقیس اور رضیہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔ پروین نے فاخرہ سے کہا۔

"اب تم آرام سے سو جاؤ، وہ لٹیرا نکال دیا گیا یہاں سے"۔

"—— فاخرہ! آج تم نے میرے دل میں اتنی جگہ بنا لی ہے جو شاید ہی کوئی بنا سکے۔ میں سب کچھ سن رہی تھی، تم نے جس استقلال سے اپنی آبرو کی حفاظت کی اور جس بہادری سے ایک لٹیرے کا مقابلہ کیا، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ تم ایسی عورت ہو جس پر قوم فخر کر سکتی ہے"

پروین اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور فاخرہ اپنے کمرہ میں اوڑھ لپیٹ کر پڑ رہی، اور وہاں دوسرے کمرہ میں رضیہ اور بلقیس ماتمی صورت بنائے ہوئے بیٹھی تھیں، کہ کب صبح ہو، اور کب اس گھر سے بھاگیں۔

○

"میں لعنت بھیجتا ہوں، اس گھر پر، میں تمھیں بتادوں گا۔ کہ میں کیا کر سکتا ہوں
اس بدتمیزی اور بیہودگی کا بدلہ میں لے کر رہوں گا۔"

"آپ جو چاہیے گا کیجیے، لیکن اس گھر سے باہر —————— گیٹ آؤٹ"

ارشاد، غصہ میں قدم زور زور سے زمین پر رکھتا ہوا باہر چلا گیا۔ رضیہ بیگم
آنکھوں میں آنسو آگئے، وہ سچ مچ رونے لگیں۔ انھوں نے کہا۔

"آج ہی منصور بھیا کانپور گئے ہیں کل آجائیں گے، کیا کل تم نہیں ٹھہر
تھیں، انھیں کتنا صدمہ ہوگا۔ تمھاری اس حرکت سے؟"

"اگر ان کے سینے میں ایک شریف دل ہے تو وہ مجھ سے خوش ہوں گے"

"کچھ تم نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کیا ہے بیٹی۔ کچھ اپنے چچا کو خوش کر دگی مجھے تو
اب اس گھر میں رہتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ جس بے مروتی سے تم نے آج ارشاد
نکال دیا، کیا جانے کل مجھے بھی اسی طرح کان پکڑ کر نکال باہر کر دو۔ بس ہونے دو میں
"پھوپھی جان! آپ اگر جانا چاہیں تو میں روک نہیں سکتی۔ لیکن مجھے دکھ ہوا
کر کہ آپ کی نظر میں خطا دار میں ہوں اور وہ ذاتِ شریف بالکل معصوم ہیں۔ جو
شریف لڑکی کو لوٹنے آئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں۔"

"شریف شریف ہی ہے اور رذیل، رذیل ہی ہے کہاں ارشاد کہاں یہ کمینے
رضیہ بیگم کچھ اور کہنا چاہتی تھیں، مگر پروین نے ان کی بات کاٹتے ہوئے

"آخر آپ کا مطلب کیا ہے۔ اس بیچاری کو آپ گالیاں کیوں دیئے جا رہی

"اور لو۔ اب میری زبان بھی تالو سے کھینچ لو۔"

پروین جھنجھلا کر بولی۔

پڑی رہتی اور کچھ نہ بولتی۔ آخر یہ کیسے شریف ہیں جو رذیل اخلاق پر فریفتہ ہیں اور شرافت کے کاموں سے بیزار ہیں۔ آخر یہ کیسی بزرگی اور بھلمنساہت ہے کہ یہ چور لٹیرے اور اُچکے سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں اور ان کی زبانیں قینچی کی طرح معصوم ناظرہ کے خلاف چل رہی ہیں اور میرے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں کہ میں نے اُسے کیوں بچایا، کیا یہ کوئی جرم تھا!"

پھوپھی رضیہ جب سے اس گھر سے گئی تھیں اُن کا گھر "دار کونسل" بنا ہوا تھا منصور چچا کی صدارت میں ارشاد بلقیس اور دوسرے بزرگان و خوردان خاندان کی موجودگی میں طرح طرح کے اتہامات اس پر لگائے جاتے تھے۔ نہ اُسے صفائی دینے کا موقع دیا جاتا تھا نہ اس کی بات پوچھی جاتی تھی۔ منصور چچا تو اتنے خفا تھے کہ اگر ان کا بس چلتا تو پروین کو توپ دم کر دیتے، لیکن وہ عباس کی وجہ سے خاموش تھے وہ اس وقت تک کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک اتمام حجت نہ کر لیں اور اتمام حجت کیلئے عباس کی موجودگی بہت ضروری تھی۔

رضیہ اور منصور نے یہ طے کر لیا تھا کہ جیسے ہی عباس آئے فوراً پروین کی شادی ارشاد سے کر دی جائے۔ اور ارشاد نے طے کر لیا تھا کہ شادی تو پروین کے ساتھ ضرور کرونگا لیکن زندگی بھر اس حرامزادی پروین کی بچی کو ناکوں چنے چبواؤں گا، خود فیروزہ کے ساتھ مزے کرونگا، اس کا مجرا گانا سنوں گا۔ اس کا ہیجان انگیز رقص دیکھوں گا، اس کی نشہ آور باتوں میں دن اور رات کی بہترین فرصتیں صرف کروں گا، اس کے ساتھ شراب پیوں گا اور نشہ میں جھومتا ہوا ٹھیک ۳ بجے رات کو اپنے حجلۂ عروسی میں پہنچوں گا اور وہاں پہنچتے ہی اپنی نئی دلہن ——— پروین ——— کی وہ خبر لوں گا وہ گفش کاری کروں گا، وہ جلاؤں گا اور کڑھاؤں گا کہ یاد کرے گی زندگی بھر کسی مرد کی

ہے ہے!!

پروین، عباس کے انتظار میں دن کاٹ رہی تھی اسے بار بار ہوائی ڈاک سے خط بھیج بھیج کر بلا رہی تھی، لیکن وہ لندن کی دلچسپیوں میں ایسا رچا ہوا تھا کہ کسی طرح آنے کا نام نہیں لیتا تھا۔

اس وقت پروین سخت پریشانی کے دور سے گذر رہی تھی، سارا خاندان ارشاد کے واقعہ کی وجہ سے اس کا مخالف ہو گیا تھا، وہ جتنا جتنا اس واقعہ کو سوچتی تھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرتی تھی، اتنی ہی اس کی پریشانی و حیرت بڑھتی جاتی تھی، وہ بار بار سوچتی تھی، کہ یہ خاندان کے شریف ابن شریف لوگ، یہ خدا ترس اور شرافت پرست بندے آخر اس کے مخالف کیوں ہیں۔ اگر اس نے ناخرہ کو ارشاد کی دراز دستیوں سے بچا لیا، تو یہ کام انعام کا مستحق تھا یا سزا کا، کون گالی ایسی ہے جو اسے اور ناخرہ کو نہ دی جا رہی ہو۔ وہ کون مہربانی ایسی ہے جس سے ارشاد سرفراز نہ ہو رہا ہو، یہ لوگ ارشاد کو بُرا کیوں نہیں کہتے؛ اس کی آوارگی اور بدمعاشی پر چیں بہ جبیں کیوں نہیں ہوتے۔ اس کے شہدے پن اور بیہودہ پن کو گالیاں کیوں نہیں دیتے؛ گالیاں دیتے ہیں ناخرہ کو اور مجھے؛ کیا یہ جب خوش ہوتے، اگر میں ناخرہ کی متاعِ عصمت لٹتے دیکھتی اور خاموش رہتی، ناخرہ کی آبرو پر ڈاکہ پڑتا اور وہ آنکھیں بند کر کے چپ چاپ

رضیہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ آدھی جائداد وہ بلقیس کے عمر تا بض ہو جائیں، کئی بار، اور کئی بار منصور نے یہ سوچا کہ ارشاد کی پروین سے شادی میں عباس سے لکھوالیں گی کر دینے کے بعد ہی کو جائداد کا منیجر بنا دیا جائے گا، لیکن یہ کمبخت عباس لندن میں اب تک کیوں جھک مار رہا ہے، واپس کیوں نہیں آتا۔

اور پروین سوچا کرتی تھی کہ بھیا آجائیں تو میں ان سے کہہ کر اپنا حصّہ الگ کروں اور پھر اُسے وقف کر کے ایک ادارہ تربیت نسواں قائم کروں اور اس ادارے کو اس معیار پر چلاؤں کہ وہ سارے ہندوستان میں نمونہ کا ادارہ بن جائے۔ بھیا آجائے تو یہ گھر بھی آباد ہو جائے، آخر وہ کب تک شادی نہیں کریں گے۔ وہ ایک چاند سی دلہن لائیں، میں اُسے بھابی کہوں، اسے اپنا ادارہ دکھاؤں، ادارہ کے بہت سے کام اس کے سپرد کر دوں، اور بھیا خفا ہوا کریں اپنی بیوی اور میری بھابی سے، کہ تم نے شادی مجھ سے کی ہے یا پروین سے۔ سارا وقت تم اس کے ساتھ اسی کاموں میں صرف کرتی ہو، اور میری طرف توجہ بھی نہیں کرتیں۔ آخر یہ کیا مذاق ہے؟ یہ کہہ کر وہ خفا ہو جائیں۔ اور بھابی بھی روٹھ جائیں، اتنے میں میں پہنچ کر بھابی کی طرف سے بھیا سے لڑنے لگوں اور صلح کرا دوں دونوں میں، لیکن میری بھابی ہے کہاں؟ بھیا کی دلہن بنے گی کون؟ بلقیس؟ نہیں یہ ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ خود بھیا بھی تو اس گھر سے گھبراتے ہیں، اسی کے ڈر سے تو وہ لندن بھاگ گئے، ہونھ، نہ صورت نہ سیرت، چلی ہیں بیرسٹر بھیا کی بیوی بننے، ہش! عالم خیال میں ہش کہہ کر اپنے تصوّر کے پردے سے بلقیس کو اس طرح بھگا دیتی تھی۔ جیسے کتے کو بھگا دیتے ہیں جب وہ ناخواندہ مہمان بن کر دسترخوان کے سامنے دم ہلاتا ہوا نمودار ہوتا ہے۔

توہین کی تھی۔ یہ سوچتے سوچتے اس پر واقعی غصہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور
اُسے ایسا معلوم ہونے لگتا تھا، گویا اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ فیروزہ کے ساتھ
سے واپس آ کر پروین کے حجلۂ عروسی میں جا رہا ہے کہ دفعتاً اُسے یہ احساس ہوتا
یہ غصہ ابھی قبل از وقت ہے۔"

اور بلقیس سوچا کرتی ——— اس کے سوچنے کا وقت وہ تھا جب
ساری دنیا سوتی ہے جب تک وہ گھر کے کاموں میں اُلجھی رہتی تھی، کچھ نہیں سوچتی
تھی، رات کو جہاں سونے کیلئے لیٹی اور چادر یا لحاف سے اس نے اپنا منہ ڈھانپا
کہ عباس کا تصور چور کی طرح دبے پاؤں گھس آتا۔ عباس کی کمی تو اس کے تصور سے
پوری ہوتی، پھر بھی باتیں اس سے جی بھر کے ہو جاتیں ——— وہ سوچا کرتی
تھی کہ شادی کے بعد پہلا کام یہ کروں گی کہ عباس کے دل پر قبضہ کر کے پروین کو معطل
اور معزول کروں گی، رفتہ رفتہ اُسے اس حیثیت پر پہنچا دوں گی جس پر ناظرہ کو اس
نے پہنچا دیا تھا۔ پھر دیکھوں گی یہ تیزی اور طراری کہاں جاتی ہے، غضب خدا کا
جس عورت کی بے مروتی کا یہ حال ہو کر اپنی ساس (رضیہ) اور اپنی بھاوج (خود بلقیس)
تک سے زبان لڑائے اور اپنے آپکو نہ جانے کیا سمجھنے لگے۔ وہ ضرور اس کی مستحق ہے
کہ اُسے ذلیل کیا جائے اور اسے اس طرح دبائے رکھا جائے کہ وہ چوں بھی نہ کر
سکے۔ اور یہ کام سوائے میرے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

اور رضیہ پھوپھی اور منصور چچا یہ سوچا کرتے کہ جس قدر جلد ممکن ہو، ارشاد کو پروین
کا اور عباس کو بلقیس کا شوہر بنا دیا جائے تاکہ یہ لوگ جوانی کی رنگ رلیوں میں مست
ہو جائیں اور ہم لوگ رفتہ رفتہ ان چھوکروں کو بے دخل کر کے ان کی جائداد اور املاک پر

منشی جی نے تار اٹھا کر پڑھا، اُس میں لکھا تھا۔

"عباس کے لندن سے روانہ ہونے کے بعد جرمنی سے برطانیہ کی جنگ چھڑ گئی، جس جہاز پر وہ سفر کر رہا تھا، اُسے دشمن کے تارپیڈو نے تباہ کر دیا۔ جہاز کا عملہ اور تمام مسافر غرقاب ہو گئے"

ہوائی خط کے ذریعے عباس نے پروین کو اپنی لندن سے روانگی کی اطلاع
یہ اطلاع پاتے ہی پروین پھولی نہیں سماتی تھی۔ اس نے فوراً اندر تو گھر کی مرمت
صفائی اور آرائش کا کام بڑے زور شور سے شروع کر دیا اور دلہن بنا دیا، عباس کیا
تھا ایک ایسی نعمت آ رہی تھی جس سے زیادہ کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے
کر لیا تھا کہ بھائی کے استقبال کے لیے وہ بمبئی جائے گی۔ اور وہاں اس سے مل کر
اسے اپنے ساتھ لے آئے گی۔ یہ خبر منصور اور رضیہ کو بھی ہو گئی، ان دونوں نے سوچا
یہ بس کی گانٹھ اگر بمبئی میں عباس سے جا کر مل لی اور اس کے ساتھ واپس آئی تو
جانے کیا سکھا پڑھا دے، لہٰذا ہم بھی ساتھ جائیں گے۔ اور ہمارے قافلہ میں
ارشاد بھی شریک ہوں گے، ہمیں بمبئی میں دیکھ کر عباس بھی خوش ہو گا کہ دیکھو انھیں ہمارا
کتنا خیال ہے، پروین کو اسے بھڑکانے کا موقع بھی نہیں ملیگا پروین کے سفر کی
تیاریاں اعلانیہ جاری تھیں اور یہ لوگ چوروں کی طرح تیاریاں کر رہے تھے۔

پروین نے منشی انور علی کو حکم دیا کہ وہ بمبئی کی سیٹ ریزرو کرا لیں، وہ باہر
تھے کہ فوراً خوش خوش واپس آئے اور ایک تار پروین کے ہاتھ میں لا کر رکھ دیا
اور کہا

”ہو نہ ہو عباس میاں کا تار ہے“

پروین نے مسکراتے ہوئے بے تابی اور اشتیاق کے ساتھ تار لیا اور اُسے پڑھنے
لگی، دفعتاً اس کا سُرخ وسفید چہرہ زرد ہو گیا، وہ تیورا کر ایک آہ کے ساتھ
فرش پر گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی، گھر کی خادمائیں دوڑ پڑیں، ناظرہ پاس ہی کھڑی
تھی۔ اس نے فوراً اُسے چارپائی پر لٹایا اور ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا کہ فوراً آ جائیے۔

دل اور پروین کو بھڑکنے اور برہم ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔"

رضیہ بیگم جب پروین کو دیکھ لیتی تھیں، ان کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ اور پروین آنکھوں سے اوجھل ہوئی کہ ان کی آنکھوں کا دریا خشک ہوا۔

عباس کی وفات کا سب سے زیادہ غم رضیہ بیگم ہی کو ہونا چاہئے تھا، ایک تو وہ ان کا بھتیجا تھا، دوسرے انکا ہونے والا داماد بھی۔ لیکن انہیں داماد اور بھتیجے سے اتنی محبت نہیں تھی، جتنی اس کی جائداد سے، وہ بے شک مر گیا تھا، لیکن جائداد جوں کی توں موجود تھی۔ بظاہر اب اس جائداد کے ملنے کی امید بھی انہیں نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن انہیں اپنے بھائی کی لیاقت اور چہیتے بھتیجے ارشاد کی سعادتمندی پر بھروسہ تھا۔ وہ جانتی تھیں، اگر پروین ارشاد کی دلہن بن گئی، تو بھی یہ ساری جائداد اپنے ہی قبضہ میں رہے گی۔ کیونکہ منصور نے یہ وعدہ کر لیا تھا، کہ اگر تم نے کس طرح پروین کو ارشاد کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند کر لیا تو بلقیس کو عباس کی منکوحہ بننے کی صورت میں جو کچھ ملتا وہ اب بھی ملیگا۔ انھیں اپنے بھائی کے وعدے پر بھروسہ تھا اسی لیے وہ ناخواندہ مہمان بن کر بھائی سمیت عباس کی خبر وفات سنتے ہی وارد ہو گئی تھیں اور اپنی اسکیم کو کامیاب بنانے کی تجویز سوچ رہی تھیں۔

بلقیس کی حالت قدرے مختلف تھی، عباس کے مرتے ہی اس کے لحاف کی دنیا سونی ہو گئی تھی۔ اجڑ گئی تھی۔ اب جب وہ سونے کے لیے لیٹتی تھی، اور لحاف میں منھ ڈھانکتی تھی تو عباس کا کہیں کوسوں پتہ نہیں ہوتا تھا۔ اور اس گھر میں کوئی دوسرا عباس اسے نظر آتا تھا۔ جسے اپنے لحاف کے گھر کا مکین بنا لیتی، اب

باب ۱۱

ناخواندہ مہمان

عباس کے غم انگیز سانحۂ وفات نے پروین کی آنکھوں کو گنگا جمنا بنا دیا
اس کا کام سوا رونے اور سر پھوڑنے کے کچھ نہیں رہ گیا تھا، نہ وہ کھانا کھاتی تھی
زندگی کی دلچسپیوں میں حصہ لیتی تھی، نہ وہ شوخی اور تیز طبعی باقی رہ گئی تھی نہ وہ اخبا
اور کتابوں کا شوق باقی رہ گیا تھا۔ ہر وقت چپ چاپ خاموش خاموش اُداس
سی وہ دکھائی دیتی تھی، فاخرہ تک کی اس نے خبر لینا چھوڑ دی تھی حالانکہ و
بہت چاہنے لگی تھی۔ اور خود فاخرہ بھی غم سے بے حال اور نڈھال ہوئی جا ر
پروین کو روتے دیکھتی تھی۔ خود بھی رونے لگتی تھی، وہ اُسے کھانا کھانے سے
کرتے سنتی تھی۔ خود بھی فاقہ سے بیٹھ جاتی تھی۔ جس طرح پروین خاموش تھی، ا
طرح فاخرہ خاموش تھی۔ پروین اس لیے خاموش تھی کہ اتنا بڑا غم اس سے
نہیں جا رہا تھا۔ اور دل تھا کہ غم کے بوجھ سے پھٹا جا رہا تھا اور فاخرہ یو
تھی کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا، پروین کو کس طرح بہلائے اور کس طرح اس کا غم ہلک

گھر بھر میں اگر کوئی بیک وقت مسرور اور مغموم تھا تو وہ رضیہ بیگم تھیں
حادثہ کی خبر سنکر مع اپنی بھتیجی اور بھائی کے آن موجود ہوئی تھیں البتہ ا
ارشاد ساتھ نہیں آیا تھا۔ بھائی بہن کی مصلحت یہی تھی کہ فی الحال ارشاد کو ا

باب ۱۲

تکرار

بلقیس نے آج اپنی سہیلی رالعبہ کی دعوت کی تھی، رالعبہ اور بلقیس بچپن کی سہیلیاں تھیں، دونوں نے ساتھ ساتھ پڑھا۔ ساتھ ساتھ جوان ہوئیں، پھر رالعبہ کی شادی شہر کے ایک دولتمند خاندان میں ہوگئی۔ اس کا شوہر کلکتہ میں تجارت کرتا تھا، وہ شادی کے بعد اس کے ساتھ کلکتہ چلی گئی۔ اب سال بھر کے بعد وہ واپس آئی تھی اور آتے ہی اس نے بڑے پیار سے بلقیس کو اپنے ہاں بلا کر اس کی شاندار دعوت کی تھی بلقیس اس قرض کے اتارنے کی فکر میں تھی، آخر اس نے بڑے اہتمام سے رالعبہ کی دعوت کی اور رالعبہ کے ساتھ اپنی چند سہیلیوں کو بھی بلا بھیجا۔

پروین نے یہ تیاریاں دیکھیں، تو مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کون آرہا ہے آج؟"

بلقیس نے مصروفیت کے عالم میں جواب دیا۔

"رالعبہ کی دعوت ہے، میری بچپن کی سہیلی ہے، بڑی ہنس مکھ اور شریف لڑکی ہے دیکھو وہ مہمان بن کر آرہی ہے، دولتمند شوہر کی دولتمند بیوی ہے، تم بھی ذرا اخلاق سے ملنا اس سے۔"

پروین نے کہا۔

لحاف کی یکسو اور بے پروا تنہایاں اسے آسودگی نہیں بخشتی تھیں، ایک خلش
ایک چبھن سی پیدا ہونے لگتی تھی۔ اس کے دل میں کبھی وہ پریشان ہو کر اپنے
لحاف سے باہر نکال لیتی، کبھی پریشان ہو کر اس کے اندر دبک جاتی یہ الجھن
اوقات ایسی بڑھتی کہ اس کی نیند غائب ہو جاتی اور ساری رات اس پریشانی
الجھن میں بسر ہو جاتی، وہ عباس سے محبت نہیں کرتی تھی۔ ماں کی تربیت نے
کے دل میں غرض، عیش، آرام اور دولت کے سوا محبت کا کثیف جذبہ
ہی نہیں ہونے دیا کبھی۔ لیکن عباس کے دم سے جو امیدیں وابستہ تھیں وہ بھی
ہوئی جا رہی تھیں۔ ایک عباس مر گیا، دوسرا عباس مل جائے گا۔ لیکن یہ کیا
کہ وہ عباس ہی کا سا دولت مند بھی ہو۔ یا پھر دولت مند ہو یا نہ ہو۔ آخر ہے
وہ دوسرا عباس؛ عورت لاکھ خود غرض ہو۔ لیکن صرف دولت ہی پر تو وہ
نہیں کر سکتی۔ اسے ایک عباس کی ضرورت بہر حال ہوتی ہے یہاں اب یہ
آن پڑی تھی کہ نہ دولت دکھائی دیتی تھی، نہ عباس۔

پروین کے غم میں پھوپھی اور چچا کے آجانے سے اور اضافہ ہو گیا
جانتی تھی یہ نمائشی ہمدرد ہیں اور نمائش سے اسے چڑ تھی لیکن آزاد
اور خود رائے ہونے کے باوجود اس کی آنکھوں میں مروت بھی تھی اور جب تک
مروت سے کوئی اخلاقی نقصان نہ پہنچ رہا ہو وہ اسے توڑنے پر تیار نہیں تھی
تھی، کہ وہ پھوپھی اور چچا کو اپنا مہمان بنائے تھی اور کچھ نہیں کہتی تھی۔ خاموشی
ساتھ ان کی خاطر اور خدمت کرتی رہتی تھی۔

"نہیں بھئی یہ بات نہیں ہے"

منور نے منہ بنا کر پوچھا۔ "پھر کیا بات ہے"؛ ماہ رخ نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ

یہ اہلِ دل کی باتیں ہیں یہ اہلِ دل ہی سمجھتے ہیں۔

عام لوگوں کو یہ باتیں نہیں بتائی جاتیں"۔

سب نے ایک قہقہہ لگایا۔

بلقیس نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے رابعہ سے پوچھا۔

"رابعہ یہ تو بتاؤ، نبھتی کیسی ہے"؛ رابعہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑی اچھی طرح!

بہت ———— کبھی میں جھوٹ موٹ بھی روٹھ جاتی ہوں، تو گھنٹوں اور

دنوں منایا کرتے ہیں مجھے!"

ریحانہ نے پوچھا،

"سینما اور تھیٹر بھی دکھاتے ہیں"؟ رابعہ بولی۔

"روز چاہوں تو روز!"

ماہ رخ کیوں کسی سے پیچھے رہتی! اس نے پوچھا۔

"لڑائی تو نہیں ہوتی کبھی"؟

"کبھی نہیں ———— ان کی طرف سے نہیں!"

"اور تمہاری طرف سے"؟ رابعہ نے ایک ادا کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔

"یونہی کبھی کبھی!"

"میرے لیے یہ بہت ہے کہ وہ تمھاری سہیلی ہے، دولتمند ہو یا غریب
سے کیا، میں تو اس سے تمھاری سہیلی سمجھ کر ملوں گی، جیسی تمھاری مہمان ویسی میری
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رالعہ آتی ہوئی دکھائی دی. بلقیس نے اسے دیکھ
"وہ آگئی رالعہ!"
پروین بھی ادھر بڑھی، بلقیس نے پروین سے رالعہ کا تعارف کرایا۔
"یہ ہیں ہماری رالعہ، انھیں کا ذکر ابھی ہو رہا تھا"
پھر رالعہ کی طرف مخاطب ہوئی:"
"یہ ہیں پروین بہن!"
"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر، ملاقات آج ہوئی ورنہ بلقیس سے آپکا نام
"میں نے تو آپکا نام آج ہی سنا ہے اور صورت بھی آج ہی دیکھی
ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برسوں کی ملاقات ہو آپ سے!"
پروین، رالعہ اور بلقیس سمیت اپنے کمرہ میں آئی، تھوڑی دیر کے بعد
کی دوسری سہیلیاں ریحانہ، ماہ رخ اور منور بھی آگئیں اور کمرہ قہقہوں اور چہچہو
گونجنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کمرہ میں بہت سی بانسریاں جمع ہوگئیں ہیں اور
رہی ہیں، ریحانہ کی تو بوٹی بوٹی پھڑکتی تھی۔ اس نے رالعہ سے بڑی سنجیدگی کے سا
"کچھ اپنی شادی کی سرگزشت تو سناؤ، کہو کیسی گذری؟"
بلقیس نے لقمہ دیا۔
"بھئی ایسی باتیں نہ کرو۔ بچی سے ابھی شرماتی ہے بے بیچاری!"
ماہ رخ اب تک خاموش بیٹھی سب کی سن رہی تھی اب وہ بھی بولی۔

بلقیس نے رابعہ کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

- ان کی سوت اور کون؟

پروین حیرت سے بولی۔

- سوت! ان کی؟

بلقیس نے کہا۔

- ہاں انہی کی سوت، اور کس کی ہوتی۔ اے واہ!

- تمہارا مطلب یہ ہے کہ رابعہ بہن کے میاں کی ایک بیوی اور ہے؟"

- ہاں یہی مطلب ہے —— یا اللہ تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟"

- بات ہی ایسی ہے!

- کچھ بات نہیں، محبت میں سب کچھ ہوتا ہے!"

- تو وہ پہلی بیوی سے نفرت کرتے ہیں؟"

- پہلے تو نہیں کرتے تھے، اب کرنے لگیں گے!"

- —— شروع میں تو رقیہ پر جب دیکھو، صدقے قربان ہوئے رہتے ہیں جو
ہے بس رقیہ ہی رقیہ ہے، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ قتالۂ عالم رابعہ اپنی رقیہ
ی —— وہ اس کی خالہ زاد بہن ہے —— سے ملنے گئی، دونوں
نکھیں چار ہوئیں، اس کی آنکھ جھک گئی وہ کھڑے تکتے رہے، عاشق ہو گئے
نا پینا چھوڑ دیا، آخر شادی کر کے دم لیا، شادی کے بعد رابعہ کا سکہ چلنے لگا
قیہ بیگم معزول ہو گئیں —— سچ کہوں مجھے تو وہ کبھی ایک آنکھ بھی
ں بھائی۔ ایسے اپنے کو لیے دیئے رہتی تھی جیسے کوئی بڑی ملکہ ہو۔ اب اصلی

ریحانہ بول اُٹھی۔

" وہ بھی تھوڑی سی منھ کا مزہ بدلنے کے لیے "

پھر سب ہنس پڑیں، ایسا معلوم ہُوا، کئی شہنائیاں ساتھ ساتھ بج

بلقیس نے ریحانہ کو ڈانٹا۔

" ہٹو بھی ——— کام کی باتیں کرنے دو۔"

ہاں رابعہ اور وہ رقیہ؟ ———

رابعہ نے کہا

" وہ اپنے گھر ہے"

" تمھارے یہاں نہیں رہتی؟"

رابعہ مسکرائی اور اس کے موتی کے سے دانت جھلکنے لگے پھر اس نے

" وہ ہمارے یہاں کیسے رہ سکتی ہے؟ ایک میان میں دو تلواریں رہی ہیں

ریحانہ پھر اُچھلی

" اچھا یہ بتاؤ تم جلتی ہو اس سے یا وہ تم سے جلتی ہے؟"

رابعہ نے ایک انداز کے ساتھ کہا۔

" میں کیوں جلوں، جلے وہ جس کی حکومت چھن گئی!"

اب تک پروین خاموش بیٹھی ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی، سوا کسی بات

دینے کے اور اس نے کوئی حصّہ ان شوخ اور طرار سہیلیوں کی باتوں میں نہیں لیا

رقیہ کا اس طرح سے ذکر سن کر وہ ذرا اچونکی، اس نے بلقیس سے پوچھا۔

" رقیہ کون؟"

پروین نے جوش کے ساتھ کہا

"انکار نہیں کر دینا چاہیئے تھا، دھتکار دینا چاہیئے تھا ——— مرد تو ہوس کے
بندے ہوتے ہیں۔ خوبصورت عورت دیکھی اور رال ٹپک پڑی، لیکن ایک عورت میں
تو احساسِ شرافت اور جذبۂ خودداری ہونا چاہیئے تھوڑا بہت"!

ریحانہ نے کہا

"آپ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا"!

ماہ رخ بولی۔

"ہم بھی نہیں سمجھے بھئی"!

منوّر نے کہا

"ذرا پیچیدہ مسئلہ ہے"!

بلقیس نے پروین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ان کی ہر بات پیچیدہ ہی ہوتی ہے"!

پروین نے کہا

"آپ لوگ میرا مذاق اُڑا سکتی ہیں، مجھے گالیاں بھی دے سکتی ہیں لیکن میری
زبان نہیں بند کر سکتیں"!

منوّر بولی۔

"آپ توہین کر رہی ہیں رابعہ کی۔ آپ نے کہا کہ رابعہ میں احساسِ شرافت نہیں ہے"!

پروین نے تیکھے تیور کے ساتھ جواب دیا۔

"ہاں میں نے کہا، ضرور کہا، میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی ذلیل بات

ملکہ آ گئی، اس نے اپنا تختِ حکومت سنبھال لیا اور وہ پہنچ گئی اپنی اوقات کو
کوٹھے پہ مکینے باشکل نہ صورت، بھاڑ میں جائے نکل۔ کہاں رالعہ، کہاں رقیہ
پروین تصویر حیرت بنی ہوئی بلقیس کی لن ترانیاں سن رہی تھی، وہ زیادہ
نہ کر سکی۔ اس نے رالعبہ سے سوال کیا۔

"یہ سب کچھ سچ ہے، رالعبہ بہن؟"

"سچ ہی سمجھیے!"

"آپ نے واقعی رقیہ کی سوت بننا گوارا کر لیا؟"

ریحانہ نے کہا

"یہ بے چاری کیا کرتیں، ماں باپ نے ہاتھ پکڑا دیا چلی گئیں!"

بلقیس بولی۔

"یہ نہ کہو، یہ بھی دل سے راضی تھی، جب پیام آیا ہے تو اتنی خوش
مجھے مٹھائی تک کھلانے کو تیار ہو گئی۔"

رالعہ نے مسکراتے ہوئے کہا، جھوٹی کہیں کی"۔ اور گردن جھکا لی۔

پروین نے کہا

"ماں باپ نے زبردستی شادی کر دی یا عشق سے ہوئی؟ اس سے
سوال یہ ہے کہ جب انھیں معلوم تھا کہ ان کے ہونے والے شوہر کی بیوی پہلے
موجود ہے تو انھوں نے شادی کیوں کی؟"

ماہ رخ نے پوچھا۔

"تو تمھارا یہ مطلب ہے کہ انھیں انکار کر دینا چاہیے تھا؟"

ماہ رُخ نے کہا۔

" یہ سچ ہے لیکن اس کا علاج کیا ہے ؛ مرد بھلا سنتے ہیں کسی کی ؟"

" مرد نہیں سنتے ، لیکن عورتیں تو دیکھتی ہیں ، وہ تو سنتی ہیں وہ کیوں مرد کی شریک
ن جاتی ہیں ، کیوں نہیں ایسے ظلم اور بربریت کے کام میں شریک بننے سے انکار
یتیں ۔ کیوں نہیں ایسے مردوں کو دھتکار دیتیں !"

پروین کی باتیں بڑی تلخ تھیں ، لیکن ان کی صداقت سے انکار کرنا کسی کے بس
و تھا ۔ شروع شروع میں بلقیس کی سہیلیوں نے پروین کی باتیں مذاق میں اڑ دینا چاہی
ں لیکن اب اس کے تیز و تند الفاظ نشتر بن کر ان کے دل میں چبھنے لگے تھے اور
وس کرنے لگی تھیں کہ پروین جو کچھ کہہ رہی ہے ، اس کا ایک ایک حرف سچ ہے ۔
ی یہ بڑا ظلم ہے کہ عورت کو آلۂ کار بنا کر ، کھیل بنا کر ، ہوس کا کھلونا بنا کر ، عورت کی
ع کچلا جائے اور اُسے جیتے جی زندہ درگور کر دیا جائے واقعی مرد کی محبت کا اعتبار
چھ رقیہ کے ساتھ ہو چکا ہے وہ کل رابعہ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور پرسوں
ں کے ساتھ بھی ۔

ریحانہ نے کہا ۔

" لیکن یہ بتائیے ، اس مصیبت کا علاج کیا ہے ؛ عورت کھلونا بننے کے سوا اور کیا
تی ہے مرد خود مختار ہیں جو چاہیں سو کریں ، عورت بے بس ہے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی ۔"

پروین نے کہا

" یہی تو میں نہیں مانتی ، عورت آخر کیوں بے بس ہے ؛ کم از کم مسلمان عورت تو
یں ہے ؛ گواہوں کی موجودگی میں قاضی عورت سے پہلے پوچھ لیتا ہے تب نکاح

نہیں کہ ایک عورت ہنسی خوشی کسی دوسری عورت کی سوت بننا منظور کر لے میں اسے حما

ریحانہ نے کہا

"بات تو بری ہے لیکن مجبوری بھی کوئی چیز ہے"

"کیسی مجبوری؟"

"محبت، عشق، اُلفت"

"یہ مجبوری نہیں دھوکہ ہے اپنے ساتھ بھی اور دوسرے کے ساتھ بھی —

بلقیس بولی

"تو انھیں ان سے محبت ہے، رقیبہ سے نفرت ہے، یہ بیچاری کیا کریں؟"

"انھیں ایسے مرد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، جو دوسری عورت سے محبت کر

اُسے دھوکہ دے چکا ہو، کل وہ ان کو چھوڑ کر تیسری عورت سے محبت کر سکتا ہے ا

انھیں رقیبہ بنا سکتا ہے ———— پھر یہ کیا کریں گی؟"

بلقیس گھبرا کر بولی

"اے خدا نہ کرے، تم بھی کیسی باتیں کر رہی ہو آج!"

"وہ باتیں جو تمھیں بری لگ رہی ہیں، لیکن جن کی سچائی سے انکار نہیں ک

جا سکتا ———— میں سچ کہتی ہوں، یہ سن کر مجھے بڑا دکھ ہوا، میں انھیں

رابعہ ———— کو دیکھ کر بڑی محبت سے بڑھی تھی۔ ان کی طرف، لیکن مجھے

معلوم تھا کہ ان کے سینے میں ایسا دل ہے جو اپنی ہم جنس کی مصیبت پر کڑھتا نہیں

ہے، تم لوگ کس طرح ہنس ہنس کر رقیبہ کا مذاق اڑا رہی ہو۔ لیکن سوچو، اگر تم میں

کسی کو رقیبہ بننا پڑے۔ تو اس کے دل پہ کیا گزرے گی؟"

— بہت کھالیا، اور کھاؤں گی تو بدہضمی ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر رابعہ چلی گئی، نہ بلقیس روک سکی نہ اس کی دوسری سہیلیاں، اس کے

نے کے بعد بلقیس رونے لگی۔ اس نے روتے روتے پروین سے کہا۔

— تم بڑی وہ ہو۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ دیتی ہو جس سے دل جل اٹھے اور

پھنک جائے۔"

پروین نے کہا۔

— سچ کہتی ہو بلقیس، میں بڑی خراب ہوں، میری زبان میرے قابو میں نہیں، اس لیے

را دل بھی قابو سے باہر ہے، تم سب کچھ دیکھتی ہو۔ مگر آنکھیں بند رکھتی ہو میں جو

دیکھتی ہوں آنکھیں کھول کر۔ تمہارے نزدیک رقیہ کی مصیبت ایک مذاق ہے میرے

ایک انسانیت کے دامن پر ایک بدنما دھبہ۔ تم مجھے ملامت کر سکتی ہو، کہ میں نے

باتیں کیوں کیں۔ جو رابعہ کے لیے دل شکن ثابت ہوئیں۔ میں تمہاری اس ملامت

برداشت کروں گی لیکن میرے دل میں جو آگ سلگ رہی ہے وہ اس ملامت سے بجھ

سکتی اور بھڑکے گی۔ میں عورت کی بپتا پر کڑھتی ہوں، اس آسمان کے نیچے عورت

بڑھ کر مظلوم اور بے وقوف کوئی نہیں ہے، میں اسے عقلمند بنانا چاہتی ہوں۔ میں

میں وہ جان پیدا کرنی چاہتی ہوں کہ کوئی اس پر ظلم نہ کر سکے، اس مقصد کے حاصل کرنے

لیے میرے منہ سے کڑوی کسیلی باتیں بھی نکلیں گی۔ وہ تمھیں اور تمہاری سہیلیوں کو

معلوم ہوں گی۔ لیکن میں اپنے دل سے مجبور ہوں، میں ایک انقلاب چاہتی ہوں

اس انقلاب میں ایک بغاوت چاہتی ہوں، ہولناک طوفان، اور چاہتی ہوں کہ وہ

ب مردوں کی ہوس کا اسی طرح خاتمہ کر دے جس طرح انقلاب روس نے زار کا خاتمہ

باندھتا ہے عورت اگر انکار کردے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے قبول کرنے پر مجبور
میں سمجھتی ہوں اگر عورت یہ طے کرلے کہ وہ مرد کی ہوس کا کھلونا نہیں بنے گی
عورت کی باقاعدہ یا بے قاعدہ سوت نہیں بنے گی تو ساری مصیبت آج اور ابھی ختم ہو
کوٹھے پر رہنے والیاں بے قاعدہ سوت بنتی ہیں، گھروں کی رہنے والی
زادیاں قاضی صاحب کے ذریعہ سوت بنتی ہیں، میں نہ یہ مانتی ہوں کہ پیٹ کسی عورت
سوت بننے پر مجبور کرسکتا ہے، نہ یہ مانتی ہوں کہ ماں باپ ڈنڈے مار مار کے
کہلوا سکتے ہیں، پیٹ بھرنے کا ذریعہ عصمت فروشی ہی نہیں ہے اور بھی بہت
ذریعے ہیں، ماں باپ کی خوشنودی صرف اسی میں نہیں ہے کہ ان کے ظالمانہ احکا
پیروی کی جائے، اگر ایک لڑکی ماں باپ کے ظلم کا مقابلہ کرتے کرتے مرجا
لیکن اپنی ہمجنس پر سوت بننے سے انکار کردے تو وہ شہید ہوگی اور اسے جنت
جو لڑکی، ایک ہوس پرست مرد کا کھلونا بن کر اپنی زندگی کو جنت اور اپنی ہم جنس
کو جہنم بنا لیتی ہے وہ کسی عزت کی مستحق نہیں ہے۔ ——"

رابعہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے بلقیس سے کہا۔

"بہن اجازت دو۔ اب میں نہیں ٹھہر سکتی۔

بلقیس نے کہا۔

"ارے تم تو خفا ہوگئیں، واہ! اس میں خفا ہونے کی کیا بات تھی؟"

رابعہ نے کہا

"میں اب زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہتی، جاؤں گی اب"

"چلی جانا، کھانا تو کھالو"

کردوں۔ مشکل یہ ہے کہ میرا کوئی ساتھی نہیں ہے، ایک فاخرہ ہے لیکن وہ اکیلی کیا کر سکتی ہے۔ بس یہی سوچ کر بڑھتا ہوا قدم پیچھے ہٹا لیتی ہوں۔"

ماہ رخ نے کہا۔

"بہن تم ادارہ ضرور قائم کرو۔ میری خدمات حاضر ہیں۔"

منور بولی

"میں بھی جو کچھ کر سکوں گی دریغ نہ کروں گی۔"

"بڑے اہم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے تم نے۔" ریحانہ نے کہا

"تم رات کے بارہ بجے بھی مجھے بلاؤ گی تو سر کے بل آؤں گی۔"

بلقیس نے یہ رنگ دیکھا تو اور جلی، اس نے سوچا، یہ پروین تو میری ساری سہیلیوں پر ہاتھ صاف کیئے دے رہی ہے، اس نے کہا۔

"کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے، کھانا تو کھالو، پھر باتیں کرتی رہنا۔"

سب لوگ کھانے کے کمرے میں پہنچے، وہاں رضیہ بیگم بھی موجود تھیں۔

کر دیا تھا وہ بغاوت عورت کی غلامی اور مرد کی سلطانی کا ابھی طرح خاتمہ کر دے

نے بغاوت کی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انگریزوں کے دستِ ہوس سے آزاد ہو

ایسا ہو، جو تنکے کی طرح مرد کی فریب کاری، خود غرضی اور عیش پرستی کو بہا

جب تک وہ انقلاب نہیں آتا وہ بغاوت نہیں ہوتی وہ طوفان نہیں اٹھتا

تمھاری ہم خیال بہنوں کو کبھی خوش نہ رکھ سکوں گی تم مجھے اپنے اس

شریک ہی نہ کیا کرو!"

یہ کہتے کہتے پروین کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں۔

منور، ریحانہ اور ماہ رُخ بڑی محویت اور تاثر کے عالم میں پروین

رہی تھیں، البتہ بلقیس کے چہرہ کی برہمی اب تک قائم تھی۔ ماہ رخ نے

"لیکن کس طرح آئے گا انقلاب؟"

پروین نے کہا۔

"جس روز عورتیں اسے بلائیں گی۔"

"آپ نے کچھ سوچا بھی ہے، اس کے لیے؟"

"بہت کچھ بشرطیکہ اسے کر بھی پاؤں!"

"آخر کیا، کچھ کہئے تو، شاید ہم بھی آپ کا ہاتھ بٹا سکیں!"

"اس دنیا میں اب میرا کوئی نہیں ہے، ایک بھائی تھا وہ بھی

سوچتی ہوں یہ زندگی کس طرح کٹے گی۔ یہ اتنی ساری جائداد و املاک

کچھ مصرف بھی تو ہونا چاہئے، وہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس جائداد کی آمد

ادارہ اسی مقصد کے لیے قائم کروں، اور اپنی زندگی بھی اس کام کے

ردل

سکتی تھی البتہ وہ اطمینان سے بیٹھی ہوئی، سماج کے پرخچے اُڑایا کرتی تھی اور یہ دیکھ دیکھ کر بظاہر مسکرایا اور دل ہی دل میں ہنسا کرتی تھی کہ سماج کے ٹھیکیدار بھی چھپتے چھپاتے داہنا بایاں ہاتھ دیکھتے اپنے دل کی تسلی کے لیے اسکے پہلو میں بیٹھا کرتے تھے اسے گود میں بٹھایا کرتے تھے، اس کے ناپاک ہونٹ چوسا کرتے تھے، اسکے غلیظ جسم سے پٹ کر انسان سے بندر بن جایا کرتے تھے اور پھر جب یہاں سے چھپتے چھپاتے داہنا بایاں دیکھتے، بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آخری زینے سے زقند لگا کر سڑک پر پہنچتے تھے، تو پھر ٹھیکہ دار بن جاتے تھے، خدا سے ڈرنے لگتے تھے اور بیسواؤں کے نام پر ناک بھوئیں چڑھایا کرتے تھے۔

اس وقت وہ کچھ اسی قسم کی باتیں سوچ رہی تھی، کمرہ میں سبز رنگ کا قمقمہ جل رہا تھا، ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی، اس کے چھپر کٹ، چاندنی، گاؤ تکیے، فرش، پاندان چادر تکیے، ہر چیز پر رومان برس رہا تھا اور وہ آبِ رواں کی ایک ہلکی قرمزی ساڑی میں ملبوس تھی، اس کی گوری گوری پنڈلیوں اور رانوں کو اس ہلکے سے رنگین پردہ نے شراب دو آتشہ بنا دیا تھا، بہت ہی باریک کپڑے کا وہ بلاؤز پہنے ہوئے تھی بلاؤز اتنا تنگ تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا وہ سانچہ میں ڈھلی تھی، سانس لینے سے اس طرح اس کا خوبصورت اور سڈول اور مضبوط سینہ زیر و زبر ہوتا تھا، جیسے شراب کی بوتل کا کاگ زور سے اوپر اُڑ کر، زور سے نیچے گر رہا ہے، اس کی بالکل عریاں باہیں، صراحی دار گردن بھرے بھرے گال رس بھرے ہونٹ، مدبھری آنکھیں اس بھینی ٹھنڈی اور خاموش روشنی میں اسطرح جھلک رہی تھیں کہ دیکھ کر دل قابو میں رہنا ناممکن تھا رات کے بارہ بج چکے تھے۔ قدردانوں اور شائقین کو وہ رخصت کر چکی تھی، ۱۲ بجے رات کے

نشّہ

ارشاد، فاخرہ کے واقعہ کے بعد سے کھیل کھیلا تھا، اندر ہی اندر سب

تھے۔ وہ اوباش ہے، شرابی ہے، زانی ہے، منصور سے بھی یہ بات چھپی نہ تھی ک

فیروزہ پہ فریفتہ ہے اور رضیہ بھی اس سے واقف تھی کہ وہ چال چلن کا اچھا نہ

فاخرہ کے کمرہ میں جب وہ پکڑا گیا، رضیہ نے اسے موقع واردات پر دیکھ لیا

منصور نے کانپور سے آنے کے بعد سب کچھ سُن لیا تو ارشاد بے فکر ہوگیا۔ ا

یہ ڈر تھا کہ بدنامی ہوگی، اب بدنام ہونے کے بعد ڈر نکل گیا تھا۔ چنانچہ وہ کھ

شراب بھی پیتا تھا اور فیروزہ کے ہاں بھی جاتا تھا، رضیہ اور منصور دونوں کے

مرض کا علاج صرف یہ تھا، کہ اس کی شادی پروین کے ساتھ کر دی جائے

تک علاج نہیں شروع ہوتا، مریض کی بدپرہیزی پہ زیادہ توجہ نہیں کی جاتی

بار میں بیٹھا ہوا ارشاد شراب پی رہا تھا، کہ اُسے خیال آیا، ساقی کے بغ

مزہ نہیں دیتی، فیروزہ کا بالاخانہ کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں تھا، وہ فوراً وہاں پہنچ

ایک بدمست لیکن ہوشیار عورت تھی، سماج کے ظالم ہاتھوں نے اسے کشمیر کی

دھکیل کر اس بالاخانہ کی چھت پر پھینک دیا تھا اور اس چھت سے وہ گاتی

ہوئی اپنے عنبر اور عود سے بسے ہوئے کمرہ میں پہنچ گئی تھی، اب سماج اسکا

ارشاد اس حال میں اسے لیے لیے آیا اور مسہری پر بیٹھ گیا، اب پوزیشن یہ تھی جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کی گود میں ہو اور وہ بھینچ بھینچ کر بے خود ہو ہو کر اس کے گالوں کو، ہونٹوں کو ——— آنکھوں کو، پیشانی کو، بازوؤں کو، کانوں کو پیار کر رہی ہو شراب کی ایک بوتل میں ارشاد کو اتنا نشہ نہیں آیا تھا، جتنا فیروزہ کو زینت آغوش بنا کر وہ مست اور بے خود ہُوا جا رہا تھا، جب فیروزہ کو بھینچتا تھا تو اس کی پسلیاں چرچرانے لگتی تھیں، دم گھٹنے لگتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا ——— وہ اس حسین مجسمہ کو کھا جائیگا، لیکن وہ ادبھ رہی تھی اس نے زور لگاتے ہوئے کہا

"کیا مار ڈالو گے مجھے؛ ——— باز آئی میں ایسی محبت سے؛"

ارشاد نے اسے اپنی گرفت میں لئے لئے کہا

"آج میں تمہارے بدن کی ساری شراب چوس لوں گا"

وہ کسمسا کر بولی۔

"تو کہیں بھاگی جاتی ہوں، چوستے رہنا رات بھر، لیکن مجھے سانس تو لینے دو"

ارشاد کی گرفت اور زیادہ مضبوط ہو گئی۔ فیروزہ نے کہا

"ہائے میں مری، تمہیں آج کیا ہو گیا ہے؛ ——— چھوڑو مجھے!"

ارشاد نے بڑی احتیاط سے اسے مسہری پر لٹا دیا اور خود بدستور اس کے پاس بیٹھا رہا بلکہ اور زیادہ اس کے پیوست ہو کر بیٹھ گیا۔

فیروزہ نے اپنی نشیلی انکھڑیوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا

"ساری محبت مجھی پر صرف کر دو گے تو پروین بے چاری کیا کریگی؛"

پروین کا نام سنتے ہی ارشاد کا نشہ ہرن ہو گیا، اس نے کہا

بعد سے صبح کے ۹ بجے تک ارشاد کی منکوحہ بن جاتی تھی۔ اور صبح ۹ بجے سے
رات تک وہ وقف عام رہتی تھی اس سمجھوتہ پر بڑی دیانتداری کے ساتھ عمل ہو
روز اس وقت ارشاد آجاتا تھا، آج اب تک نہیں آیا۔ وہ آتا یا نہ آتا، رات
اور اس وقت وہ اس کے سوا کسی اور کے پہلو کی زینت نہیں بنتی تھی۔ وہ کسی
کو چاہتی بھی تھی اور بڑی حد تک اس کی دولت پر اور اس کے ذریعہ پروان
بے حساب بہر رہی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ ارشاد کی خاطر تواضع میں کوتاہی نہیں
تھی، اس وقت وہ ایک مسند پر نیم دراز تھی اور اس کا فرانداز میں لیٹے
سامنے لگے ہوئے قدِ آدم آئینہ میں اپنا عکس دیکھنے لگتی، کبھی اسے
ٹھیکہ دار یاد آجاتے جو ابھی شراب پی کر، گانا سن کر، اور ناچ دیکھ کر اور اپنی
خالی کر کے یہاں سے تشریف لے گئے، اب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کی
ہوگا، کوئی اس کی طرف پیٹھ کیے سو رہا ہو گا، کوئی کسی واعظ کے جلسہ میں
سے ڈر رہا ہو گا اور کوئی اصلاحِ اخلاق پر اپنے چھوٹوں کو نصیحت کر رہا ہو گا
یہ سوچتے سوچتے اس کی آنکھ جھپک گئی، دفعتاً اس کی آنکھ کھلی
دیکھا جس طرح چھوٹے بچوں کا جنازہ دونوں ہاتھوں پر اٹھاتے ہیں اسی طرح
اسے اپنے ہاتھوں پہ لئے کھڑا ہے، اسکی ٹانگیں نیچے کو جھکی ہوئی تھیں دھڑ
ہاتھوں کے بیچ میں تھا اور سر اسکے مضبوط اور توانا بازو پر اور وہ بڑی بے
ساتھ اسکے ہونٹوں پر اور گالوں پر مہر محبت لگا رہا تھا، فیروزہ نے نیم باز آنکھوں
ارشاد کو دیکھ کر کہا۔

"توبہ ہے کسی کی، نہ آدمی تو تو، چھوڑ دو مجھے!"

میں اس کی دولت چھینوں گا اور تمہارے قدموں پر لاکر ڈال دوں گا اُسے"۔
فیروزہ نے بغیر کسی بناوٹ کے کہا۔
"میری دولت تو تم ہو، کوئی اور دولت مجھے ملے نہ ملے، جو ہے میرے پاس وہ نہ چھنے، بس میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں"!
ارشاد نے فیروزہ کے چہرہ کو ہاتھوں سے پکڑ کر، نوالہ کی طرح منہ تک لیجاتے ہوئے کہا۔
"اسے کون چھین سکتا ہے، تم سے؛ خدا بھی نہیں"۔
فیروزہ نے جلدی سے ارشاد کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور سہمے ہوئے انداز میں کہا
"توبہ کرو کفر بکنے لگے"۔
ارشاد نے اس کے ہاتھوں کو پرے ہٹا کر اسکے ہونٹوں پر منہ مارتے ہوئے کہا
"عاشقوں کو کفر اور ایمان کے جھنجھٹ سے کیا مطلب؛ اور اگر ہے بھی تو ایمان سے نہیں کفر سے اپنا پرانا یارانہ ہے، دیکھو ایک شعر یاد آگیا ہے ؎

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہبِ عشق اختیار کیا

فیروزہ نے اپنا سر ارشاد کی رانوں سے ہٹا کر پھر تکیہ پر رکھ لیا اور کہا
"مسافر کی طرح کب تک بیٹھے رہو گے، کوٹ اُتار کے آؤ"۔
ارشاد نے وہیں بیٹھے بیٹھے کوٹ اُتارا اور بے پروائی سے فرش پر پھینک دیا، ہلکی سی جھنجھناہٹ ہوئی، کچھ ریزگاریاں اور روپے جیب سے نکل کر گر پڑے، لیکن اس کے کانوں میں اس وقت فیروزہ کی آواز گونج رہی تھی، اس نے اس طرف توجہ بھی نہ کی، کوٹ پھینکنے کے بعد وہ بھی تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گیا، اس نے کہا۔

" لاحول ولاقوۃ، تم نے بھی اس وقت کس کا نام لے لیا، سارا مزہ کرکرا ہو گیا"
وہ لیٹے لیٹے کھسکی اور اپنا سر ارشاد کے زانو پر رکھ کر بولی۔
" کیوں کرکرا ہو گیا؟"
" خوشی کی محفل میں کوئی موت کا ذکر کرنے لگے، تو مزہ کرکرا نہیں ہو گا؟"
" ضرور ہو گا، لیکن پروین کو تم موت سمجھتے ہو؟"
" بالکل وہ میرے لیے مسرت نہیں بن سکتی، زندگی نہیں بن سکتی، شراب نہیں بن سکتی
وہ موت بن سکتی ہے۔ میری مسرت میری زندگی میری شراب تم ہو، تمھیں دیکھ لیتا ہوں تو
خوش ہو جاتا ہے، تمھارے پہلو میں بیٹھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے میں کبھی نہیں مروں گا
تمھاری آنکھوں سے جو شراب برستی ہے، تمھارے ہونٹوں سے جو شراب ٹپکتی ہے اسے
جب پیتا ہوں تو ایک نشہ سا چھا جاتا ہے، مجھ پر اور جب پروین کا تصور کرتا ہوں
تو ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے جنت سے جہنم میں پھینک دیا، نہ صورت نہ سیرت نہ
تمیز، نہ ادب نہ سلیقہ، نہ شائستگی وہ تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ اسے خادمہ بنایا جائے"
فیروزہ نے اٹھلا کر کہا
" ہاں اس قابل نہیں ہے کہ اسے خادمہ بنایا جائے، لیکن اس قابل ضرور ہے
کہ اسے دل کی رانی اور گھر کی ملکہ بنایا جائے ——— جھوٹے کہیں
کے ——— پھر شادی کیوں کر رہے ہو اس سے؟"
" شادی میں اس سے نہیں کر رہا ہوں، اس کی دولت سے کر رہا ہوں ——
اور وہ دولت مجھے اپنے لئے نہیں چاہیئے، تمھارے لیے چاہیے، تم ہو اس قابل
کہ سونے اور چاندی سے کھیلو، ریشم اور کمخواب پہنو، ہیرے اور جواہرات میں تولی جاؤ

کروں گی ـــــ کیا کریں گے آپ میرا ؛ بتایئے ؟"

ایک ٹھنڈی سانس لے کر ارشاد نے کہا

- کر ہی تو نہیں سکتا کچھ ، اسی لیے تو دل میں یہ وسوسے آتے رہتے ہیں "

فیروزہ بولی

"آخر تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے ؟ میں کوئی پردین ہوں ؛"

- پھر اس کا نام لیا تم نے ؟"

- نام لینے میں کیا ہے ؟"

- مجھے غصہ آجاتا ہے ، میرا عیش مکدر ہو جاتا ہے !"

فیروزہ نے بات میں بات پیدا کی ۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کا جوڑا

درست کرتے ہوئے کہا ۔

"آہا یہ آج معلوم ہوا !"

"کیا ؟"

"عیاش ہیں آپ ـــــ بڑے آئے عیش والے ـــــ عیش

مکدر ہوتا ہے ان کا !"

"تم سے ملنا اگر عیاشی ہے تو میں عیاش ہوں ، تم سے ملنا اگر خدا پرستی ہے تو

میں ولی اللہ ہوں ، تم سے ملنا اگر کفر ہے ، تو میں کافر ہوں "۔

فیروزہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی ، اس نے کہا

"یا اللہ ! زبان ہے کہ قینچی ، تم سے بھلا کون زبان لڑا سکتا ہے ؟ میں نے ہار مان لی

اب سو کر بھی یا رات بھر نئی نئی باتیں سوچ سوچ کر پی اور میری نیند حرام کرتے تم سو گئے ۔

"اکثر ایک بات سوچا کرتا ہوں"

فیروزہ نے بے تعلقی کے ساتھ کہا

"اُونھ، تمھارا کیا، تم نہ جانے کیا کیا سوچا کرتے ہو"

ارشاد نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

"سوچا کرتا ہوں، اگر تم مجھے نہ ملتیں تو کیا ہوتا؟

"کیا ہوتا؟"

"یہی تو سوچتا ہوں ——— سوچتا ہوں پھر زندہ کیسے رہتا؛ زندگی کیسے بسر ہوتی"

"بھلا یہ کون سی سوچنے کی بات ہے؟"

"دیوانہ پن سمجھ لو!"

"وہ تو ہے ہی"

کچھ سوچتے سوچتے ارشاد نے کہا

"ایک اور بات بھی سوچا کرتا ہوں"

"وہ کیا؟ کہہ ڈالو اسے بھی"

"سوچتا ہوں، اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا، تو میں کیا کروں گا"

فیروزہ اُٹھ کر بیٹھ گئی، اس نے ارشاد کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا

"خدا کیلئے اب سوچنے کا سلسلہ بند کرو ——— کیا واہی تباہی باتیں سوچ رہے ہو بولے"

ارشاد نے محویت کے عالم میں کہا

"مجھے جواب دو ——— تم مجھے چھوڑ تو نہ دو گی، دھوکہ تو نہیں کرو گی میرے"

فیروزہ نے جھنجھلا کر کہا۔

باب ۱۴

ڈورے

رات کے کھانے کے بعد جب پروین اپنے کمرہ کی طرف جانے لگی تو منصور نے کہا،

"بیٹی ابھی سونا نہیں، رضیہ کو تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

وہ اپنے کمرہ میں آکر بستر پر لیٹ گئی اور سوچنے لگی پھوپھی کو آج کون سی باتیں مجھ سے کرنا ہیں۔ وہ ابھی اس وقت، وہ یہی سوچ رہی تھی کہ فاخرہ ایک کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے آئی اور پائینتی بیٹھ گئی۔ پروین نے کہا

"تم کو تو میں پڑھا کر پچھتائی، اتنا کوئی شوقین بھی نہ ہو پڑھنے کا، جب دیکھو کتاب لیے موجود۔"

فاخرہ مسکرائی اس نے کہا۔

"زیادہ وقت نہیں لونگی بس ایک بات سمجھ میں نہیں آئی وہ پوچھنے آئی ہوں۔"

پروین ابھی کوئی جواب نہیں دینے پائی تھی کہ رضیہ بیگم ڈکارتی ہوئی تشریف لائیں اور فاخرہ سے مخاطب ہو کر بولیں

"دن بھر کہاں جھک مار رہی تھیں جو اس وقت میری بچی کو پریشان کرنے آئی ہو جاؤ بیٹھو اپنے کمرہ میں مجھے کچھ باتیں کرنی ہیں پروین سے۔"

رضیہ بیگم کچھ نہ کہتیں تو بھی انہیں دیکھ کر فاخرہ چپ چاپ اٹھ جاتی لیکن یہ

یہ کہہ کر اس نے ایک مست انگڑائی لی، پھر آنکھوں سے شراب برسا

ایک جمائی لی، اور بولی

"رہیں تو نیند آرہی ہے اب"

وہ جھپک کے اٹھی اور بجلی کا سوئچ بند کر دیا، ارشاد چلایا۔

"ہائیں ہائیں! یہ کیا غضب کر رہی ہو؟"

فیروزہ نے اندھیرے میں سوئچ کے پاس کھڑے کھڑے پوچھا

"کیا ہوا؟"

"روشنی کر لو پہلے"

فیروزہ نے روشنی کر دی، اور پوچھا۔

"کہو کیا کہتے ہو؟"

ارشاد نے کہا

"اس سبز رنگ کی ہلکی روشنی میں اس باریک ساری اور باریک تر بلاؤز

تمہارے حسن کی شعاعیں پھوٹی پڑ رہی ہیں، مجھے دیکھنے دو، چلی آؤ، روشنی ہونے

فیروزہ نے کھٹ سے پھر اندھیرا کر دیا اور بولی۔

"سورج کی روشنی میں چاند ماند ہو جاتا ہے، اندھیرے میں چمکتا ہے، حسن کا

اندھیرے میں تمہیں زیادہ اچھی نظر آئیں گی" یہ کہہ کر وہ آئی، اور جب مسہری کے

پہنچی تو معلوم ہوا، بلی نے چوہے کو پکڑ لیا۔

...دا قضا کے بھتے چڑھ جائے اسے زندگی میں مزہ کیا ہے"
یہ کہہ کر وہ پھر رونے کی تیاریاں کر رہی تھیں کہ پروین نے گھبرا کر کہا
"یہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ کہنے کیا آئی تھیں ؟"
"کہوں گی کیا بیٹی، کہنا بس یہی ہے کہ اب زندگی کا بھروسہ کیا، آج مرے
"______
...ل دوسرا
پروین نے تسلی دیتے ہوئے اور ان کی قابلِ رشک صحت دیکھتے ہوئے کہا
"آپ ابھی بہت جئیں گی۔ وہم کرنا چھوڑ دیجیے"
"بیٹی تو چاہے تو جلا سکتی ہے مجھے"
"کیونکر ؟ کہیے ؟"
"میں تجھ سے ایک بھیک مانگنے آئی ہوں، یہ اپنی جھولی پھیلا کر"
اور یہ کہتے کہتے واقعی انھوں نے اپنے دوپٹہ کے دامن کو فقیر کی جھولی بنا دیا۔
پروین کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، وہ حیرت سے بولی
"یا اللہ کچھ کہئے بھی تو ؟"
"کچھ بھی ہو، میں بھیک تجھ سے لے کر رہوں گی بیٹی"
پروین نے ذرا پریشان ہو کر کہا۔
"آپ تو پہیلیاں بجھوا رہی ہیں۔ پھوپھی کچھ صاف صاف تو کہتی نہیں"
"بیٹی بھیک جب دی جاتی ہے تو سوال جواب نہیں کیا جاتا"
"یہ میں جانتی ہوں، لیکن آپ کیا مانگ رہی ہیں، یہ تو معلوم ہو"
"رحم ...

باتیں سننے کے بعد تو فوراً چلے جانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا، وہ چپ چاپ
اور اپنے کمرہ میں چلی گئی۔

اب پروین منتظر تھی کہ رضیہ بیگم وہ بات کہیں گی، جسے کہنے کے لیے
اُنہوں نے زحمت اٹھائی تھی، لیکن بات سننے کے بجائے اس کے کانوں
سسکیوں کی، اور ناک کی ریزش صاف کرنے کی آواز آئی، اس نے حیرت سے
اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا، پھوپھی نے رونا شروع کر دیا ہے۔ اس اچانک اور
سان گمان رونے کا مطلب اس کی سمجھ میں نہیں آیا، اس نے حیران ہو کر پوچھا:

"کیا ہوا پھوپھی؟"

وہ جواب دینے کے بجائے اور زور سے رونے لگیں پروین نے اصرار

"آخر ہوا کیا، کچھ بتائیے تو؟"

رضیہ بیگم نے عاشقانہ بے تابی کے ساتھ اُسے گلے لگا لیا اور منہ سے
کہے بغیر بدستور ساون بھادوں کی جھڑی برساتی رہیں۔

پروین نے بڑی آہستگی سے اپنی گردن ان کی گود کے شکنجہ سے نکال
بالوں کی لٹ درست کرتے ہوئے بولی

"کچھ کہیے تو؟"

دوپٹہ سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے، رضیہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا

"سوچتی ہوں آج مری کل دوسرا دن"

"خدا نہ کرے!"

"اے بیٹی جس کا چہیتا بھائی دنیا سے روٹھ کر چلا جائے جس کا جوان جیتا

"تمہاری خفگی کا"

"میری خفگی سے وہ اتنے ہراساں کیوں ہیں؟ میری خفگی کی انھیں اتنی پروا کیوں ہے"

"یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے بیٹی"

"کس کی؟"

"ارشاد کی اور کس کی، اگر تو اس سے خوش نہ ہوئی تو وہ زہر کھالیگا خودکشی کرلیگا؟"

"یا اللہ یہ کیوں؟ کیوں اتنے مہربان ہیں وہ مجھ پر؟"

"وہ تجھ سے محبت کرتا ہے"

پروین نے حیرت سے پوچھا

"محبت؟"

رضیہ بیگم پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ بولیں۔

"ہاں محبت"

وہ اور حیران ہوئی، اس نے پوچھا۔

"مجھ سے محبت کرتے ہیں؟"

"ہاں بیٹی"

"اس محبت کا مقصد کیا ہے؟"

"جو دنیا میں ہوتا ہے"

"یعنی شادی؟"

"جانتی تو ہو بیٹیا"

"وہ مجھے خوش کرکے مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں"

"میں اب بھی نہیں سمجھی!"

"گنہگار کی خطا معاف کرانے آئی ہوں"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ بہت ہو چکا، اب تم ارشاد کو معاف کر دو ___ اسے ذلیل کیا، راتوں رات گھر سے نکال دیا، لیکن وہ ہے کہ تمھارا ہی کلمہ پڑھ رہا ہے، نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے، نہ منہ سے بولتا ہے، نہ سر سے کھیلتا ہے، کچھ بھی سہی آخر اپنا خون ہے۔"

پروین ذرا برہمی کے ساتھ بولی۔

"خطا انھوں نے فاخرہ کی کی ہے، معافی اس سے مانگنی چاہئے۔"

"وہ فاخرہ سے نہیں، تم کہو گی تو بھنگن سے بھی معافی مانگ لے گا، اس کے دل میں یہ بیٹھ گیا ہے کہ تم اس سے خفا ہو، جب تک تم خوش نہ ہو گی وہ دیوانہ بنا رہے گا۔"

"جس کا جرم کیا ہے، اس کی تو انھیں پروا بھی نہیں، جس نے جرم کیا ہی نہیں، اسے منانے کیلئے وہ دیوانے ہوئے جا رہے ہیں، عجیب بات ہے!"

"ہاں بیٹی! ایسی بات ہے تم اسے بلا کر دیکھو تو، سوکھ کے کانٹا ہو گیا ہے، غم میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برسوں کا بیمار۔"

"کیوں؟ کس لیے؟"

"بس ایک غم ہے جو اسے کھائے جاتا ہے۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں۔ کیسا غم؟"

- میں ارشاد سے شادی کر لیتی"۔
- ہاں، اگر پروین ہوتیں تو؟"
- تم تو اس طرح باتیں کر رہی ہو جیسے وہ کوئی بڑا عیب دار ہے"!
- وہ عیب دار کیوں ہونے لگے، ناظرہ کے کمرے میں شاید نماز پڑھنے گئے تھے؟
میں نے سنا ہے کوئی فیروزہ ہے ٹھیک تہجد کے وقت وہ روز وہاں بھی جایا کرتے ہیں۔

پروین کی وسعت معلومات پر رضیہ بیگم دل ہی دل میں انگشت بدنداں ہو گئیں لیکن تردید کرتے ہوئے بولیں۔

- قطعی قسم جھوٹ"!
- کیا جھوٹ"؟
- وہی فیروزہ اور پکھراج کا قصہ، اور کیا"۔
- اور ناظرہ کی داستان؟ وہ بھی جھوٹ"؟
- سچ سہی، تو غلطی آدمی ہی سے ہوتی ہے، وہ بھی آدمی ہے ہو گئی بھول چوک، شادی کے بعد سنبھل جائے گا"۔
- تو کر دیجیے شادی، اتنا آسان علاج اور اب تک آپ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی ہیں"؟
- یہی تو پوچھنے آئی تھی"۔
- یہ ان سے اور حمّا سے پوچھیے، مجھ سے کیا پوچھتی رہیں آپ"؟

رضیہ بیگم نے چٹ چٹ پروین کی بلائیں لیں اور محبت کے سمندر میں غوطہ لگاتے ہوئے کہا

- میں نہ کہتی تھی میری بچی میری بات مان جائیگی، دشمنوں کے منہ میں خاک۔

"ہاں اور کیا ——————؟"

اب پروین پر سنجیدگی طاری تھی، اس نے کہا

"آپ صرف ان کی پھوپھی ہیں یا میری بھی؟"

"لے قربان، پہلے تیری پھر اس کی"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"کیوں یقین نہیں کرے گی میری بیٹی، کیا میں تجھ پر صدقے قربان نہیں ہوتی"

"مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، آپ مجھ پر صدقے قربان نہیں ہوتیں مجھے

کر دینا چاہتی ہیں، اپنے بھائی کے بیٹے پر"

اب رضیہ بیگم بھی ذرا سنبھلیں، انھوں نے کچھ کہا نہیں پروین کی طرف

دیکھنے لگیں، پروین نے کہا۔

"تو آپ کی کیا رائے ہے، میں شادی کر لوں؟"

پھر اس نے اپنے تئیں قابو میں رکھتے ہوئے کہا

"آپ میری جگہ ہوتیں تو یہ شادی کر لیتیں؟"

یہ جملہ سن کر پھوپھی اپنی جگہ سے ایک بالشت اچھل پڑیں، انھوں نے

گھبراہٹ کے ساتھ کہا

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے لڑکی؟"

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر آپ پروین ہوتیں، تو کیا ارشاد سے شادی کر

مطلب تو وہ پہلے بھی سمجھ گئی تھیں، لیکن یہ صاف اور دو ٹوک بات سن

کا ماتھا ٹھنکا ہو گیا، پھر بھی اپنے حواس خمسہ کو بجا کر کے بولیں۔

"غضب خدا کا شادی، نکاح، بیاہ کے بارے میں چٹاپٹ باتیں کر رہی ہو اور شرم بھی نہیں آتی تمہیں شریف بہو بیٹیاں تو شادی کا نام سن کر گردن جھکا لیتی ہیں۔"

"جھکا لیتی ہوں گی، لیکن میں ایسی نہیں ہوں، باقی رہی شرافت سو اگر باپ اور چچا شریف ہیں تو مجھے بھی کوئی کمینہ نہیں کہہ سکتا —— اور اگر یہ بے شرمی کی بات تھی، تو آپ نے مجھ سے اس کا ذکر کیوں چھیڑا؟"

رضیہ بیگم جھلا کر بولیں۔

"یوں چھیڑا کہ آپ کو بھی کھا چکی ہو، بھائی کو ہضم کر چکی ہو، اب ہے کون جس سے یہ باتیں طے کی جائیں؟"

"میں اگر ایسی ہوں، تو ارشاد کو مجھ سے دور ہی رکھیئے، کہیں میں نے انہیں بھی لقمہ بنالیا، تو آپ اور چچا روئیں گے اور روتے نہیں بن پڑے گا۔"

"ارے چپ لڑکی! بالشت بھر کا قد، بانس بھر کی زبان، تو اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے؟ مجال ہے تو شادی نہ کرے، شادی ہوگی، ضرور ہوگی اور ارشاد ہی کے ساتھ ہوگی —— لو اور سنو، جتنا ہم دبتے ہیں اتنا ہی یہ اور دباتی ہیں جتنا ہم خیال کرتے ہیں اتنا ہی یہ اور سر چڑھتی ہیں، میاں کی جوتی، میاں کا سر!"

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے رضیہ نے کہا۔

"ہونہہ بیاہ نہیں کریں گی؟ —— رہ سکو گی پھر اس گھر میں اس شہر میں، ناکوں چنے چبوا دے گا ارشاد!"

پروین بڑی خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں سنتی رہی، پھر بولی۔

"مجھے آپ کے غصہ پر ہنسی آ رہی ہے، غصہ اسی کو آتا ہے جو کمزور ہوتا ہے۔"

"آپ میرا ذکر بیچ میں کیوں کرنے لگتی ہیں؟"

"شادی ہوگی کس سے، تجھی سے تو؟"

پروین نے کہا

"میری شادی؟"

"ہاں بیٹی، اتنی دیر سے اور جھک کیا ماری ہوں؟"

"شادی تو ارشاد کی ہوگی؟"

"ہاں، لیکن تیرے ساتھ؟"

"یہ خیال دل سے نکال دیجئے ——— اوّل تو میرا ارادہ ہی شادی کا نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو ان ذات شریف کے ساتھ اپنی قسمت ہرگز نہ"

اس بے باک گوئی پر رضیہ بیگم دم بخود ہو کر بولیں۔

"کیسی باتیں کرتی ہو بیٹی، کہیں عورت بغیر شادی کے رہ سکتی ہے، پھر کرنی ہی ٹھہری تو ارشاد سے بڑھ کر تمہیں اور کون شوہر ملیگا، اپنا خون؟"

پروین نے بپھر کر جواب دیا۔

"دونوں باتیں ہو سکتی ہیں اور دونوں باتیں ہوں گی ——— جس طرح مرد شادی نہیں کرتے اور مر نہیں جاتے، اسی طرح عورت بھی شادی کئے بغیر رہ سکتی ہے، رہے ارشاد، تو میں کہہ چکی ہوں اگر میرا ارادہ شادی کا ہوتا، تو بھی ان سے نہ کرتی"

"کچھ تو شرم کرو بیٹی!"

"اس میں بے شرمی کی کیا بات ہے؟"

"صبح اُٹھنے کے بعد پہلا کام یہ کیجیے کہ پھوپھی اور چچا کا سامان ان کے گھر بھیج دیجیے۔"

منشی انور علی نے سراپا تکلف بن کر رضیہ سے کہا

"ابھی سے جا رہی ہیں آپ، کچھ دن اور رہیے۔"

وہ غصے کے عالم میں جواب دیے بغیر باہر نکل گئیں، اور وہ منہ دیکھتے رہ گئے۔

رضیہ بیگم بیٹھے بیٹھے کھڑی ہوگئیں، انھوں نے چلتے چلتے کہا

"دیکھ لیں گے، کمزور کون ہے اور شہ زور کون ہے!"

دروازہ کے قریب انھوں نے پہنچ کر کہا

"سُن لو کان کھول کے، آج سے ایک ہفتہ کے بعد ارشاد اس گھر
دولھا بن کر آئے گا اور تمہیں اس کی بیوی کی حیثیت سے اسکے ساتھ رہنا

پروین نے غصہ کے ساتھ کہا

"اگر وہ یہاں دولھا بن کر آئیں گے۔ تو ان کی لاش جائے گی یہاں سے
یہ گھر میرا ہے میرے باپ کا ہے، یہاں صرف میرا حکم چلے گا، میری مرضی کی
آپ نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں کمزور لڑکی ہوں باپ ——
ہے، بھائی داغ مفارقت دے چکا ہے، میں کچھ نہیں کر سکتی، لیکن یہ آپ کی
ہے میں جو چاہوں گی وہ کروں گی، جو چاہوں وہ کر سکتی ہوں، اور بتائے دیتی
آپ کو اس گھر میں رہنا ہے تو آپ نہ ارشاد کا ذکر کیجیے گا، نہ شادی بیاہ
میں آپ کا اس لیے احترام کرتی ہوں کہ آپ میرے باپ کی بہن ہیں، لیکن
اپنے بدمعاش، آوارہ اور لچے بھتیجے کی پھوپھی بن کر مجھے ڈرائیں گی دھمکا
تو میں آپ کے ساتھ وہی سلوک کروں گی، جو ارشاد کے ساتھ کر چکی ہوں"

"نکال دو گی مجھے اس سے گھر سے؟"

"بے شک جانا پڑے گا اس گھر سے!"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی، ملازمہ حاضر ہوگئی، اس نے حکم دیا
کو بلاؤ، وہ ہانپتے کانپتے سامنے آکر کھڑے ہوگئے، اس نے کہا۔

بھول گئی یا منصور بھیا کو تمھاری باتیں یاد نہیں یا ارشاد نے تمھیں معاف کر دیا۔

- دیکھی، میرا دل مطمئن ہے، مَیں نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔"

- بے میٹھی رہو۔ اپنا اطمینان، لیکن کہے دیتی ہوں، وہاں بھی روسیاہ ہوگی اور یہاں بھی۔ میری آہ خالی نہیں جائے گی!"

- خدا کسی کی آہ پر فیصلہ نہیں کرتا، حق اور سچائی پر کرتا ہے

- اے چل شفق، بڑی آئی خدا خدا کرنے والی، یہ منہ اور مسور کی دال، تو کیا جانے خدا کیا ہے؟"

ذرا اور رک کر رضیہ بیگم نے پھر کہنا شروع کیا،

- شعا بڑی اللہ والی رہی یہ بہ کیوں نہیں کہتی کسی اور کو تاک لیا ہے اس لیے ارشاد کے نام سے جاڑا بخار آتا ہے دیدہ کا پانی مرگیا ہے موئی کا؟"

یہ تیز و تند باتیں پروین کے سینے میں نیزہ اور خنجر کی طرح لگ رہی تھیں لیکن وہ چُپ تھی۔ رضیہ نے پھر کہا۔

- غضب خدا کا، ایسا کہیں اندھیر ہوا ہے کہ پھوپھی گھر سے نکال دی جائے چچا کی بات نہ پوچھی جائے، منگیتر کا نام سن کر غش آنے لگیں، مَیں نہیں مانتی کچھ نہ کچھ دال میں ضرور کالا ہے۔"

پروین اب بھی خاموش رہی، لیکن رضیہ بیگم خاموش نہ رہنے کی قسم کھا چکی تھیں۔ انھوں نے کہا

- لو اور سنو، منگیتر سے شادی نہیں کریں گی، اپنا بیاہ آپ رچائیں گی اپنا دولہا خود چنیں گی۔ موئی کمینی کہیں کی، مَیں تو قیامت تک نہیں ماننے کی تو میرے بھائی کی

باب ۱۵

باتیں اور ارادے

صبح ہوتے ہی پھوپھی رضیہ اور چچا منصور کا سامان بندھنے لگا اور

کیے بغیر یہ لوگ اپنے گھر واپس چلے گئے، جاتے وقت رضیہ نے پروین سے

" اب تو کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ گئی بیٹی —— تم نے نکال دیا

نکلے جا رہے ہیں۔ آج اگر مسعود بھیا زندہ ہوتے تو تم ایسی باتیں کر سکتی تھیں

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگیں، پروین نے کہا۔

" اگر ابا جان زندہ ہوتے تو آپ بھی ایسی باتیں نہ کرتیں، آپ نے میرا

دینے کے بجائے ارشاد کا ساتھ دیا۔"

" وہ میرے کلیجہ کا ٹکڑا ہے، کیسے اس کا ساتھ نہ دوں۔

" شوق سے دیجیے میں کب منع کرتی ہوں۔"

" لیکن ایک بات کہے دیتی ہوں۔"

" فرمائیے کیا بات ہے؟"

" تم بھی خوش نہ رہو گی۔"

" کیوں؟"

" جو جلائے گا، وہ جلے گا —— یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہار

گرج کر کہا۔

"میں ایک بات بھی سننا نہیں چاہتی، تشریف لے جائیے آپ۔"

رضیہ بیگم بگڑ کر بولیں۔

"تھوک تیری اوقات پر ——— میں تو یہاں پیشاب بھی نہ کروں گی

——— چل بلو ———"

یہ کہہ کر وہ بلقیس کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر چلی گئیں، جاتے جاتے انھوں نے پھر کچھ کہا، پروین کے کان میں آواز آئی۔

"میرا نام رضیہ ہے ایسے ایسے کھلونوں کو بنانا بگاڑنا میں خوب جانتی ہوں۔"

پروین دم بخود بیٹھی ہوئی تھی، آج اس کی بہت زیادہ توہین کی گئی تھی اُسے دھو... گالیاں دی گئی تھیں، اس کی ذات اور خاندان پر حملے کئے گئے تھے، وہ کمزور دل ہوتی تو رونے لگتی لیکن اب وہ اپنے دل کو مضبوط بنا چکی تھی اور اس نے آنسوؤں پر اتنا قابو پالیا تھا کہ بغیر اجازت وہ دریچۂ چشم سے تاک جھانک نہ کر سکیں، لیکن دل پر اس کا قابو نہیں تھا اور وہ اسے روکنے سے مجبور رہتی۔

فاخرہ کمرے میں کھڑی ہوئی یہ سب گفتنی اور ناگفتنی باتیں سن رہی تھی، وہ پروین ...تھی۔ اس کا دل پروین کا دل نہیں تھا، رضیہ بیگم کے جانے کے بعد وہ روتی ہوئی ...ی اور ادب سے پروین کے پاس بیٹھ گئی، اس کی روتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ پروین نے کہا۔

"ارے تم رو رہی ہو؟"

فاخرہ چپ چاپ روتی رہی، پروین نے ایک افسردہ تبسم کے ساتھ کہا۔

"میں سمجھ گئی، تمہیں میرے اوپر رونا آرہا ہے میری توہین پر تمہارا دل کڑھ

لڑکی ہے۔ نہ جانے کون ہے"۔

اب پروین سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے کہا۔

" میں کوئی بھی سہی لیکن آپ کے بھائی کی بیٹی کہلاتی ہوں، آپ میرا خیال نہ
کرتیں، ان کا خیال تو کیجئے۔ —— اپنے مرے ہوئے بھائی کا
مجھے دیکھئے میں اپنے مرے ہوئے اپ کی بہن کا کتنا خیال کر رہی ہوں"۔

" اسے ہے تو کرتیں کیا بیگم صاحبہ ہائے میں پوچھتی ہوں کیا میری جیتا کر
گھر سے نکال دیتی، یا میرا دانہ پانی بند کر دیتی تو"۔

اب بلقیس بھی آگئی تھی۔ اور خاموشی کے ساتھ اِن دونوں کی باتیں سن رہی تھی
تے ماں سے مخاطب ہو کر کہا

! اماں کب تک جھک جھک کرتی رہو گی اتنی ذلیل تو ہو چکیں اب باقی کیا رہ گیا

پھر وہ پروین کی طرف مخاطب ہوئی اور اس نے کہا

" خدا گنجے کو ناخن نہ دے، ذرا امیر کیا ہو گئی ہیں مزاج ہی نہیں ملتا، بڑ
بوڑھوں کے منہ آنے لگیں"۔

رضیہ بیگم نے بات کاٹتے ہوئے کہا

" جھاڑو پھرے اس امیری پہ امیری کہاں سے اماں بھیگ مانگا کرتی
بھیا کو ترس آ گیا، انھوں نے گھر میں ڈال لیا۔ لیکن ہے تو موئی کمینی کی کمینی، شریف
خطا نہیں، کم اصل سے وفا نہیں۔ —— میں بھی وہ مزہ چکھ
گی۔ کہ ساری امیری دھری کی دھری رہ جائے گی!"

اب پروین کیلئے ضبط کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس نے بپھرتے ہوئے شیرنی کی

"میں بیمار تو نہیں ہوں۔"

"خدا کرے آپ کبھی بیمار نہ ہوں، لیکن اپنے اُترے ہوئے چہرے کو دیکھئے کیا میں دیکھتی نہیں رہتی، آپ کتنی بے کل اور پریشان رہتی ہیں، آپ بظاہر تندرست ہیں لیکن اندر سے کھوکھلی نظر آرہی ہیں مجھے، مجھ سے نہیں دیکھی جاتی، آپ کی یہ حالت خدا قسم مجھے ڈر لگتا ہے، کہیں آپ بیمار نہ پڑ جائیں۔"

"تو تو وہمی ہے اچھی خاصی ——— مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

اسی اثنا میں منشی انور علی آگئے، پروین ان کا بڑا احترام کرتی تھی، کئی پشتوں سے وہ اس گھر کی خدمت کرتے چلے آرہے تھے، ان کی وفاداری اور دیانت کا مسعود حسین کلمہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ آئے انھوں نے اپنی عینک ناک پر سے اپنے ماتھے پر چڑھالی اور کہا

"بیگم صاحبہ چلی گئیں؟"

"جی ہاں گئیں۔"

"کچھ خفا ہیں؟"

"خفا؟ ——— اُن کا بس نہیں چلتا، ورنہ وہ تو مجھے کچا چبا جائیں۔"

انور علی بیٹھ گئے، انھوں نے کہا

"کیا کہوں بیٹا؛ انہی لوگوں کی وجہ سے مسعود میاں ایران بھاگے تھے، تیتا کی طرح یہ ان سے چپکے ہوئے تھے، انھوں نے حصّہ الگ کر دیا، پھر بھی دیمک کی طرح یہ بھائی بہن چاٹے جا رہے تھے، نہیں جانتا اب کچھ ہوں کہ کچھ نہیں سکتا ———"

منشی جی نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پروین نے جواب میں کہا۔

رہا ہے۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

ناخرہ نے سسکیاں لیتے ہوئے اقرار میں گردن ہلا دی۔ پروین
اس کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"پگلی کہیں کی۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے، یہ دنیا ہے اور
ہر طرح کے لوگوں سے پالا پڑتا ہے، اگر ہم ان کی باتوں پہ رونا دھونا
ساری عمر روتے ہی بیت جائے گی۔ بہن اگر کچھ کرنا ہے، کچھ کرکے د
تو اپنے دل کو پتھر کا بنا لینا پڑیگا، اپنے کانوں کو بہرہ بنا لینا پڑے گا
دیکھتے ہوئے بھی اندھا بن جانا پڑیگا۔ اور آنکھ، کان، دماغ، دل کی سا
اپنے مقصد اور نصب العین پر خرچ کر دینا پڑے گی، تب جا کے کہیں کامیابی
مقصد ان لوگوں سے لڑنا اور جھگڑنا نہیں ہے، ہمارا مقصد یہ ہے
نظر انداز کر کے اپنی جنس کے سدھار اور ابھار کا کام کریں اور جب تک
کامیاب نہ ہو جائیں۔ کسی اور طرف دھیان نہ دیں۔"

"لیکن اس کیلئے بھی تو کچھ نہیں ہو رہا ہے۔"

"اب ہو گا۔"

"آخر کب؟"

"بہت جلد۔"

"کام شروع ہو جائے تو اس سے اور جو فائدے ہوں گے وہ
کا جی بہل جائے گا۔ طبیعت درست ہو جائے گی۔"

پروین نے مسکرا کر کہا۔

دکھائیں گے!"

— "دنیا کو چھوڑیے اور محیا دکھائیں گے!"

— "نا بیٹا! ان کی بات اور ہے میری بات اور، وہ بڑے لوگ ہیں جو چاہیں کریں۔

لیکن مجھ سے تو جیتے جی مکھی نہیں نگلی جاتی۔ نمک حرامی کا ارادہ کروں، اس سے پہلے

خدا مجھے موت دیدے۔"

پروین نے گفتگو کا رنگ بدلتے ہوئے کہا

— "اچھا یہ بتایئے کہ آپ نے وقف نامہ تیار کر لیا؟"

سر کھجاتے ہوئے بولے

— "کاغذات وکیل کے ہاں پڑے ہیں، کئی دن سے۔ دوسرے کاموں میں ایسا

الجھا ہوا ہوں کہ جانے کا وقت بھی نہیں ملا۔ میرے خیال میں انھوں نے تیار کر لیا ہوگا۔"

پروین نے کہا۔

— "آپ سب کام چھوڑ کر پہلے یہی کام کیجیے، دوسرے کام بعد میں ہوتے رہیں گے۔

میں اب ایک منٹ کی تاخیر بھی نہیں گوارا کر سکتی۔"

— "اچھا بیٹا!"

— "او۔ ہاں یہ تو بتایئے۔ وہ شہر سے باہر راجہ صاحب سیوارہ کی جو کوٹھی

بک رہی ہے اس کا کیا ہوا؟ کچھ بات چیت کی آپ نے یا نہیں؟"

— "کی کیوں نہیں، لیکن ڈیڑھ لاکھ سے ایک پیسہ کم کرنے پر ان کے منیجر راضی نہیں ہوتے۔"

— "ڈیڑھ لاکھ میں بھی مہنگی نہیں ہے۔ میں لڑکیوں کے ادارہ کے لیے ابھی ہی پر فضا

خوشنما اور وسیع جگہ پسند کرتی ہوں۔ اس کوٹھی میں ہم اپنے ادارہ کے سارے

شعبے قائم کر لیں گے۔ پھر بھی جگہ بچ رہے گی۔"

"آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں میں خود سب جانتی ہوں"
"بیٹا لیکن ایک بات ضرور کہوں گا"
"کہیئے"
"جائداد اور روپے پیسے کے بارے میں کسی کا بھروسہ نہ کرنا چاہئے، چچا ہو، یا کوئی"
"میں وہی کروں گی جو آپ کہہ رہے ہیں لیکن اسوقت یہ بات آپکی زبان پر کیوں"
"یوں آئی بیٹا کہ اندھا اور بہرہ نہیں ہوں"
"یعنی"
"یعنی سب کچھ دیکھ اور سُن رہا ہوں"
"کیا"
"یہ کہ جائداد پر قبضہ کرنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں انھیں بے دخل کرنے کی تیار ہو رہی ہیں"
"آپ کو کیسے معلوم"؟
"منصور میاں اپنی سازش میں مجھی کو تو آلہ کار بنانا چاہتے ہیں۔ دس ہزار اور آموں کے ایک باغ کا وعدہ کیا ہے"
پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو یہ نادر موقعہ آپ کیوں کھوئے دیتے ہیں، مل جایئے اُن سے"
"مل تو جاؤں لیکن خدا کو اور مسعود میاں کو کیا منہ دکھاؤں گا"؟
پروین پھر مسکرائی، اس نے کہا۔

—— یہ نفع بھی کچھ کم نہیں ہے —— اور دوسرا نفع یہ ہوگا کہ خدا کی سب سے زیادہ مظلوم مخلوق میں خودشناسی کا ایک نیا جذبہ پیدا ہو جائیگا۔ وہ غلامی کی بیڑیاں کاٹ کر پھینک دیگی، ظلم کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے گی اور پھر نہ اسے کوئی لونڈی بنا سکے گا نہ خرید سکے گا ——"

وہ عاجز آکر بولے۔

"— بڑوں کی بڑی باتیں ہماری سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں!"

"— یہ باتیں ایک عورت ہی سمجھ سکتی ہے، مرد نہیں سمجھ سکتے انھیں۔ آپ چاہے جتنے سمجھدار ہوں، لیکن ہیں تو آخر مرد۔"

وہ مسکرائے، عینک انھوں نے ماتھے سے اُتار کر پھر ناک پہ رکھ لی اور کہا۔

"— تو جاتا ہوں پھر وکیل کے ہاں!"

" ہاں یہ بات تو ہے لیکن دام بہت ہیں بٹیا "

" ہونے دیجیئے، نیک کام میں فضول خرچی بھی جائز ہے "

" تم کہتی رہو، تو یہی سہی "

پھر اپنی داڑھی میں انگلیوں سے خلال کرتے کرتے منشی جی نے کچھ سوچ

" ایک بات مجھ بوڑھے کی بھی مان لو "

" ایک نہیں، دس باتیں کہیئے، سب مان لوں گی "

" ساری جائداد وقف مت کرو "

" پھر "

" ایک حصہ ادارہ کے نام وقف کردو، باقی اپنے پاس رہنے دو "

" یہ کیوں "

" اس لیے کہ خیرات خیرات کیطرح کیجاتی ہے ساری پونجی خیرات میں نہیں د

پروین نے سنجیدگی کے ساتھ کہا -

" یہ خیرات نہیں ہے، کاروبار ہے "

" کاروبار "

" جی ہاں "

" کاروبار ہے کہ ساری جائداد وقف کر کے ہمیشہ کیلئے کنگال ہوئی جارہ

" اس میں بھلا نفع کیا ہوگا تمھیں "

" آپ سمجھتے نہیں، بہت بڑا نفع ہوگا اس میں "

" ایک نفع تو یہ ہوگا کہ جائداد ہاتھ سے چلی جائے گی "

"تمہارا چاند سا مکھڑا دیکھ کر جی تو میرا بھی یہی چاہ رہا ہے"
ماہ رخ نے اسے تیکھی چتون سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"جی منہ دھو رکھیے، یہ مکھڑا تو کسی کے لیے "ریزرو" ہو چکا ہے میں امانت میں خیانت نہیں کرتی، باقی رہیں آپ تو آپ کا دعویدار نہ کوئی پیدا ہوا ہے نہ شاید پیدا ہو سکے، کس کی شامت آئی ہے کہ بھڑ کے چھتے میں ہاتھ لگائے۔"
"ٹھیک کہتی ہو، بھڑ کے چھتے میں لوگ ہاتھ نہیں لگاتے، لیکن کلیوں اور پھولوں پر تو پنجہ پڑ ہی جاتا ہے، میں بھڑ کا چھتہ سہی، تم تو پھول ہو، پھر بھلا مجھے تم منع کرنیوالی کون؟"
ماہ رخ شرارت بھرے لہجہ میں بولی۔
"ادہو، سب کچھ جانتی ہو، اور کہتی ہو، ہم شادی نہیں کریں گے، یہ باتیں کر کے آدمی شادی تو تم نے کر ہی لی؟"
پروین نے ایک قہقہہ لگایا۔
"آج طبیعت بہت حاضر ہے؟"
"کیوں نہیں، وہ غائب کب ہوتی ہے، ہوتی بھی ہے تو اس وقت جب تم آنکھوں کے سامنے نہیں ہوتیں۔"
پروین نے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔
"مذاق چھوڑو، یہ بتاؤ کہ تم میرے ادارہ کی کیا مدد کرو گی؟"
"پہلے ادارہ تو قائم ہو لے، سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا"
"اب رہ کیا گیا ہے، جائداد وقف ہو گئی، کوٹھی خرید لی، کل پرسوں افتتاح بھی ہو جائے گا، داخلہ کیلئے بہت سی درخواستیں بھی آ چکی ہیں۔"

باب ۱۶

دُھوم دھام

ماہ رُخ کبھی کبھی پروین کے پاس آیا کرتی تھی۔ بلقیس کی سہیلیوں میں سب

وہی پروین سے متاثر ہوئی تھی۔ اِس کے دل میں پروین کی باتیں گھر کر گئی تھیں

کی مظلومیت پر وہ خود بھی کڑھا کرتی تھی، لیکن پروین کی باتوں نے اس کے ذہن

بنا دیا تھا وہ اکثر مطالبہ کیا کرتی تھی کہ اپنا ادارہ جلد قائم کرو۔ آج جب اُسے

گن ہی کر پروین نے ساری جائداد ادارہ کے نام وقف کر دی ہے تو وہ

مبارکباد دینے آئی، اتفاق سے وقف کے کاغذات بلقیس انور علی نے ماہ رُ

شوہر سے مرتب کرائے تھے، جو ہائیکورٹ کا ایک کامیاب وکیل تھا اور چونکہ

کا وقف نامہ اُس نے آج تک نہیں تحریر کیا تھا، اس لیے باتوں باتوں میں

نے یہ روداد ماہ رُخ کو بھی سُنا دی تھی۔

ماہ رُخ نے کہا۔

"پروین بہن تمھیں دل سے مبارکباد دیتی ہوں، تم نے وہ کیا ہے جو

نہ کر سکتی تھی۔ تم نے اپنا سب کچھ لٹا دیا، محض اس لیے کہ عورت کو کمز

پھندے سے چھڑاؤ، انھیں زندگی اور خودی کا احساس پیدا کرو جی چاہتا ہے تمھارا ہاتھ چو

پروین نے ایک ادا سے ماہ رُخ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

موجود تھی، اس نے کلب کی تمام ممبر خواتین سے پروین کا تعارف کرایا، پروین نے مختصر لیکن موثر الفاظ میں اپنے مقاصد بیان کیئے، اور سب کو تقریب افتتاح میں شرکت کی دعوت دی، یہ دعوت بڑی گرم جوشی کے ساتھ قبول کر لی گئی، مسز فاروقی بھی موجود تھیں انھوں نے کہا۔

"بہن میں تمھارے ایثار کی داستان سن چکی ہوں۔ خدا تمھارے ارادوں میں برکت دے، تم نے ایسے مسئلہ پر توجہ کی ہے جس پر مرد متوجہ ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور عورتیں کچھ اپنی جہالت کے سبب کچھ ندامت کے سبب اور زیادہ تر اپنی بے بسی کی وجہ سے کچھ نہیں کر پاتیں۔ تمھاری اسکیم اگر کامیاب ہو گئی تو مرد موئے چاہے جتنا چیخیں چلائیں، لیکن اس دیس کی مظلوم اور غریب عورت ہمیشہ جان کو دعا دے گی"

ریحانہ اور بلقیس بھی موجود تھیں ریحانہ نے بلقیس سے سب کے سامنے پوچھا۔

"کیوں بلقیس ٹھیک ہے نا؟"

وہ منہ بنا کر بولی

"ایسے ڈھونگ میں نے بہت سے دیکھے ہیں"

ماہ رخ نے کہا

"تم اپنا غصہ پروین پہ اتار لو جتنا جی چاہے لیکن ادارہ کے بارے میں کچھ نہ کہو۔"

بلقیس نے ترشی کے ساتھ کہا۔

"میری کمتی ہے بیزار، مجھے ضرورت کیا ہے کچھ کہنے کی، ریحانہ نے ایک بات پوچھی، میں نے اس کا جواب دے دیا ——— باقی تم دونوں اگر مجھ سے لڑنے کا تہیہ کر چکی ہو تو مجھے اس میں بھی عذر نہیں، پہلے یہ بتاؤ ———"

"کب ہو رہا ہے افتتاح؟"

"میرا ارادہ تو اِس جمعہ کو کر دینے کا ہے۔"

"ٹھیک ہے، اس موقع پر کسے کسے بلاؤ گی بھلا؟"

"کسی کو نہیں"

"بلقیس کو بھی نہیں؟"

"بلقیس کو کیوں بلاؤں، گالیاں سُننے کے لیے؟"

"اچھا مسز فاروقی کو؟"

"یہ کون ہیں؟"

"ڈپٹی کمشنر صاحب کی بیوی"

"نا بھئی، یہ سب جھنجھٹ ہے"

"کہنا مانو، افتتاح کی تقریب دھوم دھام سے انجام دو، شہر کی معز
کو بلاؤ اور ان کے سامنے ایک دھواں دھار تقریر کر کے انھیں مدد پر آمادہ کرو
تمھیں اخلاقی مدد مل سکے گی اور مالی بھی ——— میری رائے تو یہ ہے کہ کل
کلب میں شام کو آجاؤ، چائے وہیں پئیں گے، میں تمھیں بہت سی معزز اور بااثر خ
سے ملا دوں گی، ان میں سے کچھ ہمدرد تو نکل ہی آئیں گی۔ تم نے بہت بڑی
وقف کی ہے، یہ سچ ہے، لیکن کام تو اتنا بڑا تم نے اپنے سر لے لیا
کا خزانہ بھی کافی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اخلاقی اور مالی مدد کے قبول کرنے سے
انکار نہیں کرنا چاہیے"

پروین راضی ہو گئی، دوسرے روز وقت مقررہ پر دہ زنانہ کلب پہنچی اور

جمعہ کے روز ادارہ نسواں کا بڑی دھوم دھام سے افتتاح ہوا، شہر کی بہت سی معزز خواتین، اسکولوں اور کالجوں کی لڑکیاں تشریف لائی تھیں، سب زرق برق لباس میں آراستہ تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کسی بہت بڑی برات میں شرکت کے لیے آئی ہوں، ایک سے ایک بڑھ کر زیور اور گہنا کپڑے اور لباس ہر ایک کی یہ کوشش تھی، کہ اپنی صورت کا عیب زیور اور کپڑے سے پورا کرے یا اپنے حسن میں چار چاند لگائے، بناؤ اور بانکپن ہر لڑکی اور ہر عورت پر پھٹا پڑتا تھا، تقریب کے انتظامات ماہ رخ اور ناخرہ کے ذمہ تھے۔ یہ دونوں مہمانوں کی خاطر مدارات میں بھی جاتی تھیں۔

پروین بالکل سادے لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے بدن پر ایک زیور بھی نہیں تھا لیکن حسن و جمال کا اگر مقابلہ ہوتا تو سب سے زیادہ نمبر وہی حاصل کرتی، اس سادگی پر ہزاروں بناؤ اور سنگار قربان تھے۔

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی
قبائے گل میں، گل بوٹا کہاں ہے؟

اسے زیبائش و آرائش کی ضرورت ہی نہیں تھی، اس کے بغیر بھی وہ رانی معلوم ہو رہی تھی، اس کا گورا گورا رنگ، اس کی بڑی بڑی آنکھیں، اُس کے پتلے پتلے ہونٹ، اس کے بھرے بھرے بازو، اس کے چہرے کا نمک اور باتوں کی شیرینی اس کا قیامت کا تبسم اور غضب کی دلکشی، یہ سب چیزیں مل کر حسن و رعنائی جمال و زیبائی کا ایک ایسا ہولناک مجموعہ بن گئی تھیں کہ یہ مجمع اگر عورتوں کی بجائے مردوں کا ہوتا تو دل سینہ کے اندر دو ہاتھ اچھلنے لگتا اسکا وجود اس بات کا ثبوت تھا۔

ماہ رخ نے بات کاٹتے ہوئے کانوں پہ ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔
" بابا! تم سے لڑنے کی ہمت کس میں ؟ میں معافی مانگتی ہوں "
ریحانہ نے پھر شرارت کی۔

" اچھی معافی مانگ رہی ہو، پہلے تو جو جی میں آیا، کہہ لیا، پھر معافی مانگ... معاف کر دیتیں بھلا ؟"

بلقیس نے ریحانہ کے مذاق کو نہ سمجھتے ہوئے کہا
" دھاندھلی اور کہتے کسے ہیں ؟ زبردست، مارے اور رونے نہ دے"
پروین اب تک خاموش بیٹھی تھی۔ اب بولی۔
" ماہ رخ، تم بڑی بے وقوف ہو، تمہیں بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟"
بلقیس نے ماہ رخ سے کہا
" اور کیا، ہم ذلیل کتوں سے آپ جیسے بڑے لوگوں کو بولنے کی ضرورت ہی کیا تھی ——— لیکن بہت جلد معلوم ہو جائے گا، ذلیل کون..."
مسز فاروقی کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا، انھوں نے حیرت کے ساتھ بلقیس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
" لیکن بات کیا ہوئی، میں تو دیکھ رہی ہوں بے بات کی بات چل پڑی"
مسز فاروقی کا بلقیس لحاظ کرتی تھی، چپ ہو گئی، وہ ڈپٹی کمشنر کی بیوی... محترم تھیں نا۔
تھوڑی دیر کے بعد یہ مجلس برخواست ہو گئی، اور پروین نے چلتے چلتے پھر آنے کا وعدہ لیا۔

...کر وہ آگے بڑھی اور اس کے ساتھ ساتھ ریحانہ اور ماہ رخ بھی اس کے استقبال ...ے بڑھیں۔

مسز فاروقی کے آنے کے بعد جلسہ باقاعدہ شروع ہو گیا، پروین نے خواتین ...ت فرمائی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد کہا

...میں نے ایک بہت بڑا کام اپنے ذمہ لیا ہے، اس دیس کے ہر مرد کو ایک ...نیز کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں کے گھروں میں لڑکیاں نہیں پیدا ہوتیں، مادر زاد ...ڈیاں پیدا ہوتی ہیں اور پیدا ہوتے ہی وہ اپنے فرائض انجام دینے لگتی ہیں، ظالم اور ...خت گیر آقا خواہ وہ باپ کے روپ میں ہو یا شوہر کے، ذرا بھی رعائت نہیں کرتا۔

...ڈی جب تک کمسن ہے، وہ باپ کا حقہ بھرتی ہے، ماں کے پاؤں دباتی ہے ...ی کو خواہ وہ اس سے سنبھلے یا نہ سنبھلے گود میں لیے لیے پھرتی ہے، چھوٹا بھائی اگر ...پکڑ کر نوچ لے تو وہ اُف نہیں کر سکتی، پھر جب اس کا بیاہ ہو جاتا ہے تو قاضی صاحب ...ں کے لونڈی نامہ پر اپنی مہر لگاتے ہیں اور سودا پکا کر دیتے ہیں، وہ لونڈی پیدا ہوتی ...، لونڈی مرتی ہے، جوانی کا مختصر زمانہ بھی اسے کنیزی ہی کرتے گذرتا ہے۔

ہمارے ہاں لڑکیوں کو کھانا پکانا، سینا پرونا، اس لیے نہیں سکھایا جاتا کہ یہ ...ک ہنر ہے، اس لیے سکھایا جاتا ہے کہ یہ کنیزی کے بسر کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ ...ہے۔ ایک مرد اس پر فخر کر سکتا ہے کہ نہ وہ پڑھنا لکھنا جانتا ہے نہ دنیا کا کوئی کام ...ن ایک عورت اگر یہ کہہ دے کہ وہ جاہل بھی ہے اور بے ہنر بھی، تو کوئی اندھا ...لنگڑا بھی اس سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہو گا۔

یہ شاندار کوٹھیاں، یہ اونچے اونچے محل، یہ خوبصورت حویلیاں یہ خس پوش

کر حسن جب زیور سے آزاد، اور ریشم سے محروم ہو تب بھی چمکتا ہے، اس
آگے کسی کی آنکھ نہیں ٹھہرتی، اس کی روشنی آنکھوں کو چکا چوند کر دیتی
قاتل انداز میں اسے دیکھ کر ماہ رخ سے ضبط نہ ہو سکا، اس نے کہا
"دیکھئے اے ذوق ہوتا آج ہے کس کس کا خون —

پروین نے کہا

"شاعری بعد میں فرمائیے گا، پہلے مہمانوں کی خبر لیجئے"

وہ بولی

"خبر لیجئے؛ یعنی بلقیس تے جیسی تمھاری خبر زنانہ کلب میں لی تھی، ویسی
مہمانوں کی خبر لوں؟"

پروین نے روٹھ کر کہا۔

"یہی سہی، تم چلو تو یہاں سے کسی طرح"

اتنے میں ریحانہ بھی آگئی، اس نے کہا۔

"بڑی ظالم ہو پروین۔ —— عاشق صادق سے
نہیں کرتے، ماہ رخ تمھاری سچی پرستار ہے"

ماہ رخ بولی

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں، ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر
یہ مانتی ہی نہیں، تم ہی سفارش کر دو"

پروین نے کہا۔

"تم کچھ بھی نہیں کہہ رہی ہو، صرف بکواس کر رہی ہو، چلو اٹھو وہ دیکھو

گھر کے کسی نوکر سے پھنسی ہوئی ہے، تو نہ اس کی خیریت ہے نہ نوکر کی. لیکن بیوی
گھر کی ملازمہ پر شوہر صاحب کو ڈورے ڈالتے دیکھ لے، تو اس کا فرض یہ ہے
کچھ نہیں کرے، سب کچھ جانتے ہوئے انجان بن جائے، کوئی مرد کسی عورت
شادی کرے اور شادی کے بعد وہ عورت اس سے سیدھے منہ بات نہ کرے
وہ لعنت اور سزا کی مستحق ہے لیکن شوہر شادی کرنے کے بعد اگر بیوی سے
کرنے کا بھی روادار نہ ہو، اور سارا وقت تماش بینی میں صرف کرتا ہو، تو بیوی
حق نہیں ہے کہ وہ چوں بھی کر سکے.

میں پوچھتی ہوں. آخر یہ سب کچھ کیوں ہوتا ہے، کس حق اور کس اصول سے
ہے، دوسرے مذاہب میں عورت کو شیطان سمجھا جاتا ہے لہذا وہاں اگر عورت
اور پسماندہ ہے، تو مجال حیرت نہیں لیکن اسلام نے تو کارزار حیات میں مرد
عورت کے حقوق یکساں رکھے ہیں اور انسانی مساوات تسلیم کی ہے عورت کو
اسلام آزادیاں دی ہیں جن کی اسے ضرورت ہے، پھر مسلمان عورت روندی ہوئی
کچلی ہوئی کیوں نظر آ رہی ہے.

صرف اس لیے کہ وہ جاہل ہے اپنے حقوق سے ناواقف ہے اپنے مذہب
کو نہیں جانتی، اگر اس کی جہالت ختم ہو جائے تو وہ اپنے مذہب اور اپنے حقوق
واقف ہو جائیگی، اور اسے معلوم ہو جائیگا کہ جس طرح عورت کیلئے یہ نامناسب ہے کہ و
مردوں سے ملے جلے بے ضرورت بات چیت کرے انھیں اپنی زینت دکھلائے اور
تکلف نہ ہو، خواہ وہ عزیز ترین رشتہ دار کیوں نہ ہو اسی طرح مردوں سے بھی یہ
نہیں لیا گیا ہے کہ وہ خالہ زاد اور پھوپھی زاد اور چچا زاد بہنوں سے ہنسی دل لگی

جھونپڑے، خستہ اور شکستہ مکانات مردوں کیلئے پچکے ہیں اور عورتوں کے
باپ اپنی لڑکی سے اس لیے نفرت کرتا ہے کہ وہ لڑکا کیوں نہیں ہوئی، بھائی
اس لیے بھڑکتا ہے کہ اس کے نکاح اور جہیز کے سلسلہ میں جو کچھ خرچ ہوگا
اس کی جیب کا تھا، لیکن چھین لیا گیا، شوہر خواہ فرہاد اور مجنوں کے روپ
چنگیز اور ہلاکو کے، بیوی کو لونڈی سے زیادہ نہیں سمجھتا، وہ شادی اس لیے
کہ بیوی اس کی شریکِ زندگی ہے' اس لیے کرتا ہے کہ اتنا سستا سودا
علاوہ کسی اور طرح ممکن ہی نہیں، بیوی سے ہر کام لیا جا سکتا ہے اُسے
کی مشین بھی بنایا جا سکتا ہے، کھانا پکانے کا چولھا بھی کپڑے دھونے کا
ورزش کرنے کا اکھاڑہ بھی اور صید و شکار کا ہدف بھی ہزاروں لاکھوں روپے
کرنے کے بعد بھی کسی ایک ہستی سے اتنے سارے کام نہیں لیے جا سکتے
کو بیوی بنا کر لیے جا سکتے ہیں اور لیے جاتے ہیں۔

بھیک مانگنے والا فقیر بھی اس پر راضی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ساٹھ
سے شادی کرلے ——— دیکھیے یہ اتنی ان ہونی بات ہے کہ آپ
چہروں پر مسکراہٹ آگئی ——— لیکن عورت کیلئے شرافت
کیا گیا ہے کہ وہ چودہ (۱۴) برس کے سن میں اپنے دادا یا نانا کے ہم عمر
ایک مرد اپنی بیوی کے بارے میں اگر یہ سن بھی لے کہ وہ فاحشہ ہے
جان سے مارے ہوئے چین سے نہیں بیٹھے گا، لیکن عورت کو یہ تعلیم دی گئی
عیاش زانی اور امراضِ خبیثہ کے شکار شوہر کو اپنا خداوند مجازی سمجھتی رہے
دھن سے اس کی خدمت کرتی رہے' ایک شوہر اگر اپنی بیوی کے بارے میں

ماہ رخ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تمھاری طرح میں بھی اپنی زندگی اس کام کے لیے وقف کرتی ہوں، جو فرائض مجھ پر عائد کرو گی، انھیں بسر و چشم انجام دوں گی۔

پروین نے سب کا خلوص قلب سے شکریہ ادا کیا، پھر سب مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جا کر ادارہ کے مختلف شعبوں کا معائنہ کرایا، اور اپنا پروگرام سمجھایا۔ یہ سب حسنِ انتظام اور حسنِ کار دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اور پروین کو دل سے دعا دیتی ہوئی واپس ہو گئیں۔

کی باتیں کریں، گھس گھس کر ان کے مجمع میں پہنچیں، ان سے بے تکلف
سماج نے یہ چھنا ہوا حق مردوں کو دیدیا، عورت اگر بیدار ہو تو وہ اس حق کو
میرا مقصد یہی ہے کہ اس ادارہ میں ایسی لڑکیاں تربیت اور تعلیم
ایسی عورتیں یہاں سے نکلیں، جو مظلوم بننے سے انکار کر دیں، جو اپنے حقوق
کا جذبہ رکھتی ہوں، جو باپ، بھائی، شوہر، کسی کی کنیز نہ بنیں، جو بوڑھوں کی
ہوس کو توڑ دیں، جو نوجوانوں کی نگاہ شوخ کو پھوڑ دیں، وہ ماں بن کر اولاد
ضرور کریں، لیکن اس سے ڈریں نہیں وہ بہن، بھائی سے الفت ضرور کریں لیکن
ذلیل نہ ہوں، وہ شوہر پر صدقے قربان ہوتی ہوں لیکن کنیز کی طرح نہیں
سے، شریک حیات کی حیثیت سے۔

یہ کام بڑا کٹھن ہے، صدیوں کی غلامی نے مسلمان عورت کو غلامی
ہے، اس کام کا کرنا، بنجر زمین میں کھیتی بونا ہے، لیکن میں اس کا بیڑہ اٹھا چکی
اور انشاء اللہ انجام دے کر رہوں گی۔ اگر آپ کی مدد شامل حال رہی تو
مقاصد میں جلد از جلد کامیاب ہو جاؤں گی، اگر آپ کی طرف سے سرد مہری
کا اظہار ہوا، تب بھی میں اپنا کام جاری رکھوں گی۔"

پروین کی یہ تقریر، سب نے گوش ہوش سے سنی، ماہ رخ، خانو
کا تو یہ حال تھا کہ معلوم ہوتا تھا، انھیں سکتہ ہو گیا ہے۔

وہ تقریر کر کے اسٹیج سے اتری تو مسز فاروقی نے اسے گلے سے
دوسری خواتین بھی اٹھ آئیں، سب نے اسے گھیرے میں لے لیا اور
کام کے شروع کرنے پر مبارک بادی اور ہر قسم کی امداد و تعاون کا وعدہ

پیدا کی گئی ہے کہ کمترین زندگی بسر کرے، لونڈی بن کر رہے۔ ظلم سہے اور اُف نہ کرے۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔

اور لڑکیوں کا یہ حال تھا کہ وہ پروین سے عشق کرنے لگی تھیں، وہ اپنے ماں باپ سے اتنی محبت نہیں کرتی تھیں جتنی پروین سے کرتی تھیں۔ یہاں نہ کوئی طعنے دینے والا تھا، نہ عیب نکال لینے والا، نہ وہ بھائی تھا جو بہن کو چڑا چڑا کر اچھی چیزیں کھاتا ہے اور دکھا دکھا کر اچھے کپڑے پہنتا ہے اور جلا جلا کر اس کی طاقت سے زیادہ کام لیتا ہے۔ نہ وہ باپ تھا، بیٹے کی شوخیوں اور شرارتوں پر وفورِ مسرت سے جس کے بندِ قبا ٹوٹنے لگتے ہیں اور بیٹی کی شوخی اور شرارت پر آنکھوں سے خون ٹپکنے لگتا ہے، نہ وہ ماں تھی جو بغیر کسی ندامت اور تکلیف کے اپنی مہرِ مادری کا خزانہ لڑکے پر لٹاتی رہتی ہے اور لڑکی کو اس سے محروم رکھتی ہے۔ لڑکا جھوٹی شکایت بھی کر دے تو لڑکی دھوا دھوں پٹ جائے اور لڑکی سچی شکایت بھی کرے، تو بھی لڑکے کے بجائے خود پٹے۔ یہاں کی فضا پروین نے کچھ عجیب سی بنا دی تھی۔ جنت کا مزہ آتا تھا۔ یہاں جو لڑکیاں بورڈنگ میں یتیمی یا غریبی کے سبب رہتی تھیں وہ کب کی اپنے گھر کو بھول چکی تھیں جو فیس دیکر رہتی تھیں۔ گھر کا خیال ان کے لیے بھی سوہانِ روح سے کم نہیں تھا جو اپنے گھروں میں رہتی تھیں اور روزانہ پڑھنے آتی تھیں وہ تمنا کرتی تھیں۔ کاش ہمیں گھر کے قید خانے سے نجات مل جاتی اور ہم اس جنت کے مزے لوٹتے۔

کچھ پروین کی عام وقعت کچھ تعلیم کی شہرت، کچھ پڑھنے والی لڑکیوں کی تعریف و توصیف نے بہت جلد تربیت گاہ کو ایک ایسا مقبول ادارہ بنا دیا کہ شہر

باب ۱۷

انکار

پروین سارا وقت تربیت گاہ کی دیکھ بھال میں صرف کرتی تھی وہ س
اُٹھتے ہی وہاں چلی جاتی، اور ایک ایک چیز پر نظر رکھتی، اس کی خواہش یہ
لڑکی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ لڑکیوں کے آرام و راحت کا وہ اتنا خیال
تھی، کہ اپنے آرام اور راحت کو اس نے تج دیا تھا وہ انھیں اچھے اچھے
کھلاتی، عمدہ عمدہ کپڑے پہناتی، ان سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتی، خاطر
اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی، وہ ان کی خوشی سے خوش ہو
غمگین دیکھ کر ملول ہو جاتی، وہ انھیں پڑھاتی تھی، لیکن چاہتی تھی وہ کھیلیں بھی
کھیلنے کا موقع دیتی تھی۔ لیکن ان کی پڑھائی کی فکر بھی رکھتی تھی۔ وہ انھ
سکھاتی تھی۔ تمیز سکھاتی تھی، سلیقہ سکھاتی تھی، ادب سکھاتی تھی لیکن سا
ساتھ خودشناسی اور خودداری کا جذبہ بھی پیدا کرتی تھی۔ وہ انھیں کہانیاں
تھی۔ قصے سناتی تھی۔ لیکچر دیتی تھی۔ اور ان میں ایک نئی روح پیدا کر
اس کی تعلیم یہ تھی کہ عورت کو خدا نے اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ بہتر
بہترین بہن اور بہترین بیوی بنے، ماں بن کر اولاد کی تربیت کرے، بہن کو
دکھ درد میں شریک ہو، بیوی بن کر شوہر کی رفیقۂ حیات ثابت ہو، وہ اس لی

اس کارنامہ پر بے حد خوش اور مطمئن تھے۔
پروین نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا
"آیئے تشریف رکھیئے!"
کرسی پر تشریف رکھنے کے بعد انھوں نے کہا
"بڑی خوشی ہوئی بیٹیا۔ تم نے وہ کام کیا ہے کہ جو سنتا ہے عش عش کر جاتا ہے۔
کیوں نہ ہو آخر کس باپ کی بیٹی ہو؟"
پروین نے کہا
"کیسے تشریف لے آئے آپ؟"

وہ بولے
"میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اس نیک کام میں شرکت کروں۔
پھر انھوں نے سو سو کے پانچ نوٹ نکالے اور پروین کے سامنے میز پر رکھ دیئے اور فرمایا۔
"ساجدہ اپنی بیوگی کا غم نہیں بھولتی ہر وقت رویا کرتی ہے۔ پھر اپنی نئی ماں سے بھی اس کی نہیں بنتی۔ سوچتا ہوں اسے بھی تمھاری تربیت گاہ میں داخل کر دوں۔ یہاں اس کا جی بھی بہل جائے گا اور گھر میں روز جو تُو تُو میں میں ہوتی رہتی ہے وہ بھی بند ہو جائے گی۔"
پروین نے کہا
"آپ ساجدہ کو جب چاہیں بھیج دیں میں شوق سے اسے داخل کر لوں گی لیکن روپیہ نہیں لے سکتی۔ اسے آپ واپس لے جایئے۔"

کے امیر اور غریب گھرانوں کی لڑکیاں ٹوٹ پڑیں۔

پروین اپنے آفس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ ملازمہ نے ایک کارڈ دیا۔ پروین
نے اس پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔

"بلا لاؤ"

وہ ادب سے گردن جھکا کر چلی گئی۔ فاخرہ بھی موجود تھی اس سے پروین نے کہا
"تم ذرا دوسری طرف چلی جاؤ۔ سیٹھ اکبر علی تشریف لا رہے ہیں ان سے
میں کچھ بات چیت کر دوں گی۔

وہ بولی

"آ رہے ہیں تو آنے دو۔ میں کیوں چلی جاؤں؟"

"تیرے باپ کے دوست اور عزیز ہیں۔ میں آج ان کی خبر ضرور لوں گی
شاید تیرا خون کھولنے لگے۔

وہ مسکرائی اور بولی۔

"میرا خون نہیں کھولتا ——— ایسے لوگوں کو پھانسی دے دی جائے
تو بھی مجھے خوشی ہو گی۔"

اتنے میں چک ہٹا کر سیٹھ صاحب تشریف لائے، یہ سر مسعود حسین کے
دوست تھے۔ زندگی کی ساٹھ بہاریں دیکھ چکے تھے۔ لیکن تھے کلے ٹھلے کے
آدمی، بارعب اور باوقار چہرہ۔ سفید داڑھی پر کالا خضاب اس کمال سے لگا
کہ معلوم ہوتا تھا کہ دل کی سیاہی داڑھی پر چمک رہی ہے۔ ابھی کچھ دن ہوئے اپنی
بیوہ لڑکی کا دل بہلانے کیلئے ایک نوجوان لڑکی کو سہرا باندھ کر بیاہ لائے تھے اور

"آپ ظالم بھی ہیں اور خونی بھی؟"

"میں ——— میں ظالم؟ میں خونی؟"

"جی ہاں آپ! ——— آپ کو حیرت کیوں ہوتی ہے آپ ساجدہ کی دوسری شادی نہیں کرتے، یہ ظلم نہیں تو کیا ہے؟ آپ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ لیکن اپنی نواسی کے برابر بیوی بیاہ کر لائے ہیں۔ یہ خونِ ناحق نہیں ہے تو پھر اسے کیا کہیں گے؟ میں یہ روپیہ نہیں قبول کر سکتی۔"

یہ کہہ کر اس نے نوٹ سیٹھ صاحب کی طرف بڑھا دیئے۔

سیٹھ صاحب نے پروین کو سر مسعود حسین کی زندگی میں چند بار دیکھا تھا اور اس کی صورت و سیرت کے بارے میں بڑی اچھی رائے قائم کی تھی۔ آج کئی سال کے بعد جب پھر اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا کہ صورت تو اس کی بے شک اچھی ہے لیکن سیرت نہایت مکروہ اور ذلیل ہے وہ گھبرا کر بولے۔

"عجیب باتیں کر رہی ہو تم تو؟"

"عجیب سہی۔ لیکن غلط تو نہیں ہیں۔"

"بالکل غلط ہیں۔"

"ذرا سمجھایئے تو مجھے کیونکر؟"

"میں نے شادی کی ہے۔ کوئی فعل حرام تو نہیں کیا ہے۔ رہی ساجدہ تو کوئی شریف عورت بیوہ ہونے کے بعد عقدِ ثانی کو پسند نہیں کرتی۔"

"آپ اگر فعل حرام کرتے ہیں تو شاید اعتراض نہ کرتی۔ لیکن آپ نے ایک شادی کے پردے میں خونِ ناحق کیا ہے آپ نے ایک معصوم اور بے بس لڑکی کی

سیٹھ صاحب دل ہی تو بہت خوش ہوئے کہ ہلدی لگی نہ پھٹکری رنگ
چوکھا گرہ سے ایک پائی نہیں خرچ کرنا پڑی اور ساجدہ سے نجات بھی مل گئی لیکن
ظاہرداری کا خیال کرتے ہوئے انھوں نے کہا

"یہ روپیہ نہ لے کر تم مجھے ثواب سے محروم کئے دیتی ہو"

"اجی یہ بات نہیں ہے، روپیہ دیکر آپ کو ثواب بھی نہ ملتا اور میں مفت میں
گنہگار ہوجاتی"

یہ عجیب و غریب فلسفہ سن کر سیٹھ صاحب چونکے۔ انھوں نے کہا

"کیا کہہ رہی ہو بیٹیا۔ مجھے ثواب نہ ملتا نہ سہی لیکن تم گنہگار کیوں ہوتیں۔"

"بات یہ ہے کہ اس ادارے کو بڑے پاک مقصد کے ماتحت قائم کیا گیا ہے
غلط قسم کی مدد لیکر اسے ناپاک نہیں بنایا جاسکتا"

اب تو سیٹھ صاحب جم کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے پوچھا۔

"کیا مطلب ؟"

پروین سنجیدگی کے ساتھ بولی ۔

"مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ظالم ہوں اور جن کے ہاتھ خونِ ناحق میں رنگے
ہوئے ہوں ۔ ان کی امداد نہیں قبول کی جاسکتی"

وہ اور جھنجھلا کر بولے

"تمھارا اشارہ میری طرف ہے؟"

"جی! صرف آپ کی طرف۔"

"کیوں ؟ میں نے کیا کیا ؟"

"لاحول ولا' میری بھی کیا شامت آئی تھی کہ یہاں چلا آیا۔ یہ بھلا کسی شریف آدمی کے آنے کی جگہ ہے ——— تم تو پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتی ہو۔ آخر تمہیں ان باتوں سے مطلب کیا؟ کس کی شادی نہیں ہوئی، اور کس نے کر لی۔ تم کون ہوتی ہو۔ ان باتوں کا فیصلہ کرنے والی، کوئی خدائی فوجدار ہو تم۔ آخر ہو کیا؟ ——— یہ بھی خوب رہی۔ ساجدہ کی شادی کیوں نہیں ہوئی۔ آپ نے شادی کیوں کر لی ———

لاحول ولا۔ لاحول ولا!"

برہمی کے عالم میں وہ اُٹھے، نوٹ انھوں نے جیب میں رکھے اور چلے

پروین نے کہا

"آپ ساجدہ کو بہرحال بھیج دیجئے۔"

اُنھوں نے جاتے جاتے کہا۔

"لعنت ہے ساجدہ کے بھیجنے والے پر اور پھٹکار ہے یہاں پر، لاحول ولا!"

اور یہ کہتے کہتے وہ باہر نکل گئے، پروین مسکرانے لگی اتنے میں فاخرہ آگئی، اُس نے کہا

"سن لیا میں نے سب کچھ اللہ قسم، میرا تو جی خوش ہو گیا۔ خوب خوب سنائیں تم نے اس موئے بڈھے کھوسٹ کو ——— تم نے تو بتول کو دیکھا نہیں۔ میں نے دیکھا ہے آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتی ہے اپنی قسمت پر۔"

پروین نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا

"سچ کہتی ہو فاخرہ ——— ہمارے دیس کی عورتیں رونے ہی کے لیے پیدا ہوئی ہیں، صرف رونے کے لیے ———

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے"

زندگی تباہ کردی اگر آپ کو شادی کرنیکا اتنا ہی شوق تھا تو کسی بیوہ سے کرتے
ثواب بھی ملتا اور آپ کا شوق بھی پورا ہو جاتا۔ ایک ایسی لڑکی پر مسلط ہونے کی کیا
ضرورت تھی۔ جو آپ کو دیکھکر اپنے باپ دادا کو یاد کرتے لگتی ہو گی اور دل ہی دل میں
اپنی قسمت پر روتی ہو گی رہی بے زبان ساجدہ، سو وہ اس لیے عقد ثانی نہیں کرتی کہ
شرافت کے خلاف ہے لیکن میں پوچھتی ہوں ساٹھ برس کی عمر میں سولہ سال کی لڑکی
سے بیاہ رچا لینا کون سی شرافت ہے؟"

"ساجدہ کو اپنے گھر میں کوئی تکلیف نہیں ہے"

"پھر وہ روتی کیوں ہے؟"

"تو کیا ہنسا کرے، شوہر کو یاد کرکے روتی ہے اور کیوں روتی ہے۔"

"جی نہیں! شوہر کو یاد کرکے نہیں روتی۔ زندگی بھر ماں باپ بھی اولاد کو
نہیں روتے، تو بیوی کیا روئے گی۔ وہ اس لیے روتی ہے کہ اس کی زندگی ویران
ہے۔ اس کی راتیں سنسان ہیں اس کی تمنائیں اور آرزوئیں قید ہیں وہ زندہ ہے لیکن
زندگی سے محروم ہے ——— آپ چھپ کے کسی دن اپنی نئی نویلی بیوی
کا جائزہ لیجیے۔ آپ دیکھیں گے، وہ بھی ساجدہ کی طرح رو رو کر دل کا بخار نکالتی
ہو گی۔ اس میں اور ساجدہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں بیوہ ہیں۔ ایک شوہر کی
موت سے، دوسری شوہر کی زندگی میں۔"

ایسی انوکھی اور نرالی باتیں سیٹھ صاحب نے کبھی کاہے کو سنی ہوں گی، وہ چکرا
گئے اور انھوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ جلد از جلد اس بحث کو ختم کردیں۔
یہاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے رخصت ہو جائیں انھوں نے غصہ سے بے تاب ہو کر

کی جائے۔ ادارۂ نسواں کی اینٹ سے اینٹ کس طرح بجائی جائے ؟ اور اس وقف نامہ کو توڑا کس طرح جائے۔

ایک روز منشی انور علی گھبرائے ہوئے پروین کے پاس آئے۔ انھوں نے عینک ناک سے ماتھے پر چڑھاتے ہوئے کہا

"یہ لیجئے اور بھی کچھ سُنا ؟"

"کوئی نئی بات ؟"

"بالکل نئی ——— عدالت میں مستماۃ اختری خانم نے دعویٰ دائر کیا ہے کہ وہ مسٹر مسعود حسین کی منکوحہ ہیں، لہٰذا وقف نامہ باطل ہے۔ جائداد میں سے پہلے ان کا مہر پچیس (۲۵) ہزار دیا جائے گا پھر جو بچے گی وہ اولاد میں بہ حصہ رسدی تقسیم ہوگی۔ ان کے دو بچے بھی ہیں ——— دیکھ لی شرارت اب کیا کیا جائے ؟"

پروین نے پریشانی اور گھبراہٹ کا ذرا بھی مظاہرہ کیے بغیر کہا

"آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں ؟"

"یہ تو پریشان ہونے کی بات نہیں ہے ؟"

"بالکل نہیں ؟"

"کیوں نہیں ؟"

"اگر اختری خانم کا دعویٰ صحیح ہے تو انھیں ان کا حق ملنا چاہیئے اور اگر غلط ہے تو عدالت سے وہ ہار جائیں گی ۔"

"بیٹی دعویٰ تو بالکل جھوٹا ہے صاحب (مسٹر مسعود حسین) کی کوئی بات مجھ

باب ۱۸

باپ کا گناہ

ایک تو پروین نے ارشاد کی منکوحہ بننے سے انکار کر دیا اس پر ...
نہیں تھا کہ اس خبر نے آگ پر تیل کا کام کیا، کہ اس نے ساری جائداد ...
کے نام وقف کر دی ہے ایک موہوم سی اُمید اس کے انکار کے بعد ...
کہ شاید کبھی راہِ راست پر آ جائے اور ارشاد کے ساتھ شادی کرنے پر ...
ہو جائے۔ لیکن جائداد کے وقف ہو جانے کے بعد اس اُمید کو زندہ ...
کوئی فائدہ نہیں تھا۔ منصور چچا پروین کو اس لیے بہو بنانا چاہتے تھے ...
دولتمند تھی۔ ارشاد اس لیے شادی پر راضی تھا کہ وہ بہت بڑی جائداد کی ...
تھی اور پھوپھی رضیہ اس تقریب کی کنویننگ اس لیے کرتی تھیں کہ ...
مرحوم داماد عباس کا حصہ بلقیس کو ملنے کی آس تھی۔ لیکن پروین موجود ...
جائداد ہاتھ سے نکل گئی، اب اگر وہ خود شادی کا پیام ارشاد کے ساتھ ...
وہ بے تامل مسترد کر دیا جاتا۔

اس کی اس نالائقی اور شرارت نے چچا، پھوپھی اور ارشاد سب کو ...
باختہ اور برہم کر دیا تھا۔ اب ان لوگوں کی مجلسوں میں یہ نہیں سوچا جاتا ...
کو راہ راست پر کس طرح لایا جا سکے، یہ سوچا جاتا تھا، کہ اسے تباہ و برباد ...

- بالکل سچا نہیں ہے ۔ صرف شرارت ہے ۔"

- تو ڈٹ کر مقابلہ کیجئے ۔"

- اور کیا چھوڑ دوں گا ۔ میری بھی ساری عمر مقدمہ بازی میں گذری ہے ۔"

جس وقت یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں ، اسی وقت ، چچا منصور پھوپھی رضیہ ... کر رہے تھے ۔

اب دیکھوں گا ، اس شکنجے سے کیسے نکلتی ہے ؟"

اور پھوپھی رضیہ فرما رہی تھیں ۔

- ایسا کرو بھیا کہ ساری جائداد سے محروم ہو جائے حرام زادی ——

—— لیکن ایک بات تو بتاؤ ؟"

- کیسی بات ؟

- میں کہتی ہوں ختری سے سب کچھ پکا پوڑھا کر لیا ہے کہیں ایسا نہ ہو وہ ...ت گڑ دھو کر دے جائے ۔

- ایسا نہیں ہو سکتا میں بھی کچی گولیاں نہیں کھیلا ہوں ۔ میں نے پہلے ہی ...سے ایک تحریر لکھوالی ہے ۔"

- تم جانو بھیا ، میرے دل میں ایک بات آئی تھی ۔ میں نے کہہ دیا ۔"

- تم نے کہہ دیا ، اچھا کیا لیکن میں بالکل مطمئن ہوں ۔ تم بھی کچھ فکر مت کرو ۔ ...ری اپنے ہاتھ میں ہے ۔"

اور اسی وقت ارشاد فیروزہ سے کہہ رہا تھا ۔

- کچھ اور بھی سنا تم نے ؟"

سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں انھوں نے تمھاری ماں کے بعد
شادی نہیں کی۔ وہ پاکباز اتنے تھے کہ کبھی انھوں نے کسی غیر عورت پر نظر
نہیں ڈالی۔ سارا فتنہ منصور میاں اور ارشاد کا کھڑا ہوا ہے۔"

"ٹھیک ہے تو ہار جائیں گے وہ لوگ"!

"تم کیسے کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ حق جیتا ہے اور ناحق ہارتا ہے۔"

"لیکن عدالت میں اس کا الٹ بھی ہوتا ہے۔"

"میں سب سے بڑی عدالت کا ذکر کر رہی ہوں۔"

"ہاں وہاں تو سب کچھ ہوتا ہے لیکن یہاں نہیں، یہاں تو انصاف بکتا
ہے۔ انصاف چاہتی ہو، تب بھی تمھیں روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔"

"کروں گی۔"

"ہاں اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔"

"تو آپ وکیل سے مشورہ کیجیے۔ کاغذات دکھایئے۔"

"میں وکیل ہی کے پاس سے آ رہا ہوں۔"

"کیا مشورہ دیا اُس نے؟"

"وہ تو کہتا ہے کہ اگر دعویٰ سچا ہو تو بھی اس میں کچھ دم نہیں ہے۔
صاحب نے جائداد تم دونوں کے نام ہبہ کی تھی اور مالک کو حق ہے کہ
اپنی جائداد جس کے نام چاہے ہبہ کر دے، پھر اس پر کسی کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔"

"میں پھر کہتی ہوں کہ اگر دعویٰ سچا ہے تو ہمیں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔

"کچھ نہیں"

ارشاد نے فیروزہ کو آغوش کے شکنجہ میں اور کس لیا، پھر کہا

"کوئی بات ضرور ہے!"

"ہے یوں ہی سی ایک بات"

"کہہ ڈالو اُسے!"

"فائدہ کیا؟ ہونے والی بات تو ہو کر رہے گی"

"آخر کیا؟"

"وہی تمھاری اور پروین کی شادی، اور کیا؟"

ارشاد نے ایک قہقہہ لگایا، فیروزہ کی آنکھوں کی شراب اس وقت اس کے ہونٹوں میں آ گئی تھی، اس شراب کے جام چڑھاتا ہوا بولا

"کون کہتا ہے؟"

"یہ لو۔ جائداد لے لو گے، اور شادی نہیں کرو گے؟"

"ہرگز نہیں"

"واہ بھئی یہ کیسے ہوگا؟"

"پہلے میں اس سے اس لیے شادی کرنے پر تیار تھا کہ بغیر اس کے جائداد نہیں مل سکتی تھی اور اب چونکہ جائداد مل رہی ہے۔ لہٰذا شادی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"

فیروزہ نے ایک مدبھری انگڑائی لی اور کہا

"توبہ اللہ تم تو پہیلیاں بجھواتے ہو! کیسے؟"

" وہ آنکھوں سے شراب برساتی ہوئی آکر اس کے پہلو میں ...
پاس منہ لے جا کر بولی:

" کیا ؟"

" ریلوے چین ہی چین لکھتا ہے "

" اونہہ صاف صاف کہو "

" پروین کی ساری جائداد اپنے قبضہ میں آجائے گی "

وہ کھسک کر اور قریب آ گئی، اس نے کہا

" کیسے ؟"

ارشاد نے اسے اپنے آغوش میں لیتے ہوئے کہا

" چند دن صبر کرو۔ سب کچھ معلوم ہو جائے گا "

فیروزہ نے اپنے مرمریں بازو اس کے گلے میں حمائل کر دیئے

" سچ جائداد لے لو گے ؟"

" ہاں ہاں !"

" ساری جائداد آجائے گی۔ تمہارے قبضہ میں "

" بالکل "

فیروزہ خوش ہونے کے بجائے یہ سُنکر کچھ فکرمند ہو گئی۔ ا...
افسردہ دیکھ کر کہا

" کیا ہوا ! تم چپ کیوں ہو گئیں "

اس نے اپنے اوپر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے افسردہ لہجہ ...

یہ کہہ کر وہ ہنسا، اور ماہ رُخ نے ذرا اشرماتے ہوئے کہا

"بس شروع ہو گئی دل لگی!"

وہ مسکرا کر بولا

"پھر تم سے شادی کس لیے کی ہے"

"لے واہ"

"زیادہ بنو گی تو فیس اسی وقت وصول کر لوں گا ——— تمہیں معلوم ہونا

چاہیے وکیل اپنی فیس ہمیشہ پیشگی ہی لیتے رہیں۔"

"بڑے آئے کہیں کے وکیل پہلے مقدمہ جیت کے دکھاؤ۔ پھر بات کرنا۔"

اور ٹھیک اسی وقت مسز فاروقی اپنے شوہر کے منہ سے یہ مشہور قصہ سُن

کر کہہ رہی تھیں

"تم کوئی مدد نہیں کر سکتے پروین کی؟"

وہ ایک ڈپٹی کمشنر کی شان سے بولے

"نہیں"

مسز فاروقی نے ایک عورت کا دل بن کر بڑی عاجزی سے کہا

"وہ مظلوم ہے اس کی مدد سے تمہیں جی نہیں چُرانا چاہیئے!"

"جانتا ہوں۔ لیکن میں اپنی پوزیشن خطرہ میں نہیں ڈال سکتا ——— بیگم

ایسے معاملات میں مت بولا کرو"

یہ کہہ کر انھوں نے سگار سلگایا اور باہر چلے گئے۔

اور عین اسی وقت بلقیس اپنی چادر میں منہ لپیٹے بظاہر سو رہی تھی اور حقیقتاً

"مقدمہ کر کے اور کیسے؟"

"جیت جاؤگے؟"

"ہاں ——— لیکن تمھیں ہار کر نہیں"

وہ مسکرائی اور اپنے خوبصورت مکھڑے پر سے، خوبصورت بالوں کی

لٹ کو پرے دھکیلتے ہوئے بولی۔

"ہوں ——— دیکھیں گے!"

"دیکھ لینا ——— یہاں جو بات کہتے ہیں پتھر کی لکیر ہو

اور اسی وقت فرخ حسین وکیل، اپنی محبوب بیوی ماہ رخ سے کہہ

"ایک مصیبت ٹلتی نہیں کہ دوسری آپڑتی ہے۔ تمھاری پروین پر ا

اختری خانم پیدا ہوئی ہیں"

"یا میرے اللہ یہ کون ہیں؟"

"پروین کی سوتیلی ماں!"

"جھوٹ، بالکل جھوٹ"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں، لیکن عدالت میں جھوٹ سے زیادہ سچ

کرنا مشکل ہوتا ہے!"

"کچھ بھی ہو، تمھیں اس کام پر پوری قابلیت اور قوت صرف کرنی

اور وہ بھی بالکل مفت، ایک پیسہ بھی فیس کا نہ لینا"

"میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھوں گا اور فیس بھی نہیں لوں گا ———

دوسری فیس نہیں لیتا، پروین کے مقدمہ کی فیس تو تم ہو؟"

باب ۱۹

اشفاق

منشی انور علی کافی بوڑھے ہو چکے تھے، پروین تربیت گاہ کے کام میں ابھی الجھی ہوئی تھی کہ جائداد کی دیکھ بھال کی اُسے فرصت ہی نہیں ملتی تھی، اب زمانہ بھی بدل چکا تھا، پہلے بغیر انگریزی جانے بھی تعلقہ کا انتظام ممکن تھا، اب جب تک انگریزی نہ آتی ہو کام نہیں چل سکتا، یہ سوچ سمجھ کر خود انور علی ایک روز پروین کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"بہت بوڑھا ہو چکا ہوں بیٹیا۔ یہ زمانہ اب محنت کرنے کا نہیں، اللہ اللہ کرنے کا ہے!"

پروین نے کہا

"میں خود بھی سوچ رہی تھی۔ اب واقعی آپ کی عمر آرام کرنے کی ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ کام کاج چھوڑیئے اور صرف آرام کیجیے۔ تنخواہ گھر بیٹھے آپ کو ملتی رہے گی۔"

انور علی نے شکر گذار نظروں سے پروین کو دیکھا اور کہا

"تم سے ہی اُمید تھی بیٹیا، لیکن مقدمہ کا کام نبٹاؤں پھر چلا جاؤں گا۔"

"جی نہیں، مقدمہ نہ جانے کب تک چلتا رہے آپ تو اب پنشن لے ہی لیجیے۔"

سوچ رہی تھی، یہ جائداد پروین سے چھین کر اگر ارشاد کو مل بھی گئی تو
پروین کی شادی اگر ارشاد سے کرا دیتی تو شاید کچھ مل جاتا۔ اب
خاک! یہ سوچتے سوچتے وہ سوچنے لگی کہ جائداد بھی گئی اور عباس
کے مرنے کے بعد یہ آس تھی کہ دولت ملیگی اب وہ آس بھی ٹوٹی جا رہی

اتنے میں رضیہ بیگم کی آواز آئی۔

"بلو، اری او بلو، کیا سو گئی؟"

لیکن بلو نے کچھ جواب نہیں دیا۔

وہ اس وقت ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر رہی تھی، وہ سوچ رہی
نہیں ہو سکتا، کہ جسے جائداد مل رہی ہے میں اُسے عباس بناؤں ـــ
مایوسی کی تاریکی میں اُمید کی ایک ہلکی سی جھلک نظر آئی، دل مطمئن ہو گیا
جوانی کی مست نیند میں غافل ہو کر خراٹے لینے لگی۔ رضیہ بیگم بدستور
وظیفہ میں مصروف تھیں۔ گویا خدا بھی دنیاوی عدالت کا حاکم ہے۔ جیسے
دیا جا سکتا ہے۔

○

"ہاں بیٹا یہی ہے۔ اشفاق، میرا بھانجا، اور تمہارا خادم۔"

وہ مسکرائی، اس نے کہا۔

"یہ نہ کہیے، اس گھر میں کوئی کسی کا خادم نہیں ہے، کوئی کسی کا آقا نہیں ہے، سب انسان ہیں۔ برابر کے انسان۔ جو ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ مدد کرتے ہیں لیکن غلامی نہیں کرتے۔ محکومی اور تابعداری کی زندگی نہیں بسر کرتے۔"

"یہ تمہاری شرافت ہے بیٹا۔ لیکن ایاز قدرِ خود بشناس۔"

اشفاق نے منشی جی کی بات نہیں سنی۔ اس کی آنکھوں میں پروین کی تصویر بسی ہوئی تھی اور کانوں میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ اِدھر دو سال سے ایم اے ہونے کے بعد ٹھوکریں کھا رہا تھا، صاف جواب پاکر مایوس چلا آتا تھا۔ اور صاف جواب بھی ملائمت اور نرمی سے نہیں سختی اور درشتی سے۔ وہ سوچا کرتا تھا اگر ذلت اور ناکامی کی زندگی بسر کرنی تھی۔ تو تعلیم کیوں حاصل کی۔ کرنے کی کیا ضرورت تھی، لیکن آج بن مانگے اسے ایک اچھی ملازمت مل گئی تھی اور آقا میں حول شہریاری نہیں تھا۔ جمالِ انسانیت۔ اس کی ایک ایک بات سے ظاہر تھا۔ کمینگی اور منافقت نہیں تھی رحمت اور عنایت تھی۔ یہ سب سوچ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔ "کتنی اچھی ہیں آپ۔"

منشی انور علی ذرا چونکے انھوں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

وہ سادگی سے بولا۔

"ایسا خلیق اور مہربان آقا میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ آپکی باتوں میں کتنی

لیکن ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اپنی جگہ پر کام کرنے کے لیے کوئی شریف اور دیانتدار آدمی

"خود میرے تو کوئی اولاد ہے نہیں، لیکن میرا ایک بھانجہ

ہے، کہو تو اُسے حاضر کر دوں؟"

"وہ آپ کا کام سنبھال لیں گے؟"

"بڑی اچھی طرح۔"

"ان کی شرافت اور دیانت پر بھروسہ ہے آپ کو؟"

"اتنا ہی جتنا اپنے اوپر ہے۔"

"انگریزی بھی جانتے ہیں وہ؟"

"ایم اے ہے ———— بھولا اور نیک

گالی بھی دے لو تو چوں نہ کرے۔"

"تو میں اُن کا تقرر منظور کرتی ہوں۔ آپ سارا کام انھیں سمجھا

کیجیے، روز آیا کریں۔"

دوسرے روز منشی جی اشفاق کو لے کر حاضر ہوئے۔ پروین

وقت تربیت گاہ کا حساب کتاب دیکھ رہی تھی۔ اس نے نظر اٹھا

سامنے کھڑا تھا، ایک خوش قامت اور خوبرو نوجوان۔ آنکھوں میں

کشادہ پیشانی، مضبوط اور سڈول جسم۔ پروین نے اللہ علی سے مخا

"یہی ہیں اشفاق صاحب؟"

"مقدمہ کا کام بھی؟"

"وہ بھی"

"وکیل صاحب سے انھیں ملا دیا؟"

"ملا دیا ——— لیکن وہ فیس لینے سے انکار کرتے ہیں"

"کیوں؟"

"میں کیا جانوں؛ کہہ رہے تھے حکم صادر ہو چکا ہے کہ میں فیس نہ لوں لہٰذا نہیں لے سکتا"

پروین نے مسکراتے ہوئے کہا

"اوہ سمجھ گئی وہ ماہرخ کے شوہر ہیں، یہ اس کی شرارت معلوم ہوتی ہے خیر میں سمجھ لوں گی۔ اب آپ تشریف لیجا سکتے ہیں"

منشی جی نے اشفاق کے ساتھ آگے قدم بڑھایا تھا کہ پروین نے اشفاق سے مخاطب ہو کر کہا

"روزانہ شام کو دن بھر کی کارگذاری کی رپورٹ مجھے دیا کیجیے اور دوسرے دن کام کرنے کی ہدایتیں لے لیا کیجیے"

وہ ٹھٹک کر بولا۔

"بہت خوب" اور باہر چلا گیا۔

منشی انور علی رخصت ہو گئے اور ان کے کمرہ میں اشفاق متمکن ہو گیا۔ منشی صاحب بڑے بے تکلف آدمی تھے، اس گھر کو اپنا گھر سمجھتے تھے، ناشتہ آنے میں ذرا دیر ہوئی اور انھوں نے چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھا لیا باورچی کو اکثر

مٹھاس، اور آپ کے طرزِ عمل میں کتنی شرافت ہے۔ دوسرے سرمایہ دار

آپ بیروزگاروں کو دھکے دیکر اپنے گھر سے نکلواتی نہیں۔ ان کے

کا سلوک کرتی ہیں انھیں انسان سمجھتی ہیں"۔

پروین مسکرادی اور منشی انور علی نے اطمینان کا سانس لیا۔

تھے کہیں یونیورسٹی سے نکلا ہُوا یہ آزاد اور بے باک چھوکرا، پروین کے

آشوب کی تعریف تو نہیں کر رہا ہے جو اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔

لیکن اندیشہ غلط ثابت ہُوا، پھر بھی احتیاطاً انھوں نے معذرت

"مَیں نہ کہتا تھا، کتنا بھولا، اور نیک ہے۔ بات کرنا بھی نہیں

پروین پھر مسکرادی، اس نے کہا

"اتنی لمبی چوڑی تقریر اُنھوں نے میری تعریف میں کر ڈالی۔ اور آپ کہ

یہ بات کرنا بھی نہیں جانتے"!

اشفاق نے کہا

"اگر کوئی بات خلاف ادب میرے منہ سے نکل گئی ہو تو مَیں اس کی معافی چاہتا ہوں

پروین نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

"ان تکلفات سے کام نہیں چلیگا، مَیں کہہ چکی ہوں یہاں آقا اور خادم کا

سوال نہیں ہے، مَیں غلطی کروں، مجھے ٹوک دیجیے، آپ غلطی کرینگے میں ٹوک

پھر وہ منشی جی سے مخاطب ہوئی، اُس نے کہا۔

"آپ نے انھیں سارا کام سمجھا دیا؟"

"سمجھا دیا بٹیا"!

دلاری ناشتہ لاؤ، دلاری ناشتہ لاؤ، اور یہ نئے منشی، کیا مجال ہے جو ناشتہ
کا نام بھی لے لیں۔"
پروین نے حیران ہو کر پوچھا۔
"تو نے آج تک انھیں ناشتہ نہیں دیا؟"
"نہیں تو۔"
"کیوں؟"
"کبھی مانگا ہی نہیں اُنھوں نے؟"
"کچھ بادی ہوئی ہے؟"
وہ گھبرا کر بولی۔
"میری کیا خطا سرکار؟ بے مانگے تو ماں بھی بچّے کو دودھ نہیں پلاتی۔"
پروین نے ذرا برہمی کے ساتھ کہا۔
"جا بلا لا انھیں یہاں۔"
وہ فوراً بلا لائی، پروین نے اشفاق سے پُوچھا۔
"ناشتہ کر لیا آپ نے؟"
"جی نہیں۔"
اس نے ذرا کڑے تیور سے پُوچھا۔
"کیوں؟"
اشفاق گھبرا گیا۔ وہ سمجھا ناشتہ نہ کرنا کوئی بہت بڑی غلطی ہے اور اس
کی باز پرس ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا۔

وہ اپنی پسند کی چیزیں پکانے کی ہدایت کیا کرتے تھے، بزاز کے ہاں سے
چاہتے گھر کے حساب میں اپنے لیے کپڑا لے آتے اور ٹھاٹھ سے زندگی
لیکن اشفاق کی طبیعت منشی صاحب سے بالکل مختلف تھی روپے
کے ادا کرنے میں بڑا چوکس تھا، نہ دن کو دن سمجھتا تھا نہ رات کو رات۔ لیکن
ذات کے معاملہ میں بڑا بے پروا تھا۔ اس نے کبھی ناشتہ کا تقاضا نہیں کیا
سے کوئی فرمائش نہیں کی کبھی بزاز کے یہاں سے کپڑا نہیں لایا۔ کھانا مل گیا
لیا ورنہ نہ سہی، ناشتہ نہ اسے ملازمہ نے اندر سے لا کر کبھی دیا۔ نہ اس نے
کو رہتے ہوئے پندرہ بیس دن گذر چکے تھے۔ اس کی مستعدی محنت اور
سے پروین بہت خوش تھی۔ اور محسوس کر رہی تھی منشی انور علی کا نعم البدل
ایک روز اس نے گھر کی خادمہ دلاری سے نہ جانے کیا خیال آیا کہ ناشتہ کے بارے

"اشفاق صاحب کو بھی ناشتہ دے آئی؟"

وہ بولی

"نہیں تو"

پروین نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"نو بج گئے۔ کب دیگی؟"

"لیکن وہ ناشتہ کرتے ہی نہیں"

"کیوں؟"

"میں کیا جانوں، قسم لے لو، آج تک کبھی انھوں نے مانگا ہو۔۔۔
بیچارے بڑے سیدھے سادھے تھے، صبح ہوئی اور انھوں نے غل مچایا ناشتہ

اشفاق سے پروین نے کہا

" اب تو ناشتہ کر لیجئے! "

" مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ مَیں تیار ہوں۔ "

اس بھولے جواب پر پھر پروین مسکرا دی، اس نے اندازہ لگایا واقعی یہ شخص بڑا سیدھا اور بھولا ہے۔ اس نے دلاری سے کہا۔

" صبح پہلے انہیں ناشتہ پہنچایا کرو، پھر کوئی اور کام کیا کرو۔ اگر تم نے غفلت کی، تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔ "

اشفاق ناشتہ کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا، یہ بھی خوبی قسمت ہے، کہ ایسے آقا سے پالا پڑا۔ جو حکم دیکر ناشتہ کراتا اور کھانا کھلاتا ہے ورنہ آج کل تو آقا ذرا ذرا سی خطاؤں پر "نان نفقہ" بند کرنے کی دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔

اشفاق اور دلاری کے رخصت ہونے کے بعد فاخرہ آئی۔ اس سے پروین نے کہا۔

" یہ دُلاری تو ایک بے فکری ہے تم ہی ذرا خیال رکھا کرو اشفاق صاحب کا۔ "

" کیا ہُوا انھیں؟ "

" ہُوا تو کچھ نہیں۔ لیکن یہ حضرت ایسے خود فراموش واقع ہوئے ہیں کہ کھانا کھلاؤ گی تو کھائیں گے ورنہ فاقہ کر لیں گے، ناشتہ دوگی تو کریں گے، ورنہ یونہی بیٹھے رہیں گے۔ مجھے آج معلوم ہُوا کہ دُلاری نے اتنے دِن یہاں انھیں رہتے ہو گئے، نہ کبھی ناشتہ دیا، نہ انھوں نے مانگا۔ "

وہ بولی۔

"اب کر لیا کروں گا۔"

"پروین ہنس پڑی - اس نے کہا

"اپنے گھر پر آپ کرتے تھے ؟"

"جی ہاں ! وہاں تو کرتا تھا۔"

"اور یہاں ؟"

"یہاں تو ایسا اتفاق نہیں پیش آیا۔"

"اس اتفاق پر پھر پروین کو ہنسی آ گئی - اس نے کہا

"آپ واقعی بڑے بھولے اور نیک ہیں۔"

پھر اس نے دلاری کو حکم دیا -

"ناشتہ لاؤ۔"

دلاری تعمیلِ حکم کیلئے چلی گئی۔ پروین نے اشفاق سے کہا۔

"میں نے آپ سے کہہ دیا تھا۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جی ہاں ! یہ مجھے یاد ہے۔"

"پھر اتنے دِنوں تک آپ نے ناشتہ کیوں نہیں کیا بھوکے کیوں ر

اشفاق نے سادگی کے ساتھ جواب دیا۔

"اس کی خاص وجہ تو نہیں ہے، یُونہی۔"

"آپ نے بڑا ظلم کیا۔ مجھے تکلیف ہوئی، آپ کی اس روش سے اپ
گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتے تکلف کرتے ہیں میں منشی جی سے آپ کی شکایت کروں

اتنے میں دُلاری ناشتہ لے کر آ گئی۔

باب ۲۰

جھڑپ

تربیت گاہ کی لڑکیوں میں عارفہ بڑی نیک رو ۔ ذہین لڑکی تھی تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے کافی ترقی کر لی تھی ۔ اور اپنی ذہانت و شرافت کی وجہ سے چندرہ اور پروین کی محبوب بن گئی تھی ۔

اِدھر چند روز سے وہ بہت ملول اور دِل گرفتہ دکھائی دے رہی تھی ۔ اس کے خوبصورت اور روشن چہرے پر غم و اندوہ کی سیاہی دوڑ گئی تھی ۔ پہلے وہ بھر بھر کر سب سے باتیں کیا کرتی تھی ، اب کوئی خود سے بات کرتا وہ سُنی کی اَن سُنی کر جاتی یا تو کوئی جواب ہی نہ دیتی ، یا بے تکا جواب دے دیتی ۔

وہ جب یہاں آئی تھی تو اس کے دِل میں نئی نئی اُمیدیں پرورش پا رہی تھیں اس نے اپنی زندگی کا ایک پروگرام بنا لیا تھا اور بے وقوف سمجھ رہی تھی کہ یہ پروگرام پورا ہو گا ، اس نے سوچا تھا ۔ کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرے گی ، اچھے سے اچھے ہنر سیکھے گی ۔ پھر علم و ہنر حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی کا نیا اور شاندار دَور شروع کرے گی ۔ اس نے اپنے ہی ایسا ایک خوبصورت اور نیک دولہا بھی منتخب کر رکھا تھا اور دل ہی دِل میں اُسے پوجا کرتی تھی اس نے جب پہلی مرتبہ اپنے پڑوسی جمیل کو دیکھا تھا اُسی وقت طے کر لیا تھا کہ شادی اسی

"بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔"

پروین نے شوخ لہجہ میں کہا۔

"اسی لیے تو کہتی ہوں، ان کا خیال رکھا کرو۔ جی بھی بہل جایا کرے گا
تمہارا اور ان بے چارے کا پیٹ بھی بھر جایا کرے گا۔ ایک پنتھ دو کاج

ہو گیا۔ اور وہ ملک و قوم کا نام بھی روشن کرنے لگا۔ لیکن جمیل کی ماں اگرچہ [...] میں مگر انھوں نے کبھی بھی عارفہ کو سینہ سے نہیں لگایا، اس کی صورت اور سیرت کی تعریف نہیں کی کسی بہانے سے اسے باہر نہیں بھیجا اور اپنے بیٹے کا پیام نہیں دیا۔ بس وہ آتیں، تھوڑی دیر بیٹھتیں دل لگی کی باتیں کرتیں اور چلی جاتیں۔ پھر بھی ایک آس تھی۔ ایک امید تھی آج نہیں تو کل وہ راہ راست پر آئیں گی اور پیام دے کر جائیں گی۔ انھوں نے اگر پیام نہیں دیا ہے تو جمیل کی کہیں اور شادی بھی تو نہیں کر دی ہے۔ لیکن ایک روز کیا ہوا۔ جمیل کی ماں آئیں۔ انھوں نے عارفہ کو سینے سے لگا لیا۔ بڑی دیر تک اس کے حسن، صورت اور سیرت کی تعریف کرتی رہیں۔ پھر کسی بہانے سے اُسے باہر بھیج دیا اور وہ خوش خوش باہر چلی آئی، جو کچھ اس نے سوچا تھا آج وہ سب ہو رہا تھا۔ پاؤں رکھتی کہیں تھی۔ پڑتے کہیں تھے۔ وہ سمجھ گئی آج یہ پیام دیے بغیر نہیں رہیں گی۔ یہ مبارک خبر اپنے کانوں سے سننے کے لیے اس نے زندگی میں آج پہلی مرتبہ کن سوئی لینے کی کوشش کی۔ باہر آکر اس نے ایک محفوظ مقام منتخب کیا۔ جہاں اطمینان اور آرام سے بیٹھ کر وہ اس کمرہ کی ساری کیفیت دیکھتی رہے اور ساری باتیں سنتی رہے اور لطف یہ کہ اسے کوئی نہ دیکھ پائے۔

اس نے دیکھا کہ جمیل کی ماں پاندان کو پرے دھکیلتی ہوئی ذرا آگے بڑھیں اور پھر اس کی ماں سے مخاطب ہو کر راز دار لہجہ میں کہنے لگیں۔

"میں کہتی ہوں، ماشاء اللہ عارفہ جوان ہوئی کچھ اسکے بیاہ کی فکر بھی ہے؟"

"کیوں نہیں ہے بہن۔ اسی فکر میں جان گھلی جا رہی ہے۔"

سے کرونگی، نہ اس کی نگاہوں میں شرارت ناچتی ہے۔ نہ اس کی باتوں
کا رنگ جھلکتا ہے۔ جتنا یہ خوبصورت ہے اتنا ہی اس کا دل بھی خوبصورت
یہ نوجوان ہے، لیکن نوجوانوں کی طرح آوارہ نہیں۔ یہ خوبصورت ہے لیکن نوجوا
مردوں کی طرح شکاری نہیں۔ اس سے بڑھ کر رفیق زندگی کون مل سکتا ہے۔

وہ روز انتظار کرتی تھی، کہ آج جمیل کی ماں آئے گی مجھے دیکھ کر مجھ سے
لیگی، میری صورت اور سیرت کی تعریف کریگی۔ مجھ سے محبت اور چاؤ کا اظ
کریگی، پھر کسی بہانہ سے مجھے باہر بھیجدے گی اور اماں کو پیام دے گی، کہ
عارفہ تو میری ہے، میں جمیل کے ساتھ اس کا بیاہ رچاؤں گی۔ اندھا کیا چاہے
آنکھیں، اماں بھی سوچیں گی۔ ایسا اچھا داماد اور کہاں ملیگا، فوراً منظور کر
بس پھر کیا ہے نکاح ہو جائیگا۔ رخصتی ہو جائے گی میں اماں کے گھر سے
گھر اس کی دلہن بن کر چلی جاؤں گی۔ دونوں گھروں میں کچھ ایسا زیادہ فاصلہ
نہیں۔ بس ایک چھت کا فرق ہے رہوں گی وہاں، لیکن اماں کے پاس بھی
آیا کروں گی، پھر کیا ہوگا ———— پھر یہ ہوگا کہ ایک ننھا
سا بچہ پیدا ہوگا، بالکل اپنے باپ کے اوپر ہوگا، بالکل نہیں آدھا ——
آدھا باپ پر، آدھا مجھ پر، اور ہم دونوں اپنے بچہ کو جان و دل سے چاہا کریں گے
اسے دیکھ دیکھ کر جئیں گے۔ اس کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست کریں گے۔ اور
خاندان ہی کا نہیں۔ قوم کا نام روشن کرے گا۔ بس دوسرا سر
اپنے وقت کا ———— !!

لیکن یہ سوچتے سوچتے کتنے دن ہو گئے۔ کہ گویا شادی ہو

ے کہاں کا؟

عارفہ کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل چکی تھی۔ اُس کا جی چاہ رہا تھا چیخیں مار مار

کر روئے۔ اتنے میں اس نے سنا، وہ کہہ رہی تھیں۔

جمیل کے چچا اللہ رکھے کچہری میں نوکر ہیں۔ ڈیڑھ سو مہینہ تنخواہ پاتے ہیں۔ سو دو سو
مہینہ کی آمدنی اُوپر سے ہو جاتی ہے۔ بڑے سُکھ سے رہیگی۔ عارفہ ان کے پاس بھر میں
سامنے ذرا ابھی انھوں نے تکلیف دی تو وہ لتے لونگی میاں کے کہ مزاج ٹھیک ہو جائے۔"

اس نے جواب دیا۔

"میں تمھاری محبت کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے میری عارفہ کا خیال تو
رکھا۔ لیکن یہ معاملہ ذرا اہم ہے اس کا فیصلہ فوراً نہیں ہو سکتا۔ سوچ کر جواب
دوں گی۔"

مجلس برخواست ہو گئی، لیکن عارفہ ایک سنگی بُت کی طرح وہیں اپنی جگہ بیٹھی رہی
اس کا جی چاہ رہا تھا کاش زمین پھٹ جائے۔ اور مَیں اس میں سما جاؤں۔ اس وقت
جمیل کے بجائے اس کے چچا کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ عمر کوئی ۴۵
کے قریب ہو گی، آمدنی کافی تھی۔ لیکن کپڑے ہمیشہ میلے پہنتے تھے۔ پان کی پیک
سے منہ ہر وقت اگالدان بنا رہتا تھا۔ موٹے ضرورت سے زیادہ۔ اور پھر لطف یہ
کہ نصف درجن تلے اُوپر کے شریر، گھناؤنے اور ہر وقت چیخ چیخ کر رونے
والے بچوں کے شفیق باپ وہ قدرت کی ستم ظریفی کو سوچ رہی تھی، مَیں تو ایک ہی
بچہ کی تمنا کر رہی تھی۔ جو آگے چل کر قوم کا نام روشن کرے گا، لیکن یہ تو بغیر محنت
اور مشقت کے بچے مل گئے، جیسے ایلمونیم کے چھوٹے بڑے برتن، شوہر کے علاوہ

"پھر انتظار کاہے کا ہے؟"

"انتظار کاہے کا ہوتا — غریب گھروں میں پیام ہی آتا نہیں ہے

سب جانتے ہیں عارفہ غریب ماں کی لڑکی ہے، کوئی بھولے سے بھی ادھر

پھٹکتا، لوگ صورت اور سیرت نہیں دیکھتے دولت اور امارت دیکھتے ہیں

انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بڑی دلسوزی کے ساتھ کہا

"سچ کہتی ہو بہن"

پھر کچھ دیر چپ رہ کر بولیں۔

"اللہ جانے میں جھوٹ نہیں کہتی عارفہ کو دیکھ لیتی ہوں تو سینہ میں جیسے

لہریں لینے لگتا ہے۔"

اب عارفہ کو یقین کامل ہو گیا۔ اس کے بعد وہ جمیل کو پیش کرنا

تھا کہ وہ مطمئن ہو کر اٹھ آئے، کہ اس کے کان میں آواز آئی۔

"میں لائی ہوں عارفہ کا پیام"

ماں کے افسردہ چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ اس نے کہا

"تو مجھ سے کیا پوچھتی ہو جمیل بھی تمھارا، اور عارفہ بھی تمھاری"

عارفہ یہ سن کر مسکرا دی، اسد کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا

سے جس دن کا جس گھڑی کا وہ انتظار کر رہا تھا، وہ آ گئی، وفورِ مسرت

کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ کہ اس نے پھر سنا۔

"نہیں بہن جمیل کا نہیں، ایک دوسری جگہ کا پیام ہے"

عارفہ کی ماں کا چہرہ پھر افسردہ ہو گیا۔ لیکن وہ اپنے تئیں سنبھال کر بولیں

ایک بات کھول کر بیان کردی۔ اور اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر منسوب کی گئی تو
اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

پروین نے اسے تسلی دی اور کہا۔

"مت گھبراؤ، میں یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی تمھیں بچالوں گی۔"

پروین نے جب سے تربیت گاہ قائم کی تھی، وہ شہر کے شریف اور معزز گھرانوں میں اکثر بن بلائے پہنچا کرتی تھی۔ اس کا مقصد صرف ایک تھا جہاں تک ہوسکے خواتین میں بیداری پیدا کرے اور زیادہ سے زیادہ لڑکیوں کو تربیت گاہ میں داخل ہونے کی ترغیب دے۔ اس سلسلہ میں وہ دو ایک بار جمیل کے ہاں بھی گئی تھی۔ اور عارفہ کی ماں سے بھی ملی تھی۔ وہ چاہتی تھی اس کی لڑکیاں بھی تربیت گاہ میں داخل ہوجائیں۔ لیکن اب تک اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ جمیل کی ماں باتیں بڑے اخلاق سے کرتی تھیں، خاطر مدارات میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی تھیں۔ لیکن لڑکیوں کے داخلہ کا جہاں تک تعلق تھا، "سخن در این است" کے اصول پر عمل کر رہی تھیں۔

عارفہ سے گفتگو کے چند روز بعد پروین پھر پہنچی حسب معمول جمیل کی ماں نے آؤ بھگت کی۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد پروین نے عارفہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ جمیل کی ماں نے پہلے اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے پھر خوشخبری سنائی کہ وہ اس گھر میں بہو بن کر آرہی ہیں۔ پروین کو موقعہ مل گیا۔ اس نے جمیل کی ماں سے کہا۔

"بڑی خوش نصیبی ہوگی ایسی بہو آپ چراغ لے کر ڈھونڈھتیں تو نہ ملتی۔ جمیل میاں بھی

ان سب کی خدمت بھی مجھے کرنا پڑے گی۔ شوہر! آہ وہ ہیبت ناک شخص

قریب تھا کہ بیہوش ہو کے گر پڑے لیکن سنبھل گئی۔ اس نے سوچا

کی ماں نے دیا ہے شک ہے لیکن میری ماں نے اُسے منظور تو نہیں کر لیا

ظاہر ہو رہا ہے وہ قیامت تک ایسی انمل بے جوڑ شادی منظور نہیں کریں گی

نہ ملے نہ سہی لیکن اس آفتِ ناگہانی سے تو چھٹکارا ہو کسی طرح۔

لیکن کئی دن کے بعد عارفہ نے گھر میں سنا کر ماں نے بہ نسبت

ہے جب بہت سے امیدوار ہوتے ہیں تو مقابلہ ہوتا ہے۔ جب ایک

ہو تو وہ بلا مقابلہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ جمیل کے چچا کا کوئی حریف

میں نہیں آیا، وہ جیت گئے، عارفہ ہار گئی۔ جیتنے والا خوشیاں مناتا ہے اور

والا روتا ہے۔ عارفہ سر سے پاؤں تک آنسو بنی ہوئی تھی۔

اس کا یہ رنگ دیکھ کر پروین کو فکر ہوئی کہ یہ ماجرہ کیا ہے؟

اور فاخرہ نے کسی نہ کسی طرح عارفہ کے دل کا چور معلوم کر ہی لیا۔ ان دونوں

تربیت گاہ کی لڑکیوں کے ساتھ ایسی مہر و محبت کا تھا کہ سب کے دل ایک

کی طرح ان کے سامنے کھلے ہوئے تھے، عارفہ مر جاتی لیکن اپنے دل کا بھید

نہ بتاتی۔ لیکن تربیت گاہ میں جس اصول پر اس کی تربیت ہوئی تھی اس کا تقاضا

تھا کہ وہ ہمت اور حوصلہ سے کام لے۔ دل کی بات زبان پر لائے اور

ناپسند کا اظہار کر دے، لیکن اتنی جرأت ابھی اس میں نہیں پیدا ہوئی تھی کہ

سے انکار کر دے، یا بغیر پوچھے ہوئے پروین کو سب کچھ بتا دے۔

خاموش اور افسردہ تھی۔ جب خود پروین نے کرید کرید کر کے پوچھا تو

بھی جگہ تو ہو رہا ہے۔ لیکن سچ، سچ ہی ہے۔ جوڑ تو ٹھیک نہیں۔"

- آپ جیسی ہمدرد بی بی نے بھی یہ ظلم گوارا کر لیا۔"

- اب تک کہیں سے کوئی پیام ہی نہیں آیا تھا، جوان لڑکی کا گھر میں بٹھائے رکھنا بھی تو عیب ہے۔ میں نے جمیل کے چچا کی نسبت بھیج دی۔ اور تو کچھ کہتی نہیں، یہ جانتی ہوں لڑکی رہے گی آرام سے۔"

- جی بے شک، اس سے بڑھ کر اور کیا آرام ہوگا کہ ایک وقت میں سات شوہروں کی خدمت کرے گی۔"

- کیا مطلب؟ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

- کہہ یہ رہی ہوں کہ ایک تو خود اصل شوہر کہیئے ہاں، پھر ان کے بعد بچے، وہ بھی تو اپنی ماں سے خدمت ہی لیں گے۔ خدمت کرنے کے قابل تو وہ ہیں نہیں۔"

- ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"

- آخر آپ نے جمیل میاں کا پیام کیوں نہیں دیا؟"

- اللہ اللہ کرو بیٹی۔ کہاں جمیل۔ کہاں عارفہ۔"

- میں سمجھی نہیں۔"

- کہاں راجہ بھوج۔ کہاں گنگو اتیلی۔"

- آپ کا یہ مطلب ہے، کہ عارفہ اس قابل نہیں کہ آپ کی بہو بن سکے۔؟"

- ہاں مطلب تو یہی ہے۔"

- وہ بدصورت ہے۔؟"

- بدصورت کیوں ہوتی، آدمی کی بچی ہے!"

فخر کریں گے کہ عارفہ جیسی بیوی انہیں ملی۔"

وہ بولیں۔

"اے ہے بیٹی، تم نہ جانے کیا سمجھ رہی ہو عارفہ کی شادی جمیل سے

"پھر کس سے ہو رہی ہے"

"اللہ رکھے اس کے چچا ہیں نا۔ خلیل میاں انہی سے۔"

پروین نے حیرت اور استعجاب کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے

"سچ!"

"اور سنو۔ کیا میں جھوٹ بولوں گی؟"

"لیکن یہ تو بڑا ظلم ہے!"

"ظلم کیسا؟"

"بھلا عارفہ کا اور ان کا جوڑ ہی کیا ہے؟"

"بیٹی شادی میں صرف جوڑ ہی نہیں دیکھا جاتا، کچھ اور چیز بھی دیکھی جاتی ہے

"مثلاً؟"

"مثلاً کیا۔ مثلاً دولت۔"

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ عارفہ غریب ہے اس لیے بے جوڑ شادی

"اور کیا!"

"اور اگر وہ امیر ہوتی؟"

"پھر کسی اچھی جگہ بیاہی جاتی۔"

"تو آپ بھی اسے تسلیم کرتی ہیں کہ اس کا بیاہ اچھی جگہ نہیں ہو رہا ہے

۔ یعنی وہ امیر ہے "

۔ امیر نہیں ہے تو غریب بھی نہیں ہے "

وہ عاجز آکر بولیں۔

۔ ہوگا ہمیں تو معلوم نہیں "

پروین نے کہا

۔ آپ کو نہیں معلوم۔ لیکن میں جانتی ہوں۔ اچھی طرح سب کچھ "

۔ آخر وہ ایسی کیا بات ہے جو تم جانتی ہو، ہم نہیں جانتے "؟

۔ مثلاً اس کے پاس اچھے اچھے گہنے زیور بھی ہیں، قیمتی اور زرق برق بھڑک دار کپڑے بھی، اچھے اچھے چینی تانبے کے برتن بھی اور اس کے نام پر بنک میں شادی کے لیے پانچ ہزار روپیہ بھی جمع ہے "

جمیل کی ماں کوئی دولت مند نہیں تھیں، کھاتا پیتا گھر تھا، کسی کی مقروض نہیں تھیں اور خوشحالی سے بسر ہو رہی تھی۔ انھوں نے بیٹے کی شادی کیلئے اُمید و آرزو کے جو قلعے بنائے تھے وہ بہت زیادہ اونچے نہیں تھے۔ پروین کے منہ سے یہ باتیں سُن کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ مسکرا کر شک و شبہ کے لہجہ میں بولیں۔

۔ ہوں "

پروین نے کہا۔

۔ آپ کو یقین نہیں آیا شاید "؟

وہ بولیں۔

۔ کانوں سُنی کا یقین آسکتا ہے لیکن آنکھوں دیکھی کا کیسے یقین آجائے "

"بیٹے ہنر ہے۔"

"میں یہ بھی نہیں کہتی، بہت کچھ جانتی ہے اور جب سے تمہارے

واقعی اسے بہت کچھ آگیا ہے۔"

"عمر زیادہ ہے اس کی۔"

"نہیں عمر زیادہ کیوں ہوتی؟ اٹھتی جوانی ہے۔ ابھی اس کی کیا

برس کی، عادتوں کی بھی اچھی ہے۔"

"جب اس میں کوئی برائی نہیں ہے تو آپ نے اسے کیوں نظر انداز

"بیٹی خدا سے ڈرو۔ میرا اکلوتا بچہ۔ اس کا بیاہ کیسی ایسی جگہ کروں گی

جانے میری شادی ہوئی ہے۔"

"یعنی کسی امیر گھر میں؟"

"اور کیا؟"

"لیکن عارفہ کو آپ غریب کیوں سمجھتی ہیں؟"

"اے ہے کون سے ہاتھی جھول رہے ہیں۔ وہاں۔ ذرا ایسی ہی

—— مجھ سے زیادہ اسے کون جانے گا۔ جہیز میں دینے کے

کے پاس ایک برتن نہیں۔ برات میں پہنانے کے لیے اچھے کپڑے نہیں

لوگوں کے بلانے اور دعوت کرنے کیلئے جھنجی کوڑی نہیں ——

غریب کے ماتھے پر لکھا ہوتا ہے؟"

پروین نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن میرا خیال یہ ہے کہ آپ کی اطلاعات صحیح نہیں ہیں۔"

"یہ نہ کہیے، میں نہیں مانتی"

"کیا نہیں مانتیں؟"

"یہی کہ آپ عارفہ کو بیٹی کی طرح چاہتی ہیں"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں!"

"اتنی بڑی بے ادبی تو میں نہیں کر سکتی، لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ سچ نہیں ہے!"

ذاتیات کی بحث انھیں بُری معلوم ہوئی۔ انھوں نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"جو کچھ بھی ہو، یہ بتائیے، آپ ایسا کرتیں بھلا؟"

"اے نوج!"

"پھر عارفہ کا پیام کس دل سے دیا گیا آپ سے؟ اس کے بارے میں یہ اے نوج۔ کہاں چلا گیا تھا؟"

معاملہ یہاں تک بڑھ جائے گا اور جرح اس قسم کی ہونے لگی اس کا انھیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ وہ جھلا کر بولیں۔

"تم تو ایسا معلوم ہوتا ہے آج مجھ سے لڑنے آئی ہو؟"

پروین نے مسکرا کر کہا

"لڑنے نہیں، آپ کے مہر مادری کے جذبہ کو ابھارنے"

وہ واقعی اب خفا ہوتی جا رہی تھیں، سرد مہری کے ساتھ خاموش بیٹھی رہیں۔

پروین نے کہا

"جس طرح آپ اپنی لڑکی کی بے جوڑ شادی نہیں کر سکتیں اسی طرح مجھے یقین ہے۔

"پروین نے کہا

"اگر آپ جمیل میاں کا پیام دینے کا وعدہ کریں تو میں اپنے قول کی

سکتی ہوں، بلکہ سب کچھ لا کر آپ کے سامنے ڈھیر کر دوں گی۔"

"ایسا بھی کہیں ہو سکتا ہے۔"

"کیوں؛ کیا ہوا؟"

"چچا کی منگیتر بھتیجے کو بیاہ دی جائے۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"جو سُنے گا کیا کہے گا بھلا؟"

"منگنی کوئی نکاح تو نہیں ہے کہ ٹوٹ نہ سکے بلکہ نکاح بھی ٹوٹتا ہے اور ٹوٹتا رہتا ہے

اب وہ پروین کی باتوں کی قائل ہوتی جاتی تھیں، بلکہ دل ہی دل میں اس

رہ چکی تھیں کہ اگر واقعی عارفہ کے بارے پروین نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے۔ تو اس

مستحق جمیل سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن دل کی بات زبان پر لاتے ہو

جھجکتی تھیں۔ پروین نے ان کی کیفیت بھانپ لی۔ اس نے کہا

"ایک بات پوچھوں بتایئے گا؟"

"پوچھو؟"

"آپ کے دل میں عارفہ کی جگہ ہے؟"

وہ محبت بھرے لہجہ میں بولیں۔

"یہ بھی خوب کہی، میں تو اسے اپنی لڑکی سمجھتی ہوں۔"

"پروین نے دیکھا گرفت کا بہترین موقعہ ہاتھ آ گیا، اس نے کہا۔

باب ۲۱

حرامی

پروین کے پڑوس میں ایک غریب عورت رہتی تھی محنت مشقت کر کے روکھی سوکھی کھاتی تھی ، اور زندگی گزار رہی تھی ، اس کی ایک تین چار برس کی لڑکی بھی تھی ، یہ عورت کبھی کبھی جب بہت مجبور ہو جاتی تھی تو پروین کے پاس آتی تھی - اور اٹھا نے قرض مانگتی تھی ، پروین کو معلوم تھا یہ اسی وقت قرض مانگنے آتی ہے جب اس پر اور اس کی بچی پر کڑا کے کے فاقے لوٹے چکتے ہیں وہ فوراً پانچ روپیہ کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھتی تھی ، اسے دلدہی اور تشفی کی باتیں کرتی تھی پھر اسے رخصت کر دیتی تھی - اپنی زندگی میں اس نے اس غریب عورت سے زیادہ نیک اور خود دار کوئی عورت نہیں دیکھی تھی ۔

لیکن اس عورت سے محلہ کے سب شرفا نفرت کرتے تھے ، منصور چچا تو اسے اپنے گھر میں گھسنے بھی نہیں دیتے تھے اور رضیہ پھوپھی اس کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھیں ۔ وہ اسے بدمعاش آوارہ کہتی تھیں - اور اس کی اکلوتی اور معصوم بچی کو انہوں نے حرامی کا خطاب دیا تھا ، یہی وجہ تھی کہ اسے محنت مزدوری کرنے کے سلسلہ میں بھی سہولتیں حاصل نہیں تھیں - شریف لوگ جب اسے اپنے گھر میں گھسنے دیتے تھے تو اس سے کام کیسے لیتے ؟ جب اس کی صورت

آپ عارفہ کی بھی نہیں ہونے دیں گی ———— اب بتائیے ...

رہی ہوں کچھ !"

ان کا غصّہ کافور ہو گیا ، مسکرائیں ۔ فرمایا ۔

" اچھا تو پھر ———— آخر میں کروں کیا ؟"

" خلیل میاں سے کہہ دیجئے ، عارفہ کی ماں کو یہ رشتہ ناپسند ہے ...

بعد جمیل میاں کا پیام دیکر اسے اپنی بہو بنا کر لے آیئے اس گھر میں ۔

" اور اگر وہ بگڑ گئے تو ؟"

" بگڑ کر آپ کا کیا بگاڑ لیں گے ؟"

بڑی دیر تک اسی طرح پروین انھیں شیشہ میں اُتارتی رہی اور وہ ...

اُترتی رہیں ۔ وہ غریب عارفہ کو ٹھکرا سکتی تھیں لیکن جو عارفہ اپنے ساتھ ...

نقد اور ہزاروں کا زیور ، کپڑے ، برتن لے کر آ رہی ہو ، اُسے وہ ٹھکرانا چاہتیں ...

بھی نہیں ٹھکرا سکتی تھیں ۔ اب واقعی وہ اپنے پہلے فیصلہ پر دل ہی دل میں ...

ثانی کر رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں ، اسے کیونکر بدلا جائے ۔

○

عورت کے منہ پر تھوکا، اُسے گالیاں دیں اس کا بائیکاٹ کر دیا اور زندہ رہنے کے راستے اس پر بند کر دیئے، وہ مرد مونچھوں پہ تاؤ دے رہا تھا، اور یہ عورت قسمت کو رو رہی تھی۔

مرد اپنی ذات سے ایک سماج ہے، اور عورت اس سماج کی لونڈی، حرامی لڑکی کا شریف باپ ایک نئی نویلی دلہن بیاہ کر لایا، اور اُس کے ساتھ مزے کرنے لگا۔ حرامی لڑکی کی بدمعاش ماں کو شوہر نہ مل سکا اور وہ رو رو کر زندگی کے دِن کاٹتی رہی۔ یہ عورت اسی محلہ میں رہتی تھی، جس میں منصور اور رضیہ رہتے تھے۔ لیکن جب وہاں اس کا بائیکاٹ کیا گیا، تو یہ اِس محلہ میں اُٹھ آئی۔ جہاں پروین رہتی تھی۔ پُرانے محلہ والوں کی طرح یہاں کے نئے لوگ اس کی جان کے گاہک تو نہ تھے لیکن آبرو کے گاہکوں کی یہاں بھی کمی نہیں تھی۔ یہاں کے لوگ اس کے ماضی سے دلچسپی نہیں لیتے تھے، حال پر نظر رکھتے تھے۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے، یہ کہاں سے اور کہاں بھاگ کر آئی ہے، یہ جانتے تھے کھرا مال ہے۔ کسی قیمت پر بھی گراں نہیں۔

لیکن اس محلہ میں آکر ایسی خاموشی، یکسوئی اور بے تعلقی کی زندگی اس نے بسر کی اس استقلال اور عزم سے اس نے حملوں کا مقابلہ کیا کہ رفتہ رفتہ کنڈیاں کمزور پڑنے لگیں۔ اسے دیکھ کر سیٹیاں بجنا بند ہو گئیں۔ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے گانا گانے والے اور "نجر کے تیر" کا دُکھڑا رونے والے خاموش ہو گئے۔

پروین کو یہ بات معلوم ہوئی، تو اُس نے اس کے ساتھ رحم و عنایت کا

دیکھنے کے روادار نہیں تھے۔ تو اسے خیرات کیسے دیتے؛

اصل واقعہ یہ تھا کہ عنفوانِ شباب میں وہ ایک پڑوسی نوجوان کو اپنا دل دے بیٹھی۔ اس نے شادی کا وعدہ کیا۔ سبز باغ دکھائے، ساتھ زندگی بسر کرنے کی امیدیں دلائیں۔ عشق اور محبت کا سوانگ بھرا، اور جب اعتماد قائم کر لیا تو دھوکہ دے بیٹھا۔ آبرو لوٹنے کے بعد اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

یہ پہلی ٹھوکر تھی، مرد کے متعلق یہ اس کا پہلا تجربہ تھا۔ اس نے اپنے ناموس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا تھا، لیکن ایک قیمتی تجربہ اور ایک عمر والا سبق اس نے حاصل کر لیا تھا۔ اس نے ٹھوکر کھائی تھی، لیکن ٹھوکر کھانے کے لیے نہیں سنبھلنے کے لیے، مردوں پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ اور وہ ہر مرد کو بھیڑیا سمجھنے لگی تھی۔ اس حادثہ کے بعد بھی اس کے کئی ایک گاہک ہوئے۔ بعض نے شادی کی کمند پھینکی۔ بعض نے دولت کی۔ کسی نے نصیحت کا انچھر پھونکا۔ کسی نے ہمدردی اور خیر خواہی کا۔ لیکن وہ کسی کے دام میں نہ آئی۔ اسے مرد کی صورت سے نفرت ہو گئی تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ اپنی زندگی میں اب کسی مرد کو نہیں داخل ہونے دیگی، زندگی بغیر مرد کے بھی گزر سکتی ہے اور وہ صرف عورت کی حیثیت سے یکہ اور تنہا زندگی گزارے گی۔ وہ محنت مزدوری کرتی تھی اور اپنا پیٹ پالتی تھی۔

لیکن اس کا پہلا اور آخری گناہ بے نتیجہ نہیں رہا۔ وہ ایک ننھی سی ناجائز بچی کی ماں بن گئی۔ اس حادثے نے آگ پر تیل کا کام کیا، سماج کے ٹھیکہ داروں میں کھلبلی مچ گئی۔ انھوں نے اس مرد کو کچھ نہ کہا، جو اس بچی کا باپ تھا لیکن

جب سے اختری خانم کا مقدمہ دائر ہوا تھا، ظاہری صاحب سلامت اور ملنے جلنے کا سلسلہ بھی بند ہو گیا تھا۔ لیکن اس حادثے کی خبر سنتے ہی یہ سب حضرات بغیر کسی بلاوے کے پہنچ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، فوجداری کے لیے آئے ہیں۔

پروین ان ناخواندہ مہمانوں کو یک بیک آتا دیکھ کر حیران ہو گئی۔ وہ ان سب سے نفرت کرنے لگی تھی۔ اور نہیں چاہتی تھی کہ یہ اس کے گھر میں آئیں۔ لیکن جب یہ آگئے تو اس نے اخلاق اور شرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ بڑے تپاک اور اخلاق سے پیش آئی۔ رضیہ بیگم نے کہا۔

"ان تکلفوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم فیصلہ کرنے آئے ہیں!"

پروین نے حیرت کے ساتھ پوچھا۔

"فیصلہ؟"

"ہاں فیصلہ! ابھی اور اسی وقت۔"

"فرمائیے:"

"ہم نے سنا ہے، وہ موئی حرافہ مر گئی۔"

"جی ہاں۔ اس کا انتقال ہو گیا۔"

"ہمیں معلوم ہوا ہے، اس کی حرامی چھوکری کو تم نے اپنے گھر میں پناہ دی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ وہ اب میرے پاس ہے۔"

غصے سے بے قابو ہو کر چیخیں۔

"لیکن میں پوچھتی ہوں۔ کیوں آئی وہ اس گھر میں؟"

"میں نے اسے رکھا ہے۔ میرے بلانے سے وہ آئی ہے۔"

سلوک کرنا شروع کیا، اپنی پاپی زندگی میں پہلی مرتبہ اُسے ایک ایسی عورت ملی
جو اس سے نفرت نہیں کرتی تھی۔ ہمدردی رکھتی تھی۔ جو اس کے سامنے
بھڑکتی نہیں تھی۔ مدد کرتی تھی۔ جو اسے دیکھ کر نفرت سے منہ نہیں پھیرتی
انسانیت سے بٹھاتی اور باتیں کرتی تھی۔ کئی مرتبہ پروین نے اسے ملازمت
کی دعوت دی، لیکن اس نے انکار کر دیا، وہ کہتی تھی۔ میں آپ کے گھر
لگ کر آپ کو بدنام نہیں ہونے دوں گی۔ میرے لیے یہ بہت ہے کہ کبھی
مجبور ہو کر میں قرض مانگنے آتی ہوں، اور بھیک لے کر چلی جاتی ہوں۔

اتفاق سے یہ عورت نمونیہ میں مبتلا ہوئی اور صرف دو روز بیمار رہ کر
دنیا سے رخصت ہو گئی، پروین نے یہ سنا تو سن سے ہو گئی۔ اسے بڑی
ہو گئی تھی اس عورت سے۔ فوراً اس نے اشفاق کو بلا کر کفن دفن کا انتظام کرنے
ہدایت کی۔ اور تاکید کی، کہ لڑکی کو اپنے ساتھ لیتا آئے۔ بیچاری کا اب اس
میں کوئی نہیں رہ گیا ہے وہ یہیں رہے گی۔ اور جب تک میں زندہ ہوں اسے
کے غم کو محسوس نہیں کرنے پائے گی۔ اشفاق نے عقیدت کے ساتھ حکم کی تعمیل
اور پاپی عورت کو دفن کرنے کے بعد اس کی لاوارث لڑکی کو اپنے ساتھ لے

شدہ شدہ یہ خبر خاندان کے بزرگوں کو ہوئی، کہ پروین نے ایک آوارہ
کی حرامی اولاد کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے۔ پروین اگر خود حرامکاری کی مرتکب
تو شاید ان لوگوں کو اتنا غصہ نہ آتا لیکن اس نے ایک حرامی لڑکی کو اپنے گھر
پناہ دی، اس کا برداشت کرنا حقیقتاً ناممکن تھا۔

پروین کے یہاں اب منصور و رفیعہ بنتیں، ادھر آنا جانا بالکل بند

بلقیس نے اپنے نے عباس کی طرفداری کرتے ہوئے کہا۔

"- زبان سنبھال کے بات کرو، ذرا اپنے چہرہ اور دامن کو تو دیکھو!"

منصور چچا نے گرج کر کہا۔

"- ننگ خاندان تو نے ناک کٹا دی ہماری۔ اس نطفۂ حرام کو گھر میں رکھ کر!"

رضیہ بیگم نے نعرہ لگایا۔

"- چل دور دفان۔ بڑی آئی ہے لوگوں کو نکالنے والی۔ موئی کٹنی ——— کہے دیتی ہوں، اگر وہ لڑکی یہاں رہی تو قیامت برپا کر دوں گی۔"

"- آپ قیامت کیوں برپا کر دیں گی، کیوں نہ رہے وہ یہاں؟"

رضیہ بیگم نے کڑک کر کہا۔

"- یہ گھر تیرے باپ کا نہیں ہے ہمارے بھائی کا ہے اس گھر کی بدنامی ہماری بدنامی ہے۔ ایک تو خود بڑھیا ہو گئیں اور اب تک بن بیاہی بیٹھی ہو یہی دیکھ کر شرم سے ہماری گردن جھک جاتی ہے ساری دنیا تھوک رہی ہے اس بے غیرتی پر دوسرے بھیا کے گھر میں ایک حرامی لونڈیا کو رکھ کر اور زیادہ ہماری ناک کٹانا چاہتی ہو؟"

پروین خاموشی کے ساتھ رضیہ بیگم کا رجز سنتی رہی پھر اُسنے سنجیدگی کیساتھ کہا۔

"- یہ گھر میرے باپ کا ہے یہ دوسری بات ہے کہ وہ آپ کے بھائی بھی تھے۔ باپ کا گھر اولاد کو ملتا ہے بھائی، بہن کو نہیں۔ اس گھر کی مالک اب میں ہوں اور اس گھر کو جیسے چاہوں استعمال کر سکتی ہوں۔ آپکو کوئی حق نہیں ہے کہ اعتراض کریں!"

"- چاہے تو اسے کنجر خانہ بنا لے؟"

"تجھے کیا حق تھا؟"

پروین کو غصہ آیا۔ لیکن وہ پی گئی، اس نے نرم لہجہ میں کہا۔

"میرا گھر ہے، میں جسے چاہوں رکھوں، کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے

"ہوش کی بات کرو ہوش کی۔ لو اور سنو، ہم "کسی" میں داخل ہیں کیا

ہمارے بھائی کا نہیں، کسی غیر کا ہے۔"

"ان باتوں سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

منصور چچا بولے۔

"اس لڑکی کو اس گھر سے نکال دو۔ فوراً ابھی!"

پروین نے ایک عزم کے ساتھ کہا۔

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ یہیں رہے گی۔"

رضیہ بولیں۔

"وہ شفق ہرگز نہیں رہ سکتی یہاں۔ کیسے دیتی ہوں۔"

"میں بھی کیسے دیتی ہوں، وہ ضرور یہاں رہے گی۔"

ارشاد نے برہمی اور بدتمیزی کے ساتھ پوچھا۔

"یہ چچا مرحوم کا گھر ہے یا قحبہ خانہ، یہاں شریفوں اور بزرگوں کو

نکال دیا جاتا ہے اور آبرو باختہ عورتوں کی سرپرستی کی جاتی ہے؛ حرامی

جاتا ہے، معلوم ہو گئی قدر و عافیت!"

پروین نے برہم لب و لہجہ میں کہا۔

"آپ اس لیے اس گھر سے نکالے گئے تھے کہ آپ اسی کے مستحق

پروین کس کے بارے میں کہہ رہی ہے، اتنے میں پہلی مرتبہ پروین نے

نے سنا نہیں؛ جائیے پولیس چوکی پر ٹیلی فون کیجئے کہ بلوہ کرنے کی
بدمعاش یہاں گھس آئے ہیں!"

اشفاق اب تک نہ سمجھ سکا کہ کون بدمعاش ہیں، جو بلوہ کرنے گھس آئے
پروین کو جھوٹا بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے حکم کو ٹال بھی نہیں سکتا تھا۔
وہ اُلٹے پاؤں واپس ہُوا۔

وہ واپس جانے کے لیے مڑا، ارشاد نے لپک کر اُس کی گردن
اس سے لپٹ کر دھینگا مشتی کرنے لگا، اشفاق نحیف اور سیدھا
بزدل نہیں تھا۔ ارشاد نے اچانک وار کر کے اس کی کنپٹی پر گھونسہ
لیکن اس نے سنبھل کر ارشاد کو اڑنگے پر لیا اور اٹھا کر دھڑ سے پختہ فرش پر ٹپک دیا۔
منصور دونوں کو صورت حال کی سنگینی کا احساس ہُوا، منصور ایک
موقع شناس آدمی تھا۔ اس نے اپنے کمزور پہلو کو تاڑ لیا۔ اُس نے سوچا
اور پروین اپنے بیان پر قائم رہی، تو ہم سب کی گرفتاری اور
ساتھ بدنامی اور رسوائی میں شبہ نہیں کچھ یہ سوچ کر اور کچھ
میں مصروف دیکھ کر اس نے مناسب یہی سمجھا کہ یہ مجلس جلد
ہو جائے۔ اس اچانک محاصرہ کا مقصد یہ تھا کہ پروین بہر صورت
ڈر جائے گی، لیکن نہ وہ دبی، نہ ڈری، بلکہ پولیس کو بلانے پر
عقلمندی کا تقاضا یہی تھا کہ بات بڑھنے نہ دی جائے۔

"قحبہ خانوں کی اس شہر میں کمی نہیں ہے فہرست (ارشاد کی طرف اشارہ...
ان سے معلوم کی جا سکتی ہے۔"

ارشاد نے کہا

"حرام زادی تیرا گلا گھونٹ دونگا، اب اگر تُو نے میرے بارے میں کچھ کہا...
منصور نے کہا

"اتنے جُوتے ماروں گا کہ کھوپڑی گنجی ہو جائے گی، شیلطان کی خالہ...
رضیہ بیگم بولیں۔

"اب کی تُو نے کچھ کہا، تو زلکھ لگا کر زبان کھینچ لوں گی۔ گدی سے باہر...
دوزخی کہیں کی!"

بلقیس سے بھی خاموش نہ رہا گیا۔ وُہ بولی۔

"چڑیل! ——— ذرا صورت تو دیکھ آئینہ میں!"

یہ لوگ گرج گرج کر یہ باتیں کر رہے تھے اور گھر کی مامائیں اور خادمائیں خوف...
کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ فاخرہ تربیت گاہ گئی ہوئی تھی اور وہ مرالی...
سہمی ہوئی ایک کمرے میں پڑی یہ نعرے سن رہی تھی، شور و غل سن کر اشفاق خیر...
احوال کے لیے اندر آیا۔ اُسے دیکھ کر پروین نے کہا۔

"آپ پولیس چوکی پر ٹیلیفون کیجئے کہ چند بدمعاش اس گھر میں گُھس آئے ہیں...
اور بلوہ کر رہے ہیں۔"

اشفاق کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ ماجرہ کیا ہے وہ اس خاندان کے بزرگوں...
واقف تھا، انھیں بلوائیوں اور بدمعاشوں کے روپ میں دیکھ کر وہ حیران رہ گیا...

[illegible] حقارت بھری نظروں سے پروین کی طرف دیکھ کر رضیہ بیگم سے کہا
[illegible] نے اس لڑکے کے بیٹے کو جس نے یہاں پروین کا بزرگ بن کر اس کی غلطی
[illegible] کرنے آیا تھا، لیکن اس نالائق نے میری گردن بھی جھکا دی۔ مجھے
[illegible] سے معافی مانگنی [illegible] اب میں اس سے معافی مانگنے پر مجبور ہوں"

پھر پروین سے مخاطب ہوئے

"بھول جاؤ بیٹا، اس نالائق کی حماقت کو۔ میں تمہارا چچا تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

[illegible] نے رضیہ سے کہا۔

"اب یہاں ٹھہرنا بیکار ہے پروین کا غصہ بجا ہے —— کمبخت
[illegible] ذلیل ہوا اور ہمیں بھی ذلیل کیا —— اب سوچ کیا
—— چلو —— چل نکلو"

پروین بدستور خاموش کھڑی تھی کہ منصور کے حکم پر یہ فوج پسپا ہو گئی۔ کمانڈ
[illegible] صاحب سمجھا ہے فوج کو پیچھے ہٹا لیتا ہے فوج کا پیچھے ہٹنا شکست [illegible] ہم
[illegible] ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے اب ہم جاتے ہیں اور موقع ملنے پر [illegible]
[illegible] فیلڈ مارشل ڈیول جیسے سپہ سالار جب اس جنگی [illegible]
[illegible] تو منصور چچا تو پھر منصور چچا تھے

[illegible] کے روانہ ہونے کے بعد پروین نے [illegible]
[illegible] اس نے بڑے اضطراب کے ساتھ پوچھا۔
"[illegible] یہ کیا ہوا؟"

اشفاق نے [illegible] کے پاس لے جا کر کہا

منصور تیزی سے اشفاق اور ارشاد کے قریب پہنچا
نہیں کہا، ارشاد کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور کہا۔
"نالائق، ایک شریف اور بے گناہ انسان پر تم نے
مجھے تمہارے ساتھ ذرا بھی ہمدردی نہیں ہے، بہت اچھا ہوا
بھی یہی تھی، تم اسی قابل تھے۔"

پھر وہ اشفاق سے مخاطب ہوا۔

"اس نالائق کی طرف سے میں آپ سے معذرت کرتا ہوں
ہر کام کو بگاڑ دیتا ہے ——— ارے بھئی یہ ہمارا گھر
بچی ہے اسے غلط راستے پر چلتے دیکھیں گے، ضرور ٹوکیں گے
تو نہیں ہیں کہ ہم اس کے دشمن ہیں ——— آپ
کیجیے یہ گرفتار ہو۔ اور سزا پائے۔ تب ہی میں خوش ہوں گا۔"

وہ پھر ارشاد کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں پروین کا چچا ہوں، تم تو نہیں ہو۔ میں اسے سخت سست
تم تو نہیں کہہ سکتے، تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور آگے
معقولات کرنے کو کس نے کہا تھا ———
سے یا کھڑے رہو گے؟ ابوالہول کے مجسمہ کی طرح

ارشاد دھم دھم کرتا غصہ کے عالم میں پختہ فرش پر زور
رکھتا ہوا بغیر کچھ جواب دیئے ہوئے چلا گیا اس کے جانے کے

"نالائق اولاد بھی ایک مصیبت ہے لعنت ہے ایسی اولاد

پروین نے بڑی دلسوزی کے لہجہ میں کہا۔
"آپ ایسی باتیں نہ سوچا کیجیے، آپ کی بات کسی کو بُری لگ سکتی ہے بھلا —؟"
پٹی بندھ چکی تھی اور پروین کے قرب کی گرمی، اب اشفاق کے دل میں بھڑک رہی تھی۔۔ وہ باہر آگیا۔ اور کچھ سوچنے لگا۔ پروین اپنی کرسی پر تھکے ہوئے مسافر کی طرح بیٹھ گئی اور کچھ سوچنے لگی ——— نہ جانے کیا؟

"کچھ نہیں، خون نکل رہا ہے، ٹھیک ہو جائے گا۔"

پروین نے محبت بھری نظروں سے اس کے زخم کو دیکھ

"آئیے! پٹی باندھ دوں"

اشفاق اپنی مرہم پٹی کے لیے خود ہی باہر جا رہا تھا لیکن
رد نہ کر سکا۔ واپس ہوا، اور کان اسکے سامنے کر کے کھڑا ہو گیا۔ جیسے
ماسٹر کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

اشفاق کی اس سادگی اور معصومیت سے پروین بہت
اپنے رومال سے اس کا زخم صاف کرتے ہوئے اور پٹی باندھتے ہوئے

"آپ الجھ کیوں پڑے؟ ——— خواہ مخواہ کھال

اشفاق نے پٹی بندھواتے بندھواتے کہا

"میں نے تو جوابی حملہ کیا تھا ——— مجھے اپنے
کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ لیکن مجھے اس کا افسوس ضرور ہے کہ آپ کے
مخواہ مجھ سے لڑ پڑے، حالانکہ میں تو صرف آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا
ان سے لڑنا نہ تھا ——— آپ کو ناگوار
میرا ان سے لڑنا؟"

پروین نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اٹھا کر اشفاق کو دیکھا اور
"بالکل نہیں۔ وہ مستحق اسی کا تھا، جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا"

اشفاق کو اطمینان ہو گیا۔ اس نے کہا

"میرا دل دھڑک رہا تھا، کہ آپ کو برا نہ معلوم ہوا ہو"

وہ روزینہ اس کا مقرر کیا تھا اُسے معاف کر سکتی تھی، ضرورت پڑنے پر خود اپنی
جیب سے اس کی مدد بھی کر سکتی تھی، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا، کہ وہ ارشاد کے رحم و کرم
پر زندگی بسر کرے۔ اسی کی ہو رہے وہ اپنے قدردانوں کو بھی خوش رکھنا چاہتی تھی
قدردانوں کی حمایت سے اس کا ٹھاٹھ اور بھرم قائم تھا، ارشاد کی نگاہِ لطف سے
اسے دل کو سکون ملتا تھا، ایک وہ گروہ تھا جو اس کی دنیا سنبھال رہا تھا۔ دوسرا
وہ شخص تھا جو اس کا دل تھامے ہوئے تھا۔

دوسرے روز گاہکوں کو رخصت کر کے رات گئے اپنے خلوت کدہ میں آ کر سب سے
پہلے غسل کرتی تھی، گویا گاہکوں سے جو گندگی اور ناپاکی ملتی تھی۔ اسے وہ دھو
ڈالتی تھی اور پاک صاف ہو کر پھر سے بناؤ سنگار کر کے اپنی کافر اداؤں میں
اور زیادہ خونریزی کی صلاحیت پیدا کر کے، بن ٹھن کے بیٹھ جایا کرتی تھی، اب تک
جو لوگ آئے تھے وہ اس کے گاہک تھے، اب جو آنیوالا ہے اس کی وہ خود
خریدار تھی۔ کتنا بڑا فرق تھا، دونوں میں ——— !!

ادھر کئی روز سے ارشاد نہیں آیا تھا۔ وہ روز اپنی دکان بڑھا کر اُمید و
آرزوؤں کا مجسمہ بن کر، اپنے خلوت کدہ میں ——— جسے ارشاد نگارخانہ
کہا کرتا تھا ——— پہنچتی تھی اور بارہ سے دو، دو سے تین بج
جاتے رات کے مگر وہ نہ آتا۔ وہ کروٹیں بدل بدل کر اس کا انتظار کرتی انگڑائیاں
لیتی اس کی راہ دیکھتی، آئینے کے سامنے کھڑی ہو ہو کر، اپنی کشش اور سحر طرازی
دیکھتی۔ آئینہ کہتا تو حسن کی رانی ہے، دل کہتا پھر وہ کیوں نہیں آئے۔

وہ سوچتی، اشراف اس کے دروازہ پہ آتے تھے اور آیا کرتے تھے۔

باب ۲۲

شکست

اشفاق کی محنت اور فرخ حسین کی سعی و کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار مقدمہ ہار گئے، یہ شکست دراصل منصور اور ارشاد کی شکست تھی۔ ان دونوں نے مقدمہ کامیاب بنانے میں پانی کی طرح روپیہ بہایا تھا، دوڑتے دوڑتے دن رات ایک کر دیا تھا۔ وکیلوں کا نذرانہ اور محنتانہ دیتے دیتے، مقدمہ کی تفصیل حاصل کرتے کرتے، اپنے آپ کو ہلکان کر لیا تھا، لیکن ساری محنت اکارت گئی نقصان الگ ہوا۔ ذلت الگ، جو دیکھتا مسکرا کر گردن جھکا لیتا تھا، اور یہ جانتے تھے، ہماری شکست پر خندہ زنی ہو رہی ہے۔

منصور چچا دردِ دل لیے ہوئے گھر میں گوشہ نشین تھے، باہر نکلتے ہوئے شرم سے انہیں پسینہ آتا تھا، لیکن ارشاد کا گھر میں جی گھبراتا تھا۔ دو چار روز تک گھر میں قید رہا پھر اس نے جرأت رندانہ سے کام لیا اور سیدھا فیروزہ کے ہاں پہنچا۔ فیروزہ اگرچہ بیسوا تھی اور ارشاد سے اس کا تعلق اسی حیثیت سے تھا لیکن پھر بھی عورت تھی اس نے ارشاد کو شکار کیا، اور رفتہ رفتہ خود اس کی اسیر ہو گئی وہ واقعی اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ لیکن یہ محبت بالکل خالص نہ تھی اس میں اغراض کی موجودگی بھی تھی۔ وہ ارشاد کیلئے اچھے اچھے گاہکوں کو چھوڑ سکتی تھی

ارشاد نے آگے بڑھتے ہوئے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں"

اب دروازہ پھر بند ہو چکا تھا، ارشاد اور فیروزہ اپنے قلعہ میں بند تھے وہ بولی۔

"میں تو سمجھی تھی، تم ہاتھ سے گئے، یا تو ذوق وشوق کا یہ عالم کہ جب تک فیروزہ کے ہونٹوں کی شراب نہ پی لو چین نہیں آتا تھا یا یہ بے پروائی کہ یہ بھی نہ پوچھا کہ فیروزہ مرگئی ہے یا زندہ ہے"

ارشاد نے افسردہ لب ولہجہ میں کہا۔

"ایسی باتیں کر کے میرے دل کو اور پریشان نہ کرو"

"خدا خیر کرے ہوا کیا"

"شکست"

"مقدمہ ہار گئے"

"ہاں"

"پھر اب"

"میں ہمت ہارنا نہیں جانتا۔ دشمن کے قلعہ پر ایک ہی طرف سے حملہ نہیں کیا جاتا"

"تو بہ ہے آخر تمہیں لڑنے بھڑنے کا اتنا چسکہ کیوں ہے"

"یہ زندگی اور موت کا سوال ہے"

"واہ رے زندگی اور موت کا سوال کیوں آخر"

فیروزہ ارشاد کے قریب آگئی، بہت قریب اُس نے کہا

"تم یہاں جب آیا کرو، غم اور پریشانی کو باہر چھوڑ کر آیا کرو، یہ کمرہ جنت ہے۔"

لیکن وہ کسی شریف کے دروازے پر دستک نہیں دے سکتی تھی ارشاد کو
کے لیے حق تھا کہ اس کے در کی دھول بے ڈالے لیکن فیروزہ اس کے
پر جاکر خیریت بھی نہیں دریافت کر سکتی۔

آج بھی حسبِ معمول وہ اپنے نگار خانہ میں پہنچی۔ اور نہا دھو کر
اپنے محبوب و مطلوب کا انتظار کرنے لگی، وہ بار بار آئینہ کے سامنے
دل کو تسلی دیتی تھی۔ کہ اس کی کشش اور جاذبیت میں فرق نہیں آیا ہے
آنکھوں سے بدستور شراب برس رہی ہے اس کے ہونٹوں میں اب بھی
ہے جو انگور کے بادۂ صافی میں ہوتا ہے اس کے گالوں میں وہی ملائمت
پھول میں ہوتی ہے وہی رنگ ہے جو سیب کا ہوتا ہے بجلی کی
میں باریک سرمئی رنگ کی ساری سے اس کی گوری گوری رانیں
چمک رہی تھیں، اس کی نیم عریاں بانہیں اس طرح جگمگ جگمگ کر رہی
صیقل کی ہوئی تلوار۔ اس کا سینہ مہین بلاؤز کے کنارے سے
رہا تھا جیسے بادلوں میں چاند، لیکن جس خریدار کے لیے یہ بازار سجایا گیا
کا کہیں پتہ نہیں تھا، کھلاڑی غائب تھا، کھلونے موجود تھے۔

اسی کشمکش میں بیٹھی ہوئی وہ اُمید کی دنیا سے نکل کر مایوسی کی سرحد
رہی تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی وہ ہمک کر اٹھی، سمجھ گئی اس وقت
سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ اس نے دروازہ کھولا، واقعی ارشاد سامنے
اسے دیکھکر مسکرائی اور وہیں دروازہ میں کھڑے کھڑے اسکے کان کے پاس منہ لے جا کر

"بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے"

یہ کہہ کر وہ پھر جھپٹا، لیکن شرابی کے ہاتھ کمزور ہوتے ہیں، فیروزہ برق جہندہ کی طرح آغوش کے شکنجہ سے نکلی اور سامنے آکر کھڑی ہوگئی، مقصد، اغراض اور انکار نہیں تھا۔ آتش شوق کو اور زیادہ بھڑکانا تھا، اس نے کہا۔

۔ تم بدمست ہو رہے ہو، اس وقت!

ارشاد نے جواب دیا۔

۔ زندگی وہی ہے جو نشہ میں بسر ہو۔ یہی بدمستی میری زندگی ہے۔"

فیروزہ پیچھے ہٹ گئی، اس نے کہا

۔ لیکن اسی وقت، جب دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی"

ارشاد نے کہا۔

۔ ٹھیک بالکل ٹھیک۔ کیا تمھارے دل میں آگ نہیں لگی ہوئی؟"

۔ لگی ہوئی ہے لیکن تم نے کئی روز سے اسے ہوا نہیں دی۔ انگارے اب بجھتے جا رہے ہیں؟

۔ میں نہیں بھڑکا دوں گا۔ آؤ میرے پاس"

۔ تمھاری لگائی ہوئی آگ پر اب مجھے بھروسہ نہیں رہا"

۔ کیوں؟

۔ تم آگ لگا کر دور ہٹ جاتے ہو، وہی مثل ہوئی، بھس میں چنگاری ڈال بی جمالو الگ جا کھڑی ہوئیں۔ وعدہ کرو آگ لگاؤ گے تو میرے ساتھ جلو گے بھی"

۔ وعدہ کرتا ہوں"

۔ قسم کھاؤ"

اور جنت میں دنیا کی باتیں نہیں ہوتیں، سمجھے۔"

اب ارشاد بھی موج میں آ رہا تھا، اس نے جیب سے شراب کی بوتل نکالی اور
میز پر اسے رکھتا ہوا بولا۔

"پھر کیا ہوتا ہے جنت میں؟"

"شراب پی جاتی ہے، حوروں سے جی بہلایا جاتا ہے" شراب کی بوتل تھا
سامنے رکھی ہے اور ———— "

"اور حور میرے پہلو میں بیٹھی ہے۔ کیوں یہی نا؟"
فیروزہ نے یکسر شراب بن کر کہا

"ہاں۔ ———— "

ارشاد نے بے خودی کے عالم میں فیروزہ کو آغوش میں بٹھا لیا اپنے بازو
کے شکنجہ میں اس زور سے کسا کہ اس کی پسلیاں چرچرانے لگیں پھر اس نے بوتل
اٹھائی، اور غٹ غٹ چڑھا گیا۔ اس کی آنکھوں میں نشہ کے لال ڈورے پڑ
چکے تھے۔ وہ فیروزہ کی طرف جھکا، شراب کے ساتھ اگر کباب نہ ہو تو لطف
کیا، وہ شراب پی چکا تھا، اب کباب کی باری تھی۔ فیروزہ اس کے تیور دیکھ کر مسکرا
اور بولی۔

"ارے ارے ذرا ٹھہرو تو"
وہ نشہ کی ترنگ میں بولا۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کے خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

ہے" وہ واقعی سو رہا ہے" اور فیروزہ آئینہ میں سامنے کھڑی ہو کر اپنے اُلجھے
...بالوں کی آرائش درست کرنے لگی۔ ارشاد چپکے سے، لیکن بڑی پھرتی سے اُٹھا
...کے قریب پہنچ کر اُس نے ایک ہی جھٹکے میں، فیروزہ کو زینتِ آغوش بنا لیا

...[illegible] ہوئی بولی۔

"...تمھاری جلد بازی۔"

لیکن اب وہ خود بھی صبر و ضبط پر زیادہ قادر نہیں تھی۔ جب تک وہ اس سے
...سے چھیڑ رہی تھی۔ لیکن جب قریب آئی جب اس کا سینہ ارشاد کے
سینہ سے اور ہونٹ ارشاد کے ہونٹوں سے، اور آنکھیں ارشاد کی آنکھوں سے
...میں تو وہ بے بس ہو گئی —— بالکل اسی طرح جیسے عامل کے سامنے
...معمول بے بس ہو جاتا ہے۔

بڑی دیر تک یہ دونوں دنیا و مافیہا سے بے خبر، بدمستی اور سرمستی کا کھیل
...کھیلتے رہے۔ ...وہاں اب تک خالی پڑی تھی۔ لیکن اب گاہکوں کے آ جانے سے پھر
...چہل پہل پیدا ہو گئی۔ اپنے کھلاڑی کے لیے جو کھلونے اس نے سجائے تھے
...ان سے کھیلنے لگا تھا۔

پھر جب نشہ اُترا۔ اور یہ دونوں ہوش میں آ گئے، تو فیروزہ نے پوچھا۔
"تم شکست سے گھبرا کیوں گئے؟"

"میں شکست سے نہیں گھبراتا، تم سے دل ہار چکا ہوں لیکن کتنا خوش ہوں کبھی
...شکوہ کیا تم سے؟"

"پھر اتنے پریشان کیوں ہو؟"

"قسم کھاتا ہوں۔"

"اور اگر جھوٹ بولو تو؟"

"تو تم آگ بھڑکا، خود دور ہٹ جانا، اور مجھے جلنے دینا۔"

"میں فیروزہ ہوں، ارشاد نہیں۔ میں کس دل سے کروں گی؟"

"آج سے میں بھی فیروزہ بنا جاتا ہوں، تم سمجھ لو، ارشاد مر گیا، اور اس کی خاک سے ایک نئی فیروزہ پیدا ہوئی ہے۔"

"اے ہے خدا نہ کرے، ہنسی مذاق کی باتوں میں مرنے جینے کا کیا ذکر۔"

"پھر تم کسی طرح قابو میں تو آؤ۔"

"قابو سے باہر تو تم رہو۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسی، آج کئی دن کے بعد ارشاد اسے ملا تھا، وہ چاہتی تھی جدائی میں اس نے جتنے صدمے اٹھائے ہیں سب کا بدلہ لے لے اسی لیے وہ لگاوٹ کی باتیں کرتی تھی، لیکن آغوش سے دور رہتی تھی۔ ارشاد نے جل کر کہا۔

"توبہ ہے بھئی۔ تم نے پریشان کر دیا۔"

وہ اس کے قریب آ کر بولی۔

"تم اتنے دنوں سے کیا کر رہے تھے۔"

اور پھر دور ہٹ گئی۔

ارشاد نے کہا

"اچھا ہم سوتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

ہے ہو۔ کچھ اور بھی کہو گے ———

خاندان کہہ دے تو؟"

"میں اس کا منہ توڑ دوں؛ میں نے کیا کیا ہے؟"

وہ مسکرائی، اور اس نے کہا۔

"تم نے تو واقعی کچھ بھی نہیں کیا ——— اچھا اس نے کیا کیا

——— یہی نا کر اپنی جائداد تمھیں نہیں دیتی اور

شادی نہیں کرتی ——— ؟"

"نہیں یہ بات بالکل نہیں ہے، اگر اپنا سر میرے قدموں پہ رکھ دے تب

بھی شادی نہ کروں۔"

"اب اتنے خفا ہو گئے، کچھ معلوم بھی تو ہو بات کیا ہے؟"

"اس نے سارے خاندان کی ناک کٹوا دی، رسوا کر دیا ہمیں، وہ کام کیا

جو آج تک اس خاندان میں کسی نے نہیں کیا تھا۔"

فیروزہ سوچ رہی تھی، شاید پروین نے کسی سے آنکھ لڑائی، اتنے میں

اس نے سنا، ارشاد کہہ رہا تھا۔

"اس نے ایک آوارہ اور بدمعاش عورت کی جب تک وہ زندہ رہی مدد

کی اور جب وہ مر گئی تو اس کی حرامی بچی کو گھر میں لے آئی، پال رہی ہے اسے اس

خاندان کی شرافت کا جب میں تصور کرتا ہوں۔ تو میرا خون کھولنے لگتا ہے حرامی

اولاد اور ایک شریف گھر میں۔ وہ بھی اولاد کی طرح، عزیز کی طرح، حرامزادی کا نام

پروین کی بچی نے سب اسے لاڈو کہتے ہیں اپنے پیار سے اس کا نام

" اس لیے کہ پروین کے مقابلہ میں ہارا ہوں، میں اسے ہرانا چاہتا تھا
نے مجھے ہرا دیا"

" ہرا دیا تو کیا ہوا؟ تم بھی اس کا پیچھا چھوڑ دو!"

" مَیں پیچھا چھوڑ دوں؟"

" ہاں تم اور کون؟ کیا مَیں!"

" یہ نہیں ہو سکتا!"

" وجہ؟"

" وہ ننگ خاندان ہے"

" فیروزہ دفعتاً ہنس پڑی، ارشاد نے پوچھا۔

" تم ہنسیں کیوں؟"

وہ مسکرا کر بولی۔

" ننگِ خاندان پر ———— ہار گئے پھر کیا

ارشاد بھڑک گیا، اس نے کہا۔

" شاید تمہیں اس پر حسرت ہے کہ ایک شریف خاندان کی لڑکی
کیسے ہو سکتی ہے"

وہ سنجیدہ منہ بنا کر بولی۔

" جب لڑکے ہو سکتے ہیں تو لڑکیاں بھی ہو سکتی ہیں، لیکن بات
" بات بس یہی ہے کہ وہ ننگِ خاندان ہے"

" اللہ قسم یہی! اچھا، مَیں کہہ دوں گی ہاں! ننگِ خاندان۔ ننگ

رہ گیا۔ لیکن اس میدان میں ضرور مجھی کو فتح ہوگی۔ مَیں اس کا گھر سے نکلنا بند کر دوں گا۔ میں اسے اتنا ذلیل اور بدنام کروں گا کہ وہ لوگوں کو منہ دکھاتے ہوئے شرمائے گی۔ بڑا بنا ہے اسے اپنی تربیت گاہ پر۔ اپنے ادارۂ نسواں پر، اینٹ سے اینٹ بجا دونگا اور دیکھ، مَیں شہر کے معزز اور شریف لوگوں سے پوچھوں گا، بتاؤ تم اس پر تیار ہو کہ تمہاری لڑکیاں ایک حرامی لڑکی کے ساتھ پڑھیں؟ رہیں؟ کھیلیں؟"

فیروزہ بات کاٹ کر، ذرا برہمی کے لہجہ میں بولی۔

"کیوں؟ کیا ایک حرامی لڑکی کے ساتھ پڑھ لکھ کر وہ بھی حرامی بن جائیں گی؟"

"اور کیا! یقیناً ——————— لاحول ولا قوۃ، تم بھی کہاں کی بات کہاں ملا دیتی ہو جا کر۔"

اوستاد سے اس وقت جو عورت گفتگو کر رہی تھی۔ یہ وہ نہیں تھی جو ابھی لگاوٹ کی باتیں کر کر کے اسے لبھانے اور پرچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جو اپنے ایک ایک حصۂ جسم کی نمائش کر کے دعوتِ معصیت دے رہی تھی، یہ وہ عورت تھی جو نابدان میں رہتی تھی۔ لیکن خوشبو کو سونگھنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئی تھی۔ جو بد تھی لیکن نیکی کو پہچانتی تھی۔ اس نے کہا۔

"کیا کیا میں نے؟"

"پروین کی طرفداری کیوں کرنے لگیں تم۔"

"میں طرفداری تو نہیں کرتی۔ لیکن کسی کی اچھی بات کو بُرا بھی نہیں کہہ سکتی۔"

"تمہارے نزدیک پروین نے جو کچھ کیا، اچھا کیا؟"

"ہاں! میرے [illegible]ے تو یہی ہے۔"

فریدہ رکھا ہے۔"

ارشاد یہ لمبی چوڑی تقریر کر رہا تھا اور فیروزہ کسی گہرے سوچ میں
تھی وہ ایک رنڈی تھی۔ شریفوں اور عالی خاندانوں کی تختۂ مشق، وہ
پروین نے ایک بدمعاش اور آوارہ عورت کی مدد کرنے سے انکار کر دیا
حرامی اولاد کو گھر سے کھڑے کھڑے نکال دیا تو اسے ذرا بھی حیرت نہ ہوئی
کام ہی یہی ہے کہ خود رذیلوں سے کام کریں لیکن رذیلوں سے نفرت کریں
مگر یہ سن کر کہ پروین نے ایک آوارہ اور بدمعاش عورت کی مدد کی اور جب
تو اسکی حرامی بچی کو اپنے ہاں اٹھا لائی اور چاؤ پیار سے اسکی پرورش کرنے لگی
دل میں پروین کی عظمت اور عقیدت پیدا ہونے لگی۔ ابتک وہ پروین کی
دل ہی دل میں اس سے جلا کرتی تھی، اس سے نفرت کرتی تھی، اسے اپنی سوت
رقیب سمجھا کرتی تھی۔ اس کی برائیاں سن سن کر خوش ہوتی تھی اور کرید کرید کر
برائیاں پیدا کرتی تھی۔ لیکن آج اس کی آنکھیں کھل گئیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے
جس پروین کے لیے اس کے دل میں نفرت کے سوا کچھ نہ تھا اب وہ
اس کے دل میں عظمت اور عقیدت کے مقام پر فائز تھی۔ وہ سوچ رہی تھی
بروں سے نفرت نہیں کرتی، ان سے محبت کرتی ہے۔ یہ انسان کو انسان سمجھتی
ہے، شیطان نہیں سمجھتی۔

فیروزہ یہی باتیں سوچ رہی تھی کہ اس کے کان کے پردہ کو چیرتی ہوئی
کی آواز آئی

"بھلا ایسی ننگ خاندان کو میں معاف کر سکتا ہوں۔ میں مقدمہ کے

"خدا سے ڈرو ارشاد!"

"بس معاف کیجئے، اس وعظ سے۔ میں پروین کو مزہ چکھا کر رہوں گا، فریدہ کو اس گھر سے نکلوا کر چین لوں گا، اور جب تک بائیکاٹ کرا کے ادارہ کی عمارت زمین کے برابر نہ کر دوں، مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔"

فیروزہ ارشاد کی افتادِ طبع سے واقف تھی، وہ سمجھ رہی تھی، بحث زیادہ بڑھی تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مار بیٹھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں آنا جانا چھوڑ دے، وہ مار کھا سکتی تھی، لیکن جدائی نہیں گوارا کر سکتی تھی۔ وہ پروین کی عزت کرتی تھی اور فریدہ سے اُسے بے حد ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن اس ہمدردی اور محبت کی اگر ارشاد سے ٹکر ہو تو وہ ارشاد کا ساتھ دینے پر مجبور تھی اس نے مناسب یہی سمجھا کہ خاموش ہو جائے، اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ارشاد سے کہے، تم فریدہ کو مجھے دے دو، میں اُسے پالوں گی، اس کی پرورش کروں گی، لیکن پھر خیال آیا اگر فریدہ میرے پاس آ بھی جائے تو اس کا مطلب یہ کہ وہ عطر خانہ سے اُٹھ کر نابدان میں پھینک دی گئی، میرا گھر نابدان کے سوا اور کیا ہے؟ یہاں آ کر اُسے بھی پھر بیسوا بن جانا پڑے گا۔ میں خود جیسی ہوں۔ ہوں۔ اپنے ساتھ ایک بے گناہ ہستی کو کیوں خراب کروں۔ فریدہ اگر پروین کے ہاں رہی یا کسی یتیم خانے میں بھیج دی گئی تو بہر حال عورت رہے گی۔ لیکن یہاں آنے کے بعد تو اُسے رنڈی بننا پڑے گا۔ اپنے آپ کو بیچنا پڑے گا۔

لہٰذا بہتر یہی ہے کہ بات یہیں ختم کر دی جائے۔"

ارشاد بگڑ کر بولا۔

" سبحان اللہ، جیسی روح ویسے فرشتے "

فیروزہ نے بھی اسی لب و لہجہ میں جواب دیا۔

" یہی تو میں بھی کہتی ہوں۔ جیسی روح ویسے فرشتے "

ارشاد کو غصہ آگیا۔

" تم مجھ پر چوٹ کر رہی ہو "

وہ بھی غصہ میں بولی۔

" یہ تو گنبد کی صدا ہے، جو کہو گے وہ سنو گے! "

" یہ آج مجھے معلوم ہوا، کہ آپ پروین سے عقیدت رکھتی ہیں "

" یہی سہی! "

کچھ دیر خاموشی طاری رہی، پھر فیروزہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" مجھے تمھاری بات سے بڑا دکھ ہوا، تم پروین کی جتنی برائی چاہو کر
زک دینے کے لیے جو مناسب سمجھو وہ طریقہ اختیار کرو، میں تمھیں منع نہیں کر
فریدہ کے معاملہ کو بیچ میں نہ اٹھاؤ۔ وہ حرامی سہی، لیکن انسان ہے بے
اس کا کوئی وارث نہیں۔ اسے نقصان پہنچا کر تمھیں کیا مل جائے گا؟"

" تم بھی عجیب پاگل ہو۔ میں اسے نقصان کب پہنچانا چاہتا ہوں۔ شہر
محتاج خانے اور یتیم خانے موجود ہیں لیکن ——

" ہاں کہیئے کہیئے، لیکن کیا؟"

" لیکن میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا، کہ گھر کو نابدان بنا لیا جا

[illegible] تھیں نہ سہیلیاں، وہ غریب لڑکی تھی. لیکن خود دار، اپنی چادر سے باہر
[illegible] کبھی پاؤں نہیں پھیلائے. وہ اگر سہیلیوں اور ہمجولیوں کے چکر میں پڑتی تو کبھی
[illegible] جاتی، کبھی انہیں اپنے ہاں بلاتی، وہاں جاتی تو کیا پہن کر جاتی، اور اپنے
ہاں بلاتی تو کس برتے پر. پھٹے پرانے کپڑے پہن کر، روکھی سوکھی روٹی کھا کر دل
میں امنگ نہیں پیدا ہوتی. امنگ پیدا ہوتی ہے زرق برق لباس سے رنگ
رنگ کے کھانوں سے، اچھے اچھے زیوروں سے عارفہ کی ماں نادار تھی. وہ
اپنی ناداری کو بے تعلقی کے پردہ میں چھپانا چاہتی تھی. اس لیے اس نے کبھی
کبھی سہیلیوں اور ہمجولیوں کے بارے میں عارفہ کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔

عارفہ کے کمرہ میں پہنچ کر پروین نے یکہ و تنہا بلکہ بے یار و مددگار دیکھ کر کہا

"دلہن موجود براتی غائب!"

عارفہ نے گردن جھکا لی، کوئی جواب نہیں دیا۔

پروین نے کہا۔

۔ عارفہ میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں، کہ آج تم زندگی کے نئے دور میں
کامیابی کے ساتھ قدم رکھ رہی ہو مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے اصولوں کو مانا
اور اپنے اندر خودی اور خود داری کا جوہر پیدا کر لیا، غربت اور امارت آنی جانی چیزیں
ہیں رہنے والی چیز انسان کا کردار ہے خدا کا شکر ہے تمہارا کردار مضبوط ہے. تم
دولت کے گہوارہ میں پلیں، لیکن شادی کے معاملہ میں تم نے اپنا ہبہ نامہ منظور
نہیں کیا. دل کی بات مجھ سے کہہ دی، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تم بامراد
ہو. تمہاری شادی ناکام شادی نہیں ہے محبت کی شادی ہے اگرچہ ایک طرفہ محبت کی

باب ۲۳

تحفہ

آج عارفہ کی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ جمیل سے ہو رہی تھی
جمیل کی ماں کو وہ سب کچھ دیا جس کی انھیں ضرورت تھی، گہنے، برتن، کپڑے
سب کچھ، جب تک عارفہ غریب تھی وہ اس قابل تھی، کہ جمیل کے بچا...
جائے، لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس گوڈر میں لال چھپے ہوئے ہیں، تو
کی بیوی بنا دی گئی۔ لڑکے کی ماں، بہو کا روپ اور گن نہیں دیکھتی جہیز
دیکھتی ہے۔

اس تقریب میں پروین بھی شرکت کے لیے آئی۔ جمیل کی ماں نے بڑھ کر
کیا۔ عارفہ کی ماں نے دل ہی دل میں دعائیں دیں۔ اور بلائیں لیں۔ ان کا بس
وہ پروین کو اپنے دل میں بٹھا لیتیں۔ ان کی غریب اور یتیم بچی کو، اسی پروین
باہنر بنا دیا تھا۔ اسی پروین نے اسے عمدہ عمدہ کپڑے، اچھے اچھے گہنے
زر نقد دے کر چھ بچوں کے ادھیڑ باپ کی بیوی بننے سے بچایا تھا، حالانکہ
عزیز تھی نہ رشتہ دار، ایک غیر، یہ سب سوچ کر وہ بغیر کسی وجہ کے بار بار
کی بلائیں لیتی اور دامن اٹھا کر اٹھا کر دعائیں دینے لگتی تھیں۔

پروین عارفہ کے کمرہ میں پہنچی۔ وہ چپ چاپ مایوں میں تنہا بیٹھی

عورت دنیا کی ماں ہے۔ اسی کی کوکھ سے مرد پیدا ہوتے ہیں۔ اسی کی گود میں ہٹلر اور مسولینی پروان چڑھتے ہیں، وہ نہ ہو تو مرد دیوانے ہو جائیں، وہ بچوں کو دودھ پلا پلا کر بڑھاتی ہے، پھر وہ مردوں کی بیوی بن کر خدمت کرتی ہے، بہن بن کر چاکری کرتی ہے، باندی بن کر جی بہلاتی ہے، لیکن اس کی قدر نہیں کی جاتی، وہ اپنی ہر تمنا اور ہر آرزو قربان کر دیتی ہے، لیکن اتنا کچھ دینے کے بعد بھی اُسے کچھ نہیں ملتا وہ کھونے کے لیے پیدا ہوئی ہے، پانے کے لیے نہیں ——————"

عارفہ خاموشی کے ساتھ سُن رہی تھی اور پروین کہے جا رہی تھی۔

"لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ عورت کو عورت جتنا دکھ پہنچاتی ہے مرد بھی نہیں پہنچاتا، وہی عورت جو بیٹی، بیوی، بہن اور ماں کی حیثیت سے محبت اور خدمت کا پیکر ہے، ایثار اور قُربانی کا مجسمہ ہے۔ ساس بن کر ظالم بن جاتی ہے۔ نند بن کر سنگدل بن جاتی ہے، بہو بن کر ساس کی دشمن بن جاتی ہے۔ بھاوج بن کر زہریلی ناگن بن جاتی ہے ایک مرد اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ مشترک بیوی کے یعنی بیوی ایک ہو اور شوہر ایک سے زائد، لیکن عورت سوت بن کر "مشترک شوہر" کو گوارا کر لیتی ہے۔ کبھی خوشی سے کبھی مجبوراً، لیکن ہر حالت میں وہ سوت ہوتی ہے۔ وہ شوہر سے کچھ نہیں کہتی۔ لیکن سوت سے جلتی ہے۔ اس کی چغلیاں کھاتی ہے، بدگوئی کرتی ہے۔ درپئے آزار رہتی ہے سوت اگر پٹے تو وہ خوش ہوگی۔ سوت کا لڑکا مر جائے تو اس کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ سوت کو اگر شوہر ذلیل کرے۔ گھر سے نکال دے، نان نفقہ بند کر دے تو مارے خوشی کے اس کا دل بلیوں اُچھلنے لگے گا وہ اس سے ذرا بھی ہمدردی نہیں

تم نے مجھے آج تک نہیں بتایا کہ جمیل میاں تم سے محبت کرتے ہیں یا نہیں؟
عارفہ خاموشی کے ساتھ پروین کی باتیں سنتی رہی، پروین نے
جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے امید ہے، شادی کے بعد بھی تم ویسی ہی رہو گی۔ جو اب ہو"
اب عارفہ بولی۔ اس نے کہا۔

"آپ نے مجھے جو کچھ بنا دیا ہے، میں ہمیشہ یوں ہی رہنا چاہتی ہوں
زندگی کا اب نیا دور شروع ہو رہا ہے، آپ میری رہنمائی کیجیے۔ جس طرح
میں آپ کے اشاروں پر چلتی رہی۔ اسی طرح آج کے بعد بھی جب تک زندہ
آپ کی ہدایتوں پر عمل کروں گی۔"

پروین نے کہا۔

"مجھے تم سے یہی امید ہے۔ مجھے تم سے کچھ زیادہ کہنا نہیں ہے
باتیں کہنی ہیں۔"

"ضرور کہیے۔"

"ایک تو یہ کہ جہاں اور جس حالت میں بھی رہو، اپنی مظلوم اور بے بس
کو فراموش نہ کرو۔ دنیا میں عورت سے زیادہ مظلوم کوئی طبقہ نہیں ہے۔
ہندوستان میں عورت سے زیادہ مظلوم، بے زبان، بے بس اور جاہل گروہ کوئی
ہے، اس دیس کی عورت، اپنا عورت پن بھلا چکی ہے، کچھ صدیوں کی غلامی کی وجہ
کچھ جہالت کی وجہ سے تمہیں جو عورت بھی ملے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی،
یا مالکہ، اپنا فرض سمجھو کہ اس کے احساسِ نسوانیت کو بیدار کرو، اسے بتاؤ کہ

"شاباش! تم نے بہت بڑی کھٹک میرے دل سے دُور کر دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں تربیت گاہ میں ایسی عورتیں پیدا کرنا چاہتی ہوں، جو دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور مثال میں مجھے پیش کرتے ہیں۔ کہ میں شادی نہیں کرتی۔ میں شادی کیوں نہیں کرتی۔ یہ الگ چیز ہے۔ کروں گی یا نہیں، یہ دوسری بات ہے۔ لیکن جو الزام مجھ پر لگایا جاتا ہے، وہ بالکل غلط ہے۔ میں تربیت گاہ میں ایسی عورتیں پیدا کرنا چاہتی ہوں جو دنیا سے تعلق رکھیں، بیوی بنیں، بہو بنیں، ماں بنیں لیکن ہر حالت میں عورت رہیں!"

عارفہ نے کہا

"اچھا یہ تو ایک بات ہوئی اور وہ دوسری بات کچھ ادھوری تو کہہ رہی تھیں آپ؟"

پروین نے جواب دیا۔

"ہاں وہ دوسری بات یہ ہے کہ شوہر کی خدمت جان و دل سے کرو لیکن کنیز کی حیثیت سے نہیں، دوست اور شریکِ حیات کی حیثیت سے اس سے پیار کرو لیکن ڈرو نہیں۔ دوست دبتا ہے، غلام ڈرتا ہے۔ وہ محبت کرے تو سر جھکا دو۔ وہ ڈرائے تو اُس کا منہ نوچ لو۔ وہ محبت کرے تو اسے پوجو۔ وہ نفرت کرے تو مر جاؤ، مگر اس کا منہ نہ دیکھو!"

عارفہ نے ذرا سہمے ہوئے انداز میں کہا

"اور اگر وہ ظالم ہو تو؟"

"تو اس کا مقابلہ کرو!"

"عورت مقابلہ کر سکتی ہے بھلا؟"

کرے گی۔ ——————

صرف اس لیے کہ عورت اگرچہ چلتی پھرتی ہے، کھاتی پیتی ہے،
چیختی چنگھاڑتی ہے، لڑتی بھڑتی ہے لیکن درحقیقت وہ سو رہی ہے
بلکہ سو رہی ہے، وہ ہشیار نہیں، مدہوش ہے۔ بیدار نہیں

—— تم سے میں صرف یہی کہنا چاہتی ہوں کہ تم اپنی
اپنے عورت پن کو مٹی میں نہ ملا دینا۔ تمہیں میں نے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کیا
پھر کہیں سو نہ جانا ——————

لیکن تھوڑی دیر کے بعد تم بہو بن جاؤ گی، نند بن جاؤ گی۔ بھاوج بن جاؤ گی
سب کچھ بن کر اپنے آپ کو یاد رکھنا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد تم ماں بنو گی
بنو گی۔ وہ وقت اور زیادہ نازک ہوگا۔ اس وقت بھی ہوش میں رہنا"

عارفہ کے منہ پر مہر سکوت لگی تھی، اور پروین ایک جذبہ اور جوش کی کیفیت
میں کہہ رہی تھی۔

"اگر میں یہ دیکھوں کہ تم عورت ہونے کے باوجود، عورت پر ظلم نہیں کرتی
میں سمجھوں گی، میری محنت سوارت ہوئی ——————
تم سے یہ امید رکھوں؟"

عارفہ نے عقیدت اور محبت کی نظر سے پروین کو دیکھتے ہوئے کہا

"میں دعویٰ تو کچھ نہیں کرتی۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں، زندگی کے
دور میں آپ کی نصیحتوں اور ہدایتوں کو یاد رکھوں گی"۔

پروین خوش ہوگئی۔ اس نے کہا۔

… رک سکتا ہے۔ عورت کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ وہ شوہر کے بستر
… ہے،، دنیا میں اور بھی بہت کچھ کر سکتی ہے، کیوں نہیں کرتی۔"
… یاں ہو رہی تھیں۔ کہ جمیل کی بوڑھی ماں دولہن بنی ہوئی تشریف لائیں
… کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئیں۔
… واہ! وہاں تو ساری بیبیاں تمہارے انتظار میں بیٹھی ہیں، اور تم
… ہو۔ عارفہ کہیں بھاگی تو نہیں جاتی! چلو ——"

"کیوں نہیں کر سکتی؟"

"کس طرح؟"

"ہر طرح؟"

عارفہ نے سنجیدہ لب و لہجہ میں کہا۔

"عورت مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"نہیں کر سکتی، یہ نہ کہو، نہیں کرتی یہ کہو۔"

"یہی سہی، بات تو ایک ہوئی۔"

"بہت فرق ہے دونوں میں، کام کا نہ کر سکنا اور ہے نہ کرنا
میں کہتی ہوں، مرد اس لیے شیر ہے کہ عورت بھیگی بلی بنی ہوئی ہے، لیکن
بھی اپنے مخملی دستانے سے خونخوار پنجے کو نکال کر ڈٹ جائے تو
کو زخمی کر سکتی ہے۔"

"مان لیا میں نے، کر سکتی ہے، لیکن کرے، تو جائے گی کہاں
کے گھر سے لے کر، خدا کے یہاں تک اسے پناہ کہاں ملے گی؟"

"خدا کو بدنام نہ کرو عارفہ! مسلمانوں کے خدا نے عورت کے ساتھ
ناانصافی نہیں کی ہے۔ رہا شوہر، تو اگر عورت میں ہمت اور خودی احساس
اس کے گھر سے نکل کر اپنا دوسرا گھر بنا سکتی ہے۔ مرد بغیر بیوی کے
میں بھی نہیں رہ سکتا۔ لیکن عورت نوجوانی کے عالم میں بیوہ ہو کر
ساتھ بوڑھی ہو جاتی ہے۔ اگر وہ شوہر کو اس کی زندگی ہی میں
کے اور اس سے الگ رہ کر، شرافت اور آرام کی زندگی بسر کر

…اس کے دل کو ٹٹولنے لگیں۔ اب تک وہ صرف اس کے کھانے اور
…دیکھ بھال کرتی تھی۔ لیکن اب وہ اس کے راحت و آرام کا بلکہ تمام تر
…خیال رکھنے لگی۔ شیروانی میں بٹن نہیں لگے ہیں، لاؤ لگا دوں۔ قمیض پھٹی
…سی دوں۔ بستر کی چادر کتنی میلی ہے، توبہ ہی! اور صاف چادر بچھا دوں
…دیکھو۔ گرد و غبار نے بسیرے کے لیے اسی نشیمن کو تاکا ہے ابھی صاف
…ہوں۔ باہر جانے کا اتنا شوق ہے لیکن جوتہ دیکھئے، جیب سے لیا ہے آج
…پالش نہیں ہوئی۔ یہ کام بھی مجھی کو کرنا پڑیگا۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے یہ صندوق
…سب باہر تتر بتر پڑے ہیں، اور یہ آرام سے خالی پڑا ہوا ہے۔ قمیض کہیں
…کہیں، ٹوپی کہیں، اچکن کہیں۔ یا میرے اللہ! ان کی بیوی تو آٹھ آٹھ آنسو
…اپنی قسمت کو۔ خود سے اپنا کوئی کام کرنا جانتے ہی نہیں "فرض" ادا
…بڑے چوکس اور اپنا کام کرنے میں ایک اپاہج۔ یہ دیکھو، باہر تشریف
…گئے ہیں مگر چشمہ یہیں بھول گئے۔ ذرا غائب کر دوں۔ دیکھوں تو سہی اپنی
…کچھ نادم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اشفاق کی غیبت ہی میں یہی سب باتیں فاخرہ
…سوچتی اس کے سارے کام انجام دے ڈالتی تھی۔

وہ جب اپنے کمرہ سے باہر جاتا تھا تو اُسے کباڑ خانہ بنا کر، اور جب
…آتا تھا، تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا کہ ہر چیز کس قرینہ اور سلیقہ سے رکھی
…ہے کمرہ کتنا صاف اور ستھرا ہے۔ اس نے آج تک فاخرہ کو اپنا کوئی
…کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ گھر کی خادمہ جس
…طرح دوسرے کمرہ صاف کرتی ہے میرا بھی صاف کر دیتی ہے لیکن اسے بار بار

باب ۲۴

نادانستہ

فاخرہ کے لیے پروین کی معمولی بات بھی فرمان کا حکم رکھتی تھی
نے اشفاق کے بارے میں پروین سے کچھ نہیں سنا تھا، وہ اس سے
جانتی تھی، کہ یہ حضرت جائداد کے منیجر اور مختار ہیں. لیکن جب پروین نے
کی کہ یہ لاابالی اور خود فراموش آدمی ہیں. ذرا ان کا خیال رکھنا
سے وہ اشفاق کی ایک نرس کی طرح خدمت اور خاطر داری کرنے لگی

شروع شروع میں فاخرہ اور اشفاق کا تعلق میزبان اور مہمان
اشفاق ایک مہمان کی طرح کھانے پینے میں تکلف کرتا تھا۔ اور وہ
کی طرح اس کی مدارات کرتی تھی، "دیکھیے یہ شامی کباب کتنے مزے کے
توسہی، یہ وہی بڑے تو آپ نے چھوئے بھی نہیں۔ اے واہ یہ قورمہ
ہوا، اپنی قسمت کو رو رہا ہے۔ زیادہ نہیں۔ ایک لقمہ سہی لیکن ذرا اس
بانگی کو تو دیکھ لیجیے، اور یہ بریانی؟ کیا یہ پلیٹ یونہی واپس چلی جائے
نہیں ہو سکتا، آپ پرواہ نہ کیجیے، میرے پاس نمک جالینوس ہے
میں سب کھایا پیا ہضم ہو جائے گا"

لیکن رفتہ رفتہ بالکل نادانستہ طور پر فاخرہ کی نظریں اشفاق

میں ٹھہرا، ایک لااُبالی اور حواس یافتہ

— کیوں نہیں؟

ہے میری چیزیں کتنی تتر بتر پڑی ہوئی ہیں، لیکن جب میں آؤں گا تو ہر چیز
سلیقے سے رکھی ہوئی ملیگی۔"

ہی بتی اور اشتفاق کہہ رہا تھا۔

حالانکہ میں نے آج تک کبھی اس سے اپنے کام کے لیے نہیں کہا۔
کے اتنا خیال رکھتی ہے تو اُسے انعام ضرور ملنا چاہیئے۔"

نے مسکرا کر کہا۔

"آپ خود کیوں نہیں دیتے، یہ انعام اُسے۔"

سوال تو معقول تھا اس کا جواب بھی معقول ہی ہونا چاہیئے، تھوڑے تامل
اشفاق نے کہا۔

"آپ ہی دیدیجئے۔"

وہ سوچنے لگا، جب اس جواب سے خود میری تشفی نہیں ہوئی تو فاخرہ
ہوگی۔

کر بولا۔

"بات یہ ہے کہ میں اس سے بات چیت کرنے کا عادی نہیں ہوں، آج
نے اس سے کوئی بات ہی نہیں کی۔ اب پانچ روپیہ کا نوٹ اس کے
تو نہ جانے وہ کیا سمجھ بیٹھے۔"

اس کی اور کھری بات پر ہنسی آگئی، لیکن وہ اپنی ہنسی کو ضبط کرتے

اس پر حیرت ضرور ہوتی تھی۔ کہ جس خادمہ کو پروین کام چور، اور فاخرہ نکمی
کرتی ہے، جس کے بارے میں یہ عام شکایت ہے کہ جب تک دل
نہ وہ سنتی ہے نہ کام کرتی ہے، وہ میرے کہے بغیر میری چیزیں کیسے ٹھیک
ہے۔ کمرہ صاف کیوں کر جاتی ہے؛ غضب خدا کا۔ پھٹے کپڑے تک
ہے، بٹن لگا دیتی ہے، جوتے پر پالش تک کر دیتی ہے، اور کمرہ تو ایسا
صاف کرتی ہے کہ بالکل آئینہ بنا دیتی ہے، کمبخت پڑھی لکھی ذرا بھی نہیں
کتابیں اور کاغذات تک سلیقہ سے سجا دیتی ہے، اسے ضرور کچھ انعام
پانچ روپے؟ ہاں ٹھیک ہے، آج میں اسے انعام دوں گا۔

دوپہر کو حسب معمول فاخرہ، اشفاق کو اصرار کر کے جب کھانا کھ
اور وہ باہر جانے لگا، تو اس نے جیب سے پانچ روپے کا ایک نوٹ
اور فاخرہ کی طرف بڑھایا۔ اس نے پوچھا"

"یہ کیا ہے؟"

"انعام ——— یہ میری طر
دُلاری کو دیدیجئے۔"

"کیوں؟ اس عنایت کی وجہ؟"

اشفاق نے سادگی کے ساتھ کہا۔

"عنایت تو وہ کرتی ہے۔"

فاخرہ ذرا اچنبھی ہوئی۔ اس نے استعجاب کے ساتھ پوچھا۔

"دُلاری آپ پر عنایت کرتی ہے؟"

"آپ کا خیال صحیح ہے، اس کا نہ دینا ہی مناسب ہے۔"

"تو نہ دیجیے۔ لیکن آپ نوٹ کیوں واپس مانگ رہے ہیں؟"

"پھر اس کا کیا کیجیے گا آپ؟"

"اگر میں کہوں کہ مٹھائی کھاؤں گی، تو؟"

اشفاق نے جھینپ کر مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"شوق سے مجھے کوئی عذر نہیں۔"

"اوپرے دل سے نہیں، سچ مچ کہیے۔"

اشفاق ذرا گھبرا گیا، اس نے کہا۔

"اوپرے دل سے آپ کا کیا مطلب؟"

"یعنی مروت میں آپ پانچ روپیہ کا نقصان کر رہے ہیں۔"

"آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں، پچاس روپیہ کی مٹھائی کھائیے میں حاضر ہوں۔"

"یہ مجھ پر اتنی عنایت کیوں ہو رہی ہے آپ کی؟"

اشفاق پھر گھبرا گیا، اس نے کہا۔

"اس میں عنایت کی کیا بات ہے۔"

ناظرہ بولی

"تو یہ میرا حق ہے؟"

"جی ہاں، حق ہی سمجھ لیجیے۔"

"کیوں، کیسا حق، کیا کچھ مجھے بھی انعام دے رہے ہیں، میں کوئی دلاری ہوں۔"

"مگر یہ بات نہیں۔"

"کیا سمجھے گی؟"

"بات یہ ہے کہ یہ خادماؤں، اور ماماؤں کی قسم کی عورتیں ضروریات پر خود غلط ہوتی ہیں۔"

فاخرہ مسکرائی، اس نے کہا۔

"تو؟"

اشتفاق نے جواب دیا۔

"کچھ کا کچھ سمجھ لیں، تو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔"

فاخرہ دل ہی دل میں ہنس رہی تھی، اشتفاق کی سادگی، سیدھے شرافت نے اسے کسی حد تک بے تکلف بھی بنا دیا تھا، وہ اشتفاق کی بھالی باتوں سے لطف لینے کی عادی ہوگئی تھی۔ اس نے کہا

"پھر آپ ایسا خطرناک کام کیوں کر رہے ہیں؟"

"یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ انعام نہ دوں اسے۔"

"میری رائے تو یہی ہے ——— کہیں انعام دیکر آپ مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ خود دلاری وجہ پوچھ بیٹھی تو آپ کیا جواب دیں گے، اس نے پروین سے ذکر کر دیا۔ اور انھیں کچھ شبہ ہوگیا تو آپ اور بدنام ہو جائیں گے۔ لہذا یہ انعام کا قصہ گول ہی کرنا چاہیئے۔"

اشتفاق نے ذرا گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"ٹھیک کہتی ہیں آپ لائیے، نوٹ واپس کر دیجئے۔"

"کیوں نوٹ کیوں واپس کر دوں۔"

[illegible] اشفاق کو اب ایک منٹ بھی ٹھہرنا دوبھر تھا، اس نے نوٹ لیا اور باہر
[illegible] اس کے جانے کے بعد حسبِ معمول فاخرہ، اشفاق کے کپڑے بکس میں،
[illegible] الماری میں، کاغذات میز پر، ترتیب اور سلیقہ سے رکھنے لگی۔ اتنے میں
[illegible] آگئی۔ اس نے فاخرہ کو مصروف دیکھ کر کہا۔

"کیا ہو رہا ہے فاخرہ؟"

"ہو گیا، آپ کے اشفاق صاحب کو سمیٹ رہی ہوں۔"

[illegible] مسکرائی، اس نے کہا۔

"یعنی وہ بکھرے پڑے ہیں اِدھر اُدھر؟"

"اور کیا، دیکھ لو تم خود یہ سب چیزیں، مجھ سے کیا پوچھتی رہو؟"

[illegible] ہوں، اتنا خود فراموش اور حواس باختہ آدمی میں نے نہیں دیکھا، مجھے
[illegible] ہے کہیں کسی دن انھیں چوہے اپنے بل میں گھسیٹ نہ لے جائیں، یقین
[illegible] انھیں خبر بھی نہیں ہوگی، بل میں پہنچ کر سوچیں گے۔ میں کہاں آگیا۔"

[illegible] ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔

"وہ تو جیسے ہیں، ہیں، لیکن تم اور بیچارے کو نکو بنائے دے رہی ہو۔"

"[illegible] کہتی ہوں آپا! ہوش ہی نہیں ہے کچھ، نہ اپنا، نہ اپنی چیزوں کا۔——

——لیکن تم سے بہت ڈرتے ہیں۔"

[illegible] کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی، جسے فاخرہ باتوں کے جوش میں ذرا بھی
[illegible] اور ابھی ابھی جو گفتگو دلاری اور انعام کے بارے میں ہوئی تھی۔ اس کی
[illegible] مزے لے لے کر سنانے لگی۔

"میں آپ کے ناشتہ اور کھانے کا بندوبست کرتی ہوں ...
یہ میری خدمت کرتی ہے پانچ روپے انعام کے دلاری کو نہ دیئے ...
اب اشتفاق صاحب سمجھے، فرمایا۔
"آپ تو مذاق کر رہی ہیں"
ناخرہ نے شرارت بھرے لہجہ میں کہا
"بڑے ذہین ہیں آپ"
"میری ذہانت کی آپ کو کیا خبر"
"تجربہ اور مشاہدہ بھی تو کوئی چیز ہے"
اشتفاق نے حیرت کے ساتھ کہا۔
"میرے ذہین ہونے کا آپکو کیسے تجربہ ہوا؟"
ناخرہ مسکراتی ہوئی بولی
"کتنی جلدی آپ نے اندازہ کر لیا، کہ میں مذاق کر رہی ہوں"
اشتفاق نے خیریت اس میں سمجھی کہ چلپت ہو جائے اسنے ...
"اب اجازت دیجیئے، بہت ضروری کام ہے، باہر جانا ہے"
"لہذا مفصل گفتگو پھر ہوگی، یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟ —
ناخرہ نے نوٹ واپس کر دیا، جاتے جاتے اسے پھر ...
"آپ تو اسے واپس کئے دے رہی ہیں"
"جی ہاں، فی الحال —————— اس وقت ...
جایئے۔ پھر اس مسئلہ پر بات چیت ہوگی"

یہ میرا ہی کہ دل میں اشفاق کی تصویر ہر وقت رہنے لگی۔ لیکن وہ ابھی تک
جانتی تھی کہ اشفاق سے محبت کرتی ہے، ہمیں اگر کوئی آدمی اچھا لگتا ہے
لگنے کے یہ معنی کب ہوتے ہیں کہ ہم اسے چاہنے لگے۔ کبھی کبھی جب دل
پوچھتا، تو اشفاق سے محبت تو نہیں کرتی؛ تو وہ یہی جواب دے کر اسے
بہلانے کی کوشش کرتی تھی۔ محبت کا آغاز خود فریبی سے ہوتا ہے۔ آدمی
محبت کرنے لگتا ہے لیکن اعتراف نہیں کرتا۔ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے
اور صاف انکار کر دیتا ہے محبت سے، یہی کیفیت اس وقت پروین کی تھی، وہ
اشفاق کو جان و دل سے چاہنے لگی تھی۔ لیکن دل سے جب بھی بحث ہوتی
تو یہی کہتی، میں کیوں چاہنے لگی کسی کو۔

اور کوئی وقت ہوتا تو پروین اطمینان سے اشفاق کی یاد کو دل میں رکھ کر
بیٹھ جاتی اور اس سے جی بہلانے لگتی، اس کا شغل تنہائی یہی تھا، لوگ اکیلے بیٹھ
کر کہیں بہتے ہیں وہ تنہا بیٹھ کر اشفاق کو یاد کیا کرتی تھی۔ اور دل کی ہر
دھڑکن پر اپنے اس خیال باطل کی تجدید کر لیتی تھی کہ میں اشفاق کو چاہتی نہیں، ہاں
وہ مجھے اچھے ضرور لگتے ہیں لیکن آج وہ اپنے کمرے میں آتے ہی اشفاق کو بھول
گئی تھی اسے وہ واقعات یاد آنے لگے جو تھوڑی دیر پہلے تربیت گاہ میں پیش
آئے تھے ——— آج کئی لڑکیوں کی مائیں، غصّہ کا غازہ، اور نفرت کا
پاؤڈر مل کر اور حقارت کا نیزہ ہاتھ میں لے کر تشریف لائی تھیں اور آتے
ہی انہوں نے ——— بالکل اسی شان سے جس طرح دیہات کا تھانہ دار کسی
مجرم سے پوچھتا ہے ——— پوچھا تھا۔

باب ۲۵

بدنامی

فاخرہ پروین کی پرائیوٹ سیکرٹری بھی تھی۔ اور تربیت گاہ کی منتظ
سر گھر کی ذمہ داریاں بھی تھیں اور ادارہ کی بھی۔ جب وہ گھر میں ہوتی
ادارہ کے بارے کچھ نہیں سوچتی تھی۔ جب ادارہ میں ہوتی۔ تو گھر
تھی، آج وہاں کیا واقعہ پیش آیا، اس کی اسے خبر بھی نہیں تھی۔ اس
کو مزے لے لے کر اشفاق کی رام کہانی سنائی اور اپنے کمرہ میں
بیٹھ کر اطمینان سے رومال کاڑھنے لگی، یہ رومال وہ چپکے سے اشفاق
صندوق میں رکھ دینے کا پروگرام بنا چکی تھی۔ چاہتی تھی، اس کے آنے
پہلے اسے تیار کرے اور رکھ آئے۔ اس کی انگلیاں بڑی تیزی سے
تھیں اور اپنے کام میں مشغول تھیں، وہ اب تک اشفاق سے ایک سیدھے
سیدھے انسان کی حیثیت سے دلچسپی لے رہی تھی۔ اسے یہ خیال بھی نہ
اشفاق سے محبت کرنے لگی ہے۔ محبت دبے پاؤں آتی ہے اور دل
جاتی ہے یہ پتہ اسوقت چلتا ہے جب وہ آچکتی ہے اور انگریزوں کی طرح

پروین فاخرہ سے رخصت ہو کر اپنے کمرہ میں آئی اور اپنے
کی یاد بھی لائی پہلے اسے اشفاق پر ترس آیا کرتا تھا، پھر وہ اس سے

...اور تیرے مدرسہ پر!"

بوتی بولی۔

"میری لڑکی کا نام بھی کاٹ دیجیے، میں باز آئی ایسی تربیت سے۔"

تیری نے جائی کو اپنی حنائی انگلیوں سے روکتے ہوئے کہا۔

"...ہرگز ہم ایسی پڑھائی سے، اس مہینہ کی جو فیس لی ہے، وہ واپس کر

...اب ہماری بچی تو کہنے بھی نہیں آئے گی یہاں!"

...ری نے سُر میں سُر ملایا۔

"بھاڑ میں جائے ایسی تعلیم، یہ مدرسہ ہے کہ قحبہ خانہ، اٹھاؤ رجسٹر کاٹو نام

میری لڑکی کا، ارے ہاں اور نہیں تو کیا ——"

پیلی نے پہلی سنجیدگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔

"جیسی خود ہے، ویسا ہی ہماری بچیوں کو بھی بنانا چاہتی ہے، موئی نائکہ۔

—— اے مجھے کیا، جی چاہے نام کاٹ۔ جی چاہے نہ کاٹ، میں

تو چلی اپنی بچی کو لے کر۔"

یہ کہہ کر اور پروین کے منہ سے ایک حرف سنے بغیر سب اٹھیں اور اپنی بچیوں کا ہاتھ پکڑ مزید صلواتیں سناتی ہوئی چلیں۔ لڑکیاں کسمسائیں، روئیں گڑگڑائیں۔ لیکن بھری ہوئی مائیں لپاڈگی پر تیار ہو گئیں، اور جھونٹے پکڑ پکڑ کر ان نالائق لڑکیوں کو گھسیٹنے لگیں۔ پھر بھی لڑکیاں تھیں کہ مار گالیاں کھا رہی تھیں لیکن سنگِ گراں کی طرح ہلنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ یہ رنگ دیکھ کر پروین سامنے آئی، اس نے ان لڑکیوں سے کہا۔

"کیا یہ سچ ہے کہ اس ادارہ میں ایک حرامی لڑکی بھی پڑھتی ہے
اور جب پروین نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا تو
ایک نے چیخ کر کہا۔

"لعنت ہے اس تربیت گاہ پر، لو اور سنو، ہماری بچی
کے ساتھ بیٹھ کر پڑھے گی!"

دوسری بولی

"بی بی ذرا، اپنا چہرہ تو دیکھو آئینہ میں، صورت دیکھو تو نرے
تو شیطان، بھلا شریفوں اور حرامیوں کا ساتھ بھی نبھا ہے کبھی!"

تیسری نے اپنے ڈھلکے ہوئے دوپٹہ کو ٹھیک کرتے ہوئے

"سچ تو کہا ہے بڑے بوڑھوں نے کہ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے
گاہ کے کھیت میں حرامی لڑکیوں کے بیج پڑیں گے۔ تو رنڈیوں کی نسل

چوتھی نے پروین کے منہ پر تھوکنے کا ارادہ ملتوی کر کے پان کی پیک
کے فرش پر تھوکی اور فرمایا۔

"صد رحمت ہے بیٹی! تمہارے دیدے پر، اے میں کہتی ہوں جب
حرامیوں سے اتنی ہمدردی ہے تو شریفوں کے پیچھے ہاتھ دھو کے کیوں
ڈھنڈورہ پٹوا دو، سارے شہر میں کہ سب حرامی اولاد تمھیں سونپ دی
انھیں بچاؤ، پیار سے پالو، ہمیں کیا، لیکن ہماری اولاد پر تو رحم کرو۔"

پانچویں نے آنکھوں سے بجلیاں برساتے ہوئے کہا۔

"نہ جانے کس کا تخم ہے یہ موئی بدذات، نام کاٹے امیری بی بی کا

آپا کو کچھ نہ کہو، ارے میں تو اس موئی کی

بوٹی لگا دوں گی تیری مالکہ آپا کے

سات پشتوں کو دھن کر رکھ دوں گی، یہ حرافہ مجھے سمجھی کیا ہے؟"

پھر لڑکی کی مزاحمت سے عاجز آکر، جو جونک کی طرح چمٹی بیٹھی تھی پروین

سے مدد طلب کرتی ہوئی بولی۔

"بھیج اسے میرے ساتھ۔"

پروین نے ان کڑوی باتوں کو شہد کی طرح پی لیا، اور لڑکی سے کہا۔

"اچھی لڑکیاں ماں سے ضد نہیں کرتیں۔ آج یہ ادارہ اس قابل نہیں ہے

یہاں پڑھ سکو۔ لیکن اگر کبھی ہو جائے تو پھر چلی آنا۔"

ایک ماں کا دل ان باتوں سے کسی حد تک پسیجا، اس نے کہا۔

"آج ہو سکتا ہے، ہمیں کچھ لڑکیوں کو جاہل تھوڑے رکھنا ہے، تم ہماری لڑکیوں

کو رکھنا چاہتی ہو، تو اس لڑکی کو نکال دو جس کے سبب یہ جھگڑا کھڑا ہو رہا ہے۔"

پروین نے استقلال و عزیمت کے ساتھ جواب دیا۔

"میں آپ کی لڑکیوں کو ضرور رکھنا چاہتی ہوں۔ لیکن کسی بے گناہ کو نکال کر نہیں۔

آپ اپنی بچیوں کو لے جایئے وہ نہیں رہے گی، یہ تربیت گاہ اجڑ جائے میں اسے

گوارا کروں گی، لیکن اسے نہیں نکالوں گی، صرف اسی کے پڑھانے لکھانے کیلئے

اس تربیت گاہ کو قائم رکھوں گی۔"

یہ جواب سن کر دبا ہوا غصہ پھر ابھر آیا۔ اور یہ مائیں اپنی لڑکیوں کو گھسیٹتی ہوئی

اپنے اپنے گھر لے گئیں جس طرح قصائی، گائے کو گھسیٹتا ہوا اکیلا لے جاتا ہے۔

بیچاری اس وقت تربیت گاہ سے واپس آکر یہی باتیں سوچ رہی تھی، یہ پودا

"تمھیں اپنی ماؤں کا کہنا ماننا چاہیئے۔ ضد نہ کرو! جاؤ"۔

ایک لڑکی روتی ہوئی بولی۔

"کیوں چلے جائیں"۔

اس کی ماں نے پروین کے بولنے سے پہلے کہا۔

"ہماری مرضی تو پوچھنے والی کون ہے"؟

"میں تو نہیں جاؤں گی، چاہے کچھ ہو جائے"۔

پروین نے کہا۔

"نہیں ایسا نہ کہو، تمھیں جانا پڑے گا، ماں کا حکم ہر حالت میں مانا جا

میں بے شک تمھاری ہمدرد اور خیر خواہ ہوں لیکن ماں سے زیادہ نہیں"۔

اس ماں نے جل کر دوسری ماؤں سے کہا

"یہی تو میٹھی باتیں ہیں جن سے لڑکیوں پر جادو کیا جاتا ہے"۔

اور ان ماؤں میں سے ایک نفرت اور حقارت کی آگ برساتی ہوئی

"اور کیا ——— لیکن یہ جادو ہم پر نہیں چلنے کا بہت سے

دیکھ رکھے ہوں گے تم نے، انھیں میں سے کسی پر ان میٹھی میٹھی باتوں سے

——— چل لڑکی اٹھ"!

یہ کہہ کر اس نے لڑکی کو جھٹکا دے کر اٹھایا، لیکن وہ اٹھ کر

"آپ ہمیں جو چاہے کہہ لیجئے، لیکن آپا (پروین کو سب لڑکیاں کہا کر

——— کو کچھ نہ کہیئے"۔

ماں نے جل کر کہا

ماہ رخ اب پروین کے قریب آچکی تھی۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

— اگر ہم نامحرم ہیں تو محرم کون ہے؟ —— ذرا بتاؤ تو اُس رقیب روسیہ کا نام؟

پروین نے کہا

— نام کیا کرو گی پوچھ کر۔ نام کیا لوں۔ کوئی اللہ کا بندہ ہوگا!

یہ کہہ کر وہ مسکرا دی تو ماہ رخ بھی ہنس دی، اس نے کہا۔

— آج تو بلبل کی طرح چہک رہی ہو، کیا بات ہے؟

پروین نے جواب دیا۔

— ابھی ابھی میں رو رہی تھی تمھیں دیکھا تو خوش ہوگئی تم میرے رونے کو نہیں دیکھتیں، ہنسنے کو دیکھ کر سمجھ لیتی ہو کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔

ماہ رخ نے فکرمندی کے ساتھ کہا

— تم رو رہی تھیں ابھی؟

— ہاں!

— لیکن آخر کیوں؟

— اپنی قسمت پر۔ پھوٹے ہوئے نصیب پر۔

— ہوا کیا کچھ کہو تو سہی!

— کیا کرو گی سن کر، تمھارا عیش بھی مکدر ہو جائے گا۔

سرگزشت بلا کشتاں نہ سنو

— میں تو سن کر رہوں گی —— تمھیں روتا دیکھوں اور چپ رہوں؟

ابھی پروان نہیں چڑھ پایا تھا۔ کہ مرجھانے لگا۔ کیا میں اسے ٹوٹ جانے
کیا فریدہ کے لیے —— دوسری لڑکیوں کو نکل جانے دوں۔ کیا یہ
ہے کہ ایک آدمی کیلیئے بہت سے آدمی نکال دیئے جائیں، اور پروین کا
تھا، سوال فریدہ کا نہیں، اصول کا ہے ایسے ایسے ہزاروں ادارے
پر قربان ہو جائیں، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے فریدہ کا کوئی جرم نہیں ہے
سے اتنی ہی معصوم اور بے گناہ پیدا ہوئی ہے جتنی یہ شریف زادیاں
کس جرم میں نکالوں؟ اگر میں اسے نکال دوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اپنے
اپنے اصولوں کو توڑ رہی ہوں جن بلند مقاصد کو سامنے رکھ کر میں آگے بڑھی
انھیں پس پشت ڈال کر میں گام فرسائی کر رہی ہوں، نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔
کسی قیمت پر بھی فریدہ کو نہیں نکال سکتی، میں مظلوم عورت کی مدد کے لیے
ہوں، خود اس پر ظلم نہیں کر سکتی —— اے اللہ مجھے صلہ دے۔

اتنے میں پروین دیکھتی کیا ہے کہ یکتائی و دلربائی کی پوری شان کے ساتھ
ماہ رخ دروازہ پر کھڑی ہے اور آنکھوں سے محبت اور شرارت کے شرارے
برساتی ہوئی کہہ رہی ہے۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

ماہ رخ کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے پروین ذہنی اور دماغی کوفت بھول گئی
وہ پھول کی طرح مسکرائی اور بولی۔

"ہرگز نہیں —— حرم سرا میں کوئی غیر محرم نہیں آسکتا۔
بیگم صاحبہ آرام فرما رہی ہیں۔ آپ تشریف لے جائیے۔"

بڑے نقصان کے مقابلہ میں چھوٹا نقصان برداشت کر لیا ہے۔

یعنی

یم شریف زادیوں کو اجازت دیدی ہے کہ وہ چاہیں تو چلی جائیں۔ لیکن

وہ کو کھا لیا ہے:

متعلق میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

نے غور نہیں کیا، ورنہ بڑی سیدھی سی بات ہے"

کس طرح؟

بات یہ ہے کہ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ ایک اسکول کھول لوں اور استانی

چند لڑکیوں کو پڑھانے بیٹھ جاؤں"

تو میں یہ کب کہتی ہوں"

سنو: ——— میرا مقصد یہ ہے کہ میں عورت کو عورت

ایسی لڑکیاں پیدا کروں جن میں اخلاقی جرأت ہو، جو اپنی حقیقت اور ماہیت

واقف ہوں، جو اپنے حقوق پہچانتی ہوں جو اپنے فرائض جانتی ہوں اور انہیں

کا حوصلہ بھی رکھتی ہوں۔"

بالکل ٹھیک:

ادارہ کا مقصد یہ ہو، اس میں اگر ایک ایسی لڑکی داخل ہو جائے، جسے

کہتی ہیں جس سے بے وجہ نفرت کرتے ہیں، جسے کسی سبب سے کشتنی

سمجھتے ہیں۔ اسے میں دل میں رکھنے کے بجائے ٹھوکر کیسے لگا سکتی ہوں"

نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن جس دکھ کو تم دور نہیں کر سکتیں، اُسے سُننے سے کیا؟"

"اگر دور نہ کر سکی تو مَیں بھی تمھارے ساتھ بیٹھ کر رو دوں گی۔"

"فائدہ؟"

"خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو — گھڑیاں بغیر ساتھی کے بھی کٹ جاتی ہیں، لیکن دُکھ کی گھڑیاں بغیر ہمدرد کے کٹتیں، میں تمھاری ہمدرد ہوں، یہ تو تم مانتی ہو۔"

پروین نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟"

"تو کہہ ڈالو، پھر سب کچھ از اول تا انتہا؟"

پروین نے آج کی ساری روداد ماہ رخ کو سُنا ڈالی، وہ بڑے غور سے بیٹھی سنتی رہی، پھر بولی۔

"تمھیں سوجھی کیا تھی فریدہ کو تربیت گاہ میں داخل کرنے کی؟"

"یہ تم پوچھ رہی ہو ماہ رخ؟"

"ہاں! میں پوچھ رہی ہوں بتاؤ؟"

"پہلے یہ بتاؤ اس سے بڑھ کر داخلہ کا مستحق کون تھا؟"

"میں اس کے استحقاق سے انکار نہیں کرتی، لیکن بڑے نقصان کے بدلے میں چھوٹا نقصان گوارا کر لینا چاہیئے۔"

"مجھے تم سے پورا پورا اتفاق ہے اور میں نے یہی کیا ہے۔"

"کیا کیا ہے؟"

ہر بچہ فطرت کی طرح معصوم اور بے داغ ہوتا ہے، وہ گناہ نہیں کرتا، اس میں گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی، شیطانوں کے گھر ولی اور ولیوں کے گھر شیطان پیدا ہوتے رہتے ہیں اگر فطرت کا یہ اصول ہوتا، کہ نیکوکاروں ہی کی اولاد نیک، اور بدکاروں کی اولاد بد ہو، تو ایسا کبھی نہ ہوتا کہ نیکوں کے بچے بدمعاش اور بدمعاشوں کے بچے آگے چل کر نیک ثابت ہوتے، اصل چیز ہے تربیت، بچہ ایک سادہ سلیٹ کی طرح ہوتا ہے جو نقش اس پر بنا دو گے اسے قبول کرے گا، تربیت اچھی ہوئی تو نیک بن جائے گا، تربیت بری ہوئی تو بد بن جائے گا، خدا اسے اگر بد بناتا تو دنیا میں بھیجتا کیوں؟"

"کہے جاؤ، ابھی تک ٹھیک جا رہی ہو۔"

"یہی لڑکی فریدہ جس کا نام لینا بھی شریف لوگ گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اور جس کی صورت دیکھنا بھی ان کے نزدیک سب سے بڑا پاپ ہے، اگر کسی برے ماحول میں رہے تو بری بن جائے گی، اگر اچھے ماحول میں رہے تو اچھی بن جائیگی، بری تربیت پاکر اس کا پیٹ بھی حرامی بچوں کی مشین بن سکتا ہے اور اچھی تربیت اگر اسے مل جائے تو اس کے پیٹ سے بھی وہ اولاد پیدا ہو سکتی ہے جو قوم، ملک، اور مذہب کا نام روشن کرے ——— مذہب کا نام سن کر تم چونک پڑیں لیکن یہ تمہاری جہالت ہے اسلام نے زانی اور زانیہ کے لیے سنگساری یا کوڑوں کی سزا رکھی ہے لیکن گنہگاروں کی اولاد کیلیے کوئی سزا نہیں تجویز کی ہے۔ ——— جب یہ بات ہے، تو خدارا بتاؤ، میں فریدہ کو کس طرح مار ڈالوں۔"

ادریس بڑے غور سے پیروں کی باتیں سن رہی تھی، وہ اس وقت بہت

" خطا اگر ہے تو اس مرد کی جس نے ایک عورت سے زنا
اگر ہے تو اس عورت کا جس نے اُس مرد کو چاہا، اور اپنی چاہ کے
قیمتی پونجی ہار بیٹھی۔ لیکن اُس ہستی کی کیا خطا ہے، جس نے نہ اپنے
زنا کاری کی ترغیب دی تھی، نہ اپنی ماں کو ہوس کاری کا نشانہ بننے
اور جو قانونِ قدرت کے مطابق اسی طرح عالمِ وجود میں آئی تھی جس طرح بڑے
شریف اس دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ پھانسی نہ مرد کو ملی نہ عورت
معصوم کی گردن کٹوانے کے لیئے عورتیں بھی آگے بڑھ رہی ہیں اور مرد
انصاف ہے؛ انسانیت ہے؛ شرافت کا اقتضا ہے آخر

—— سماج اگر روک سکتی ہے تو مرد اور عورت کے اختلاط کو
اور عورت کو گناہ کرنے کی اجازت دیتی ہے انہیں کوئی سزا نہیں دیتی
گنہگاروں کے شر سے جو نیکی پیدا ہوتی ہے اُسے کچلنے کیلئے اُٹھ کر

ماہ رُخ نے حیرت کے ساتھ کہا

" نیکی ؟"

" ہاں نیکی۔ صرف نیکی ؟"

" کیونکر ؟"

" مجھے ٹیگور کی یہ بات کبھی نہیں بھولتی کہ ہر نیا بچہ جو پیدا ہوتا ہے
یہ پیام لاتا ہے کہ خدا ابھی تک اپنی مخلوق سے مایوس نہیں ہوا۔"

" ٹھیک ہے ٹیگور نے بڑی اچھی بات کہی ہے لیکن اس
سے کیا تعلق ؟"

"تمہاری دوستی میں، تربیت گاہ کی ہمدردی میں، فریدہ کی محبت میں ——
میں واقعی اب اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"شکریہ اس محبت کا، اس ہمدردی کا، اس دوستی کا، لیکن ——"

"لیکن کیا؟"

"یہ نالہ وہیں رہے گا، جہاں بہتا تھا۔"

"یعنی؟"

"فریدہ میرے پاس رہے گی، تربیت گاہ میں پڑھے گی۔"

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔" "ہاں!"

"لیکن میری تجویز ماننے میں تمھیں تامل کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میرے اصول سے ٹکراتی ہے۔"

"کس طرح، کیونکر؟"

"اگر فریدہ کو میں نے تمھارے حوالے کر دیا، تو جانتی ہو نتیجہ کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا؟"

"میں اپنی نظر میں ذلیل ہو جاؤں گی۔ اپنے آپ سے مجھے نفرت ہو جائے گی، یہ بیداریٔ نسواں کا جو صور لے کر میں اٹھی ہوں وہ بکواس بن جائے گا۔"

"یا اللہ —— کیوں؟"

"بدنامی اور مخالفت کے ڈر سے، اگر میں ایک مظلوم کو اپنی پناہ سے محروم کر دوں تو پھر مظلوم عورت کی خدمت کا دعویٰ کس منہ سے کر سکوں گی، اگر یقین ہے کہ فریدہ اس قابل ہے کہ اس کی مدد کی جائے، تو میں کیوں نہ اس کی

متاثر نظر آ رہی تھی۔ اس نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔

"تمھاری ایک ایک بات سچ ہے، پروین مجھے اب فریدہ سے

ہو گئی ہے جتنی تمھیں ——— میں نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے

تم دنگ رہ جاؤ گی، اور اگر اسے تم نے مان لیا تو تربیت گاہ پر کوئی

آئے گی۔ ادارہ کی بدنامی دُور ہو جائے گی اور شریف زادیاں پھر اپنا

سنبھال یہاں آنے لگیں گی۔"

"فرمائیے کیا فیصلہ کیا ہے آپ نے؟"

"یہ کہ فریدہ کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں، میں اُسے پالوں اور اس کی

تعلیم و تربیت کا انتظام کروں۔"

پروین نے ایک جاں نواز تبسم کے ساتھ ماہ رخ کی طرف دیکھا اور

"تم جو بدنام ہو جاؤ گی"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔"

"انگلیاں اُٹھنے لگیں گی تم پر؟"

"میں برداشت کر لوں گی۔"

"اور اگر وکیل صاحب بگڑ گئے تو؟"

"انھیں منانا مجھے آتا ہے۔"

"خاندان والوں نے بائیکاٹ کر دیا تو؟"

"میں ان کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔"

"لیکن کیوں؟ یہ سب کرنے کے لیے تم کیوں تیار ہو، یہ تو بتاؤ؟"

...بھر دی۔ آنکھ ...ل محبت، یہ آج ہو کیا گیا ہے؟"

قریب تھا کہ اس خیال کو اپنے گوشۂ دل سے نکال کر وہ کسی اور کام میں یکسوئی کے ساتھ منہمک ہو جائے کہ آنکھ اوپر اٹھی تو دیکھتی کیا ہے کہ اشفاق صاحب پیکرِ ...ت بنے سامنے کھڑے ہیں، وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی، اس نے کہا

"آپ!"

وہ اپنے موتی کے سے سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولے۔

"جی ہاں، میں ہوں ——— اگر آپ اس وقت مصروف ہوں تو چلا جاؤں، پھر کسی وقت آ جاؤں گا۔"

...اں نے نسیمِ بہار کی طرح اٹکھیلیاں کرتے ہوئے کہا

"آپ نے میری مصروفیت کیا دیکھ لی" ——————— ؟"

میں تو کچھ بھی نہیں کر رہی ہوں، آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی، اگر یہ مصروفیت ہے تو شوق سے آپ تشریف لے جائیے، اور پھر کسی وقت تشریف لائیے گا اور اگر نہیں ہے تو بیٹھئے، اور فرمائیے کیسے آنا ہوا؟"

اشفاق کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور کہا۔

"اس پر دستخط کر دیجیے!"

...اں نے بے پڑھے ہوئے دستخط کر کے کاغذ واپس کر دیا، اشفاق نے کہا۔

"آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا اسے؟"

"کیا ضرورت تھی!"

"پھر دستخط کیسے کر دیئے!"

مدد کروں؟ یہ شرف تمھیں یا کسی اور کو کیوں حاصل رہو؟"

"اچھا بھائی جو تمھارا جی چاہے کرو، ہم نے مان لی ہار ———

سوچ لو، تربیت گاہ کے دروازے پر تالا پڑ جائے گا۔"

"مجھے اس کا بڑا افسوس ہوگا، لیکن میں اسے گوارا کروں گی۔"

تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد ماہ رُخ چلی گئی اور

پھر اپنے کمرہ میں اکیلی رہ گئی۔ آج تربیت گاہ میں جو کچھ پیش آیا، اس کا

بڑا غم تھا۔ لیکن ماہ رخ سے باتیں کرنے کے بعد دل کی بھڑاس نکل گئی تھی

بوجھ ہلکا ہو گیا تھا، اس کے جانے کے بعد اشتفاق کا تصور اپنی بے نیازی اور

از خود رفتگی کی پوری شان کے ساتھ آیا، اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا

اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور پوچھا، کیوں صاحب دُلاری انعام کی مستحق ہے

کو آپ پچاس روپیہ کی مٹھائی کھلا سکتے ہیں، لیکن ایک دھڑکتے ہوئے دل

تڑپتی ہوئی روح کے لیے آپ کے پاس نہ کوئی تحفہ ہے نہ کوئی انعام ———

یہ سوچتے سوچتے وہ چونکی، دل نے کہا، اگر یہ محبت نہیں ہے تو اسے

محبت کہتے ہیں؟

وہ دل سے لڑ پڑی۔ اس نے کہا۔

"یہ ہرگز محبت نہیں ہے، میں ان سے محبت نہیں کرتی وہ مجھے اچھے لگے

ہیں۔ ——— وہ ان کی بھولی بھالی صورت، بھولی بھالی ادا

وہ ان کا ہر وقت کھویا کھویا سا رہنا، وہ اُن کا جو بات دل میں آئے

پروا کئے بغیر کہہ دینا وہ ان کا آنکھوں کی زبان کا نہ سمجھنا، دل کی دھڑکن کا

باب ۲۶

بیخودی و ہشیاری

رات کے بارہ بج چکے تھے، فیروزہ اپنے گاہکوں سے رخصت ہو کے اپنے نشیمن میں پہنچی۔ وہ تھکی ہوئی تھی۔ اسے آرام کی ضرورت تھی لیکن ابھی وہ اور تھکنا چاہتی تھی۔ ارشاد کے آنے کا یہی وقت تھا، گاہکوں سے روپیہ لے کر تھکتی تھی، ارشاد کو دل دے کر تھکتی تھی، خوشی کا سودا جو ہوتا ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔"

انتظار کی گھڑیاں جلد ختم ہو گئیں، ارشاد آ گیا۔ اسے دیکھ کر وہ کھل اٹھی۔ جیسے کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہو، اس نے شکریہ اور شکوہ کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

"آ گئے ——— اتنی دیر میں؟"

ارشاد نے اپنا کوٹ اٹھا کر ایک طرف پھینکا، اور فیروزہ کے پاس مسہری پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"دیر کہاں ہوئی۔ ٹھیک وقت پر تو آیا ہوں؟"

فیروزہ اپنے گال اس کے گالوں پر رکھ کر بولی۔

"تمہیں تو ستانے میں مزہ آتا ہے؟"

ارشاد نے اسے آغوش میں لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کا حکم جو تھا"

اشفاق سے کچھ جواب نہیں بن آیا۔ وہ خاموشی کے ساتھ واپس
کے چہرے پر ایک سرخی سی دوڑ گئی۔ دل بھی زور زور سے دھڑکنے لگا
جا رہا تھا۔ یہ آواز برابر اس کے کانوں میں گونجتی رہی۔ دروازہ پر پہنچ کر
ارادہ اس نے مڑ کر ایک نظر پروین پر ڈالی، وہ اسی طرف ٹکٹکی باندھے
تھی۔ پروین نے یہ سمجھ کر نظر جھکا لی، کہیں دل کا چور آنکھوں میں آ نہ
اور اشفاق یہ سوچ کر جلدی جلدی آگے بڑھ گیا، کہیں میری اس
پر پروین خفا تو نہیں ہو گئی ——— اقرار محبت کرنے سے
محبت کرنے والے دل ایک دوسرے سے ڈرتے بھی رہتے ہیں۔

اور اشفاق کے جانے کے بعد پروین سوچنے لگی، نا خود اتنی اچھی کیوں
لگی ہے اس شخص سے، اچھی چیز کسے اچھی نہیں لگتی؟

لیکن ——— لیکن ———

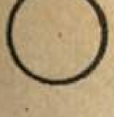

"...ے ڈس لیں گے؟"

یہ کہہ کر وہ مسکرائی، پھر بے تابانہ جوش کے ساتھ ارشاد کو اپنے دل سے
...ب کر کے اور خود اس کے دل سے قریب ہو کر کہا۔

"...لوگ عورتوں کو بدنام کرتے ہیں کہ میٹھی باتیں کر کے مردوں کا دل موہ لیتی
ہیں۔ وہ مرد کیسے جادوگر ہوتے ہیں۔ اسے کوئی نہیں مانتا
لیکن ہر مرد جادوگر نہیں ہوتا، یہ جادو وہی کر سکتا ہے، جس کے دل میں
محبت بسیرا لے رہی ہو۔"

"چلو ہٹو بھی۔ کہاں مرد۔ کہاں عورت؟"

"اس کا کیا مطلب؟"

"مرد عورت کی برابری نہیں کر سکتا، محبت کرنا صرف عورت جانتی ہے۔"

"اور مرد؟"

"صرف محبت جتانا۔"

"میری محبت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"بڑی سچی۔"

یہ کہہ کر وہ پھر مسکرائی، ارشاد نے کہا۔

"شکریہ!"

اور پھر وہ اسے شراب کی طرح پینے اور کباب کی طرح کھانے لگا۔
اس کام سے فارغ ہو کر اس نے سگریٹ کا ایک لمبا کش لیتے ہوئے کہا۔

"کہو اور بھی سنتا؟"

"بھلا میں تمھیں سنا سکتا ہوں۔ دل کی آرزو، اور آنکھ کی تمنا تمہارے سوا کون؟ پھر دل جو تجھ سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے!"

فیروزہ نے دونوں بانہیں ارشاد کے گلے میں حمائل کر دیں اور مست جھولتے ہوئے بولی۔

"بس اسی کمرہ تک! یہاں سے باہر جاؤ گے سب کچھ بھول جاؤ گے دیکھے کی محبت اسی کو تو کہتے ہیں!"

ارشاد نے اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں سے اکیلا نہیں جاتا!"

"کسی کو ساتھ لے جاتے ہو اپنے؟"

"ہاں تمھیں ——— تمھیں ساتھ لے کر جاتا ہوں گھر وا دیکھتے ہیں کہ تم مسہری پر مست نیند سو رہی ہو۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ تم میرے دل بیٹھ کر میرے ساتھ ساتھ جاتی ہو!"

وہ مسکرا کر بولی

"اے واہ، لگے بنانے!"

"سچ کہتا ہوں فیروزہ میں تمھیں اپنے ساتھ لے کر جاتا ہوں تم میری آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتیں، تم میرے دل سے کبھی دور نہیں ہوتیں:"

یہ محبت بھری باتیں سن کر فیروزہ پر ایک نشہ سا چھا گیا، بے پے اس کی آنکھوں میں لال لال ڈورے پڑ گئے، اس نے اپنی مست آنکھوں شراب کا اثر پیدا کرتے ہوئے کہا

- میں نے اسے بدنام کیا۔ میں نے تربیت گاہ کے دامن پر کالا سا دھبہ لگا دیا
میں نے وہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنیوالی لڑکیوں کے والدین کو بتایا، کہ یہ ادارہ
قحبہ خانے سے بدتر ہے۔ یہاں شریفوں کے ساتھ رذیل بھی رہتے ہیں یہاں نجیبوں
کے ساتھ حرامی بھی پڑھتے ہیں ——————"

- پھر کیا ہوا؟

- لڑکیوں کے خاندانوں میں تہلکہ مچ گیا، وہی پروین جس کی عزت کی جاتی تھی۔
بدنام ہو گئی۔ مائیں گئیں اور اپنی بچیوں کو چھین لائیں، اس کے پنجہ سے وہ چھڑا لائیں
پروین چیخی مگر ماؤں نے ایک نہ سُنی اور پروین دم بخود رہ گئی کچھ نہ بول سکی۔"

- اُجڑ گئی تربیت گاہ؟

- تھوڑی بہت اب اس میں رہ گیا ہے۔ چند لڑکیاں ہیں جن کا کوئی والی وارث
نہیں لیکن میں انہیں بھی وہاں نہیں رہنے دوں گا۔"

- کیا کرو گے؟

- چھین لوں گا۔

- لیکن وہ لاوارث جو ہیں۔ انھیں پناہ کون دے گا؟"

- قوم، حکومت۔

- وہ کیسے؟

- میں جلسے کروں گا، جلوس نکالوں گا، حکومت سے مطالبہ کروں گا کہ وہ اس
تربیت گاہ کو بند کر دے، جس میں حرامی لڑکیوں کو رکھ کر شریف بچیوں کے اخلاق
بگاڑے جا رہے ہیں اور قوم کو اکساؤں گا کہ وہ غریب لاوارث بچیوں کو، اس

"کیا؟"

"ایک بڑی اہم چیز ہے۔"

"توبہ، تو کہتے کیوں نہیں؟"

"مَیں جیت گیا۔"

"کس سے؟"

"مَیں نے شکست دیدی۔"

"کس کو؟"

"مَیں نے انتقام لے لیا۔"

"کچھ آگے بھی کہو گے؟ کس سے انتقام لے لیا، کس کو شکست

"پروین کو جانتی ہو؟"

"کیوں نہیں؟"

"اسی سے انتقام لیا ہے۔ اسی کو شکست دی ہے۔"

یہ سُن کر فریدہ ذرا متفکر سی ہو گئی، پہلے وہ پروین سے نفرت کرتی
فریدہ کے واقعہ کے بعد سے وہ اس کی عزت کرنے لگی تھی۔ اس نے
کے ساتھ پوچھا۔

"کیسے؟"

وہ جوشِ مسرت سے بے خود ہو کر بولا۔

"تربیت گاہ کی ہانڈی چوراہے میں پھوڑ کے۔"

"یعنی کس طرح؟"

"...چھپانا نہیں چاہتی یہ واقعہ ہے کہ میں پردیں کی عزت کرتی رہوں۔"

"کیوں ؟"

"...ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے۔"

"...ہے کہ اس نے اپنی تربیت گاہ کو "حرامی بچوں کا گھر" بنا رکھا ہے۔"

...یہ کہتے ارشاد کو غصہ آگیا۔ اُسے غصہ پردیں پہ آیا تھا، لیکن آثار فیروزہ

...نے کہا۔

"اگر تم واقعی پردیں کی عزت کرتی رہو، تو ایک کام کرو۔"

وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کیا کام ؟"

"یا تو تم اس کے ادارہ میں شریک ہو جاؤ، یا اُسے اپنے بالاخانہ پر بلا لو۔

...رہے گا، خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

یہ کہہ کر وہ زہر میں بجھی ہوئی ہنسی ہنسا۔

فیروزہ بھی اب مقابلہ کے لیے تیار ہو چکی تھی، اس نے کہا

"میں وہاں اس لیے نہیں جا سکتی کہ ناپاک ہوں اور وہ یہاں اس لیے نہیں

...شیطانوں کے گھر میں فرشتے قدم نہیں رکھا کرتے ——"

"تو آپ اس کا اقرار کرتی ہیں۔ کہ آپ شیطان ہیں۔"

"شیطانوں کی صحبت میں رہ کر شیطان ہی بن سکتی ہوں انسان نہیں بن سکتی۔"

ارشاد کو غصہ آگیا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا۔

"فیروزہ !"

ڈائن کے پنجے سے چھڑا کر ان کی کفالت خود کرے"۔

"اور کیا کیا کرو گے؟"

"پروین کا شہر میں رہنا دوبھر کر دوں گا، اسے اتنا ذلیل اور

کرونا منہ دکھانے کے قابل نہ رہے"

"اور؟ بس اتنا ہی؟"

"یہ کچھ کم ہے؟"

فیروزہ پر سنجیدگی طاری ہو چکی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک

فروش نازنین تھی۔ جو دوسروں کا دل بہلا کر اپنے حسن و جمال کی نمائش

عصمت اور آبرو کو بیچ کر زندگی بسر کرتی تھی۔ لیکن اب وہ ایک

اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ تم نے اچھا نہیں کیا؟"

ارشاد نے ایک قہقہہ لگایا۔

"کیوں؟"

"یہ تم نے انتقام نہیں لیا، ظلم کیا ہے؟"

"وہ پھر ہنسا، اس نے کہا

"اوہو! میں بھی کتنا بدحواس ہوں۔ یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ

دم بھرتی رہیں"

فیروزہ اب رنڈی سے پوری عورت بن چکی تھی۔ اس نے ایک

عالم میں کہا۔

کے لیے قاروں کا خزانہ مطلوب تھا اور فیروزہ صرف وعدہ
بہر حال اس کے حوالہ کر دیا کرتی تھی، یہ سہولت بھلا اور کہاں

سوچ کر اس نے ذرا نرمی کے ساتھ کہا۔
ہو کیا گیا ہے تم تو ہوا سے لڑ رہی ہو؟"

آپ سے کبھی نہیں لڑی، کسی بات پر بھی نہیں لڑی، لیکن آج
کر دی جس نے میرے دل کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔"

میں قربان، جب تک میں زندہ ہوں تمہارے دشمن جلیں گے، تمہارا

پھر فیروزہ کو بے خود کرنے کے لیے زینت آغوش بنانا چاہا، لیکن
اس نے الگ ہٹتے ہوئے کہا

کیجیے۔"

تک خفا ہوگی؟"

کی آپ کو پرواہ ہوتی تو آپ ایسی باتیں کرتے بھلا۔"
اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، ارشاد نے موقعہ غنیمت سمجھا
ہوئے رومال سے اس کی آنکھیں پونچھیں اور پوری ہنر
آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔
نہیں دیکھ سکتا۔"

وہ بھی غصّہ کے عالم میں بولی

"کیا ہے"؟

"یہ بکواس بند کرو"!

"آپ اپنی زبان کیوں نہیں بند کرتے"!

"تم نے میری توہین کی ہے"!

"آپ نے انسانیت اور شرافت کی توہین کی ہے"!

"تم ذلیل ہو، آبرو باختہ ہو، تم کیا جانو شرافت کیا ہوتی ہے"!

"لیکن ذلیل اور آبرو باختہ کے ہاں شریف نہیں آتے۔ ذلیل اور [illegible]

آتے رہیں"!

"تم نے میری توہین کی۔ مَیں تم سے بھی انتقام لے سکتا ہوں"!

"کیوں نہیں، جب آپ پروین جیسی شریف اور پاکباز عورت [illegible]

کا نشانہ بنا سکتے ہیں، تو مَیں بیچاری تو ذلیل اور آبرو باختہ ہوں [illegible]

فیروزہ کا یہ رنگ دیکھ کر ارشاد کو حیرت ہوئی۔ فیروزہ نے [illegible]

کی طرح اسے اپنا اسیرِ دام کیا تھا۔ لیکن اس نے ایک مشّاق اور کال [illegible]

کی طرح اسے اپنا اسیرِ دام کر لیا تھا اور اپنی اس کامیابی پر وہ بے [illegible]

تھا، دوستوں اور یاروں کے جھمگٹ میں اپنی مردانہ کامیابیوں کے [illegible]

لے کر بیان کرتا تھا۔ لیکن آج یہ چڑیا اڑنے کے لیے پر تول رہی [illegible]

رہو تا تھا جال کا پھندا توڑ کر باہر نکل جائیگی۔ شہر میں طوائفوں کی [illegible]

ایک بڑھ کر ہیرے کی طرح جگمگاتی ہوئی، اور طیور کی طرح چہکتی ہوئی [illegible]

"کیا مطلب؟"

"کاش میں پردیں بن سکتی، کاش میں اس کی خاکپا بن سکتی"۔

"جوشِ عقیدت کا جب یہ عالم ہے، تو مرید کیوں نہیں ہو جاتیں، حضرت مولانا

...؟"

فیروزہ کو غصہ آگیا، اس نے کہا

"آپ جاتے جاتے رک کیوں گئے؟"

"جاتا ہوں، اور اب کبھی نہیں آؤں گا، اس گھر میں"۔

یہ کہہ کر، وہ تیز تیز قدم رکھتا ہوا چلا، اگر کسی اور بات پر ارشاد یوں خفا ہو کر جاتا

تو فیروزہ اٹھ کر اس کا دامن پکڑ لیتی، وہ دامن جھٹک کر چلا جاتا، تو وہ رونے لگتی

لیکن اس وقت فیروزہ نے نہ اس کا دامن پکڑا، نہ روئی وہ جا رہا تھا، اور وہ

چپ چاپ بیٹھی ہوئی اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

دروازہ تک پہنچتے پہنچتے ارشاد نے فیروزہ کو ایک موقع منانے کا اور

دیا، اس نے اپنی رفتار دھیمی کر دی۔ پھر میز کے خانہ میں کچھ تلاش کرنے کے بہانے

سے واپس آیا، جھوٹ موٹ کچھ دیکھا بھالا، اور یہ دیکھ کر فیروزہ متوجہ نہیں ہوئی،

... ہو کر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد فیروزہ اطمینان کے ساتھ اٹھی، اندر سے دروازہ

بند کیا، اور خاموشی کے ساتھ آکر اپنی مسہری پر لیٹ گئی۔

"آپ مجھے روتا نہیں دیکھ سکتے، لیکن رُلا سکتے ہیں"

"ہرگز نہیں، مَیں تمھیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں خوش رکھنا چاہتا ہوں"

"اسی طرح نا؟"

"جس طرح تم کہو اس طرح، تمھاری خاطر مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے"

"تو وعدہ کیجئے، اب آپ پروین کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے"

پروین کا نام سن کر ارشاد پھر جھلا گیا۔ اس نے کہا۔

"مَیں یہ وعدہ نہیں کر سکتا"

"تو مَیں خوش بھی نہیں ہو سکتی"

"مَیں پروین کے کسی دوست کو خوش رکھنا بھی نہیں چاہتا"

یہ کہہ کر وہ اٹھا، اس نے اپنا کوٹ پھر پہن لیا اور ٹوپی سر پر

کی طرف چلا۔ فیروزہ نے کہا

"جا رہے ہیں آپ؟"

"ہاں!"

"مجھے مناتے مناتے آپ خود خفا ہو گئے"

"مَیں تمھیں منا سکتا ہوں، پروین کو نہیں منا سکتا تمھارا چہرہ اس

پروین کا نظر آ رہا ہے"

وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"ایسے کہاں نصیب؟"

اس نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"یہ بھی جانتی تو ہو؟"

"اس کے بعد جاننے کی ضرورت ہی کیا ہے"

بلقیس اب تک کھڑی ہوئی تھی، ارشاد نے کہا۔

"کھڑی کیوں ہو، بیٹھ جاؤ"

وہ کھڑے کھڑے مسکرائی، اور بولی۔

"میں اس قابل کہاں؟"

ارشاد نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کس قابل؟"

"یہی کہ آپ کے پاس اٹھ بیٹھ سکوں"

"اچھا پھر کون ہے اس قابل؟"

"جانتے ہیں، لیکن بتائیں گے نہیں"

"یہ کیوں؟"

"ہماری مرضی"

"لیکن ہم تو پوچھ کر رہیں گے"

"اے واہ کوئی زبردستی ہے؟"

"ایسی ہی؟"

"نہیں بتاتے"

کوئی کیا کرے گا

بلقیس نے اپنے اوپر مجبوریت کی کیفیت طاری کرتے ہوئے کہا۔

باب ۲۷

کھیل

گھر واپس آنے کو تو ارشاد آ گیا، لیکن اسے رات بھر نیند نہیں آئی
کی قلب ماہیت پر متحیر بھی تھا اور برہم بھی۔ اسے حیرت اس پر تھی کہ فیروزہ
تاب تکلم کہاں سے آ گئی، اور غصہ اس پر تھا کہ وہ پردیسی کی طرفداری
صبح ہوتے ہوتے اس کی آنکھ لگی۔ اور ۹ نو بجے تک وہ سوتا رہا، اتنے میں
آکر اُسے جگایا۔

"کب تک سوتے رہیں گے آپ؟"

"وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا، سامنے بلقیس کھڑی تھی وہ مسکرا کر بولی۔

"رات بھر کہاں جاگتے رہے؟"

یہ شیریں آواز سن کر وہ چونکا، مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے

"کہیں بھی نہیں۔"

"پھر گھوڑے بیچ کر کیوں سو رہے تھے ——

ہیں، ہاں۔"

"کیا جانتی ہو، ہمیں بھی بتاؤ؟"

"رات رات بھر باہر رہنا، رات رات بھر جاگنا؟"

[illegible] میری زندگی بغیر کسی عباس کے بسر نہیں ہو سکتی، بہت دنوں تک
[illegible] کی ڈھن میں سرگرداں رہی ۔ لیکن وہ نہ ملنا تھا، نہ ملا، پھر ایک روز اُس
[illegible] مسکراتے ہوئے چہرے اور گٹھے ہوئے بدن کو دیکھ کر سوچا تھا، کیا
[illegible] سکتا؟ گھر کی مرغی دال برابر، آخر کیا خرابی ہے اِن بیچارے میں،
[illegible] دل موہ لینے والی، مضبوط اور گٹھا ہوا جسم، اُبھرا ہوا سینہ۔
[illegible] سوچنے کے بعد اس نے ارشاد سے تو کچھ بھی نہ کہا، لیکن جب بھی
[illegible] کر سوچنے کے لیے لیٹتی، کوئی دِن ناغہ نہ جاتا، کہ ارشاد کا تصور مسکراتا
[illegible] نہ ہو جاتا ہو، وہ بڑے اشتیاق اور جوش کے ساتھ اس کا خیر مقدم
[illegible] سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگتی تھی ۔

[illegible] نے یہ سوچا، کہ ارشاد سے پینگ بڑھائے لیکن ہمت نہ ہوئی، عورت
[illegible] مشکل سے کر پاتی ہے ۔

[illegible] ارشاد کے بارے میں اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کوئی فیروزہ ہے جس پر یہ
[illegible] میں، ایسا نہ ہو میں آگے بڑھوں اور یہ مجھے پیچھے دھکیل دیں، اور کل کی
[illegible] اس نے ——————— جب وہ منہ ڈھانپے ہوئے
[illegible] ——————— سنا، چچا منصور کہہ رہے تھے، کیوں نہ
[illegible] بلقیس سے کر دی جائے؟ لونڈا ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے، اگر وہ
[illegible] فیروزہ کے پھندے میں پھنسا رہا، تو اس سے ہاتھ دھو لینا پڑیں گے۔
[illegible] ہو گئی تو وہ ضرور سُدھر جائے گا، اور رضیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔
[illegible] سکتا ہے بھیا؟ میں تو سمجھتی ہوں کہ ارشاد میرا لڑکا ہے اور بلقیس

"روٹھ جائیں گے ہم!"

"ارے بس رہنے بھی دو، روٹھنا کسی اور سے"

"یہی تو پوچھ رہا ہوں کس سے؟"

"جہاں راتیں کٹتی ہیں، جہاں جھگڑا ہوتا ہے"

یہ کہہ کر وہ تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی ارشاد کے پاس مڑ گئی

معصومیت کے ساتھ پوچھا۔

"کون ہے وہ؟"

"بلقیس نے سہمے ہوئے بناوٹی انداز میں پوچھا۔

"اگر میں نے نہ بتایا تو خفا ہو جائیں گے آپ؟"

"بے شک!"

"پھر کیا ہوگا؟"

"تمہیں منانا پڑے گا ہمیں!"

"کیوں منانا پڑے گا، نہ نیلم، نہ پکھراج، نہ یاقوت، نہ

میری مناتی ہے

وہ مسکراتی ہوئی، شریر انداز میں اٹھی، لیکن ارشاد نے اس کا ہاتھ

بلقیس کے ہاتھ نے، جب ارشاد کے ہاتھ کا لمس محسوس کیا

سارے بدن میں بجلی کی سی رو دوڑ گئی۔ سنسناہٹ سی پیدا ہونے لگی

جب سے عباس مرا تھا۔ وہ بے سہارا ہو گئی تھی۔ اس کے لحاف اور

ہو گئی تھی۔ وہ منہ ڈھک کر جب سونے کیلئے لیٹتی تھی تو محسوس کرتی تھی عباس

[illegible] کی ایک کزن اور ضیبہ پھوپھی کی بیٹی ہے لیکن آج جب اس نے غور سے اُس کے
[illegible] کو دیکھا، تو وہ چمک دمک دکھائی دی جس سے فیروزہ محروم تھی، یہ وہ پھول تھا
جو شاخ میں لگا ہوا تھا، ترو تازہ تھا اور مہک رہا تھا، فیروزہ ایسا پھول تھی جو شاخ
سے ٹوٹ چکا تھا، ہار میں پرویا جا چکا تھا، اس نے سوچا میں کتنا احمق ہوں، سڑک کے
کنکروں کو نیلم اور پکھراج، یاقوت اور فیروزہ سمجھ رہا ہوں، اور خود میرے خزانہ میں
[illegible] موتی پڑا ہے اس طرف میں نے کبھی توجہ بھی نہ کی، آخر بلقیس فیروزہ سے
کس بات میں کم ہے؟ اس سے زیادہ کمسن اُس سے زیادہ خوبصورت —— اُس سے
[illegible] مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اب فیروزہ کا طواف کروں کعبہ آرزو تو گھر میں
موجود ہے، ٹوٹنے میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر دال گل گئی، تو پھر کیا کہنا، کھیل کا کھیل اور کام کا
[illegible] تو پھر تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی۔

ان تمام پہلوؤں پر غور کر کے ارشاد نے کہا

"بھابی صاحب نہ منایئے، آپ روٹھیئے ہم منا لیں گے آپ کو۔"

"یہ روٹھنے اور منانے کا کیا قصہ لے بیٹھے؟"

"اس داستان سے بڑھ کر رنگین داستان اور ہو بھی کیا سکتی ہے۔"

"[illegible] ہے یہ کیسے؟"

"یہی زندگی کا لطف ہے، بلکہ یہی حاصل حیات ہے۔"

بلقیس نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہٹو بھی جانے بلا!"

"تم خود بھی تو بلا بنتی جا رہی ہو۔"

تمھاری بیٹی بے باقی رہا، ایرو زرہ فیروزہ کا قصہ تو بچے جب جوان ہو
کے کھیل ہی لیتے ہیں، لیکن شادی کے بعد ذمہ داری محسوس کرنے
جاتے ہیں اور چچا منصور نے کہا، بلقیس سے شادی کر کے بھی، سدھرے
کہاں ؟ گلا گھونٹ دوں گا حرام زادے کا۔"

یہ سننے کے بعد بلقیس نے سوچا تھا کہ لڑکے جب جوان ہوتے
چار دیواری سے پھلانگتے ہوئے، کوٹھوں اور بالا خانوں تک جبت
رہیں اور لڑکیاں گھر میں بھی اس قسم کے کھیل نہیں کھیل پاتیں، حالانکہ اگر
مواقع ملیں تو لڑکے بگڑنے سے پہلے سدھر جائیں، انھیں گھر کی چار دیو
اور کوٹھوں اور بالا خانوں کا چکر کاٹنے کی ضرورت ہی نہ رہے پھر اس نے
میں طے کیا وہ ضرور ارشاد کو ٹٹولے گی، اگر پانسہ ٹھیک پڑا تو کھیل کا کھیل
کام ورنہ ایک دلچسپ تجربہ سہی۔ یہی سوچ کر وہ ارشاد کو ستو ما منصور کو
اور ماں کو دوسرے کاموں میں مصروف دیکھ کر دبے پاؤں اس کمرہ میں
ارشاد نے اتنی دلچسپ باتوں کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بٹھایا اور
رو اپنے بدن میں دوڑتی محسوس کی، تو اس پہلے تجربہ کی کامیابی اور لطف
مخمور ہو کر وہ بغیر کسی تکلف کے بیٹھ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی جس کھیل کا
آفریں اور نشہ آور ہے اس کا انجام کیا کچھ نہ ہوگا ؟

اور ارشاد نے جب بلقیس کا ہاتھ پکڑا، تو وہ بھی ایک نئی دنیا
اُسے کل رات کے واقعات یاد تھے وہ فیروزہ سے لڑ کر آیا تھا اور اب
اس کے ہاں جانا نہیں چاہتا تھا، اب تک اس نے بلقیس کو صرف اس نظر

"ہوگا، بس کیا، آپ جانیں، وہ جانے!"

"وہ کوئی اور نہیں تم ہو!"

ارشاد نے بات وہی کہی تھی جس کی بلقیس کو توقع تھی۔ لیکن یہ الفاظ سنتے ہی اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا، وہ جھینپ سی گئی۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھی اور

*

"ہم جاتے ہیں!"

"کیوں! روٹھ گئیں کیا؟"

"پھر ہی ——— اتنی دیر بیٹھے ہوئے ہوگئی اب جاتے ہیں!"

"اگر جانا تھا تو آئی کیوں تھیں!"

"آپ کو جگانے!"

"لیکن تم تو مجھے بے ہوش کر کے جا رہی ہو!"

بلقیس دل میں تو بہت خوش ہوئی۔ لیکن اُس نے کھڑے کھڑے سے کہا

"یہ باتیں آپ کسی اور سے کیا کیجئے!"

"تم سے کیوں نہیں؟"

"ہمیں نہیں اچھی لگتیں!"

"اس لیے کہ میں تمہیں اچھا نہیں لگتا۔ مجھ سے نفرت کرتی ہو تم؟"

"خدا نہ کرے ——— نفرت کیوں کرتی؟"

"اور محبت؟"

بلقیس کا چہرہ پھر گلنار ہوگیا، ارشاد نے پھر اس کا ہاتھ پکڑا، پھر اس کے

"اوئی نوج، واہ جو منہ میں آیا کہہ دیا"

"غلط کہوں تو زبان کاٹ لو!"

"تو یہ سچ ہے؟ میں بلا ہوں؟"

"بالکل سچ، تم بلا نہیں، بلائے جان ہو"

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

بلقیس نے دیکھا کھیل کامیابی کے ساتھ جاری ہے اس نے

"یہ لو اب شعر و شاعری ہونے لگی، ہم کیا جانیں یہ باتیں!"

"اب جان جاؤ گی۔ ہم سکھا دیں گے"

"بخشئے، پھر بابا، آپ کے سکھائے ہوئے تو کوٹھے کوٹھے چھت پ
چھلانگ رہے ہیں!"

ارشاد نے ایک کھلاڑی کی طرح کھیل جاری رکھتے ہوئے کہا

"پھر وہی فیروزہ کا طعنہ —— اچھا بھئی، ہم لعنت بھیج
اس پر اب اُدھر کا رُخ کریں تو کافر!"

—— "اے۔ ہے اس قول و قسم کی آخر ضرورت ہی کیا ہے
اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے، جو چاہے کرے"

"ہوتا ہے، لیکن میں اب نہیں رہا!"

"یا میرے اللہ کیوں؟"

"اب میں کسی اور کی مرضی کا پابند ہو چکا ہوں!"

...ب کرتے دنوں سے وہ طرح طرح کے رنگین اور دلآویز خواب دیکھا کرتی تھی۔
...ادھورے خواب مکمل ہو رہے تھے، آج وہ، خواب، رنگین حقیقت کا جامہ
...پہن رہے تھے، وہ جلدی جلدی قدم رکھتی ہوئی اپنے کمرہ میں آئی، اور چادر سے منہ
...لپیٹ کر بستر پر دراز ہو گئی۔

...اتفاق سے اسی وقت رضیہ بیگم کسی کام سے کمرہ میں آئیں، انھوں نے اپنی
...بیٹی کو بے وقت اس طرح لیٹے دیکھا تو ان کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے
...سے ہو گیا، قریب آکر ڈرتے ڈرتے صدا لگائی۔

"بلو! بیٹی بلو!"

بلقیس کو یہ مداخلت بڑی ناگوار گذری، اس نے منہ بند کئے کئے جواب دیا:

"کیا ہے؟"

"کیسی طبیعت ہے تیری؟"

"ذرا سر میں درد ہے، سو رہوں گی، ٹھیک ہو جائے گی۔"

"خدانخواستہ بخار تو نہیں؟"

"بالکل نہیں ——— ماں مجھ سے باتیں نہ کرو۔
ورنہ میری نیند اچٹ ہو جائے گی۔"

رضیہ بیگم باہر چلی گئیں۔

بلقیس نے اُن کے جانے کے بعد اطمینان کا سانس لیا اور دھڑکتے ہوئے
...تی ہوئی اور مچلتے ہوئے جذبات بھڑکتے ہوئے نالوں کے ساتھ
...گی ——— محبت کا کھیل اکیلے میں بھی کھیلا جاتا ہے اور دوکیلے میں بھی۔

بدن میں سنسنی ہونے لگی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے بجلی کی رو سارے جسم میں
تے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا

"چھوڑیئے!"

"ابھی چھوڑ دوں گا، جواب دو پہلے!"

"ہم نہیں جانتے!"

یہ کہہ کر وہ ذرا مسکرائی، جھٹکا دیکر ہاتھ چھڑایا، اور تیزی کے ساتھ

ارشاد نے سوچا کھیل کا آغاز بہت کامیاب رہا، اس نے دل
فیروزہ پر لعنت بھیجی اور مطمئن ہوگیا۔ کہ اب بغیر فیروزہ کے بھی اس کے
اور راتیں رنگین رہ سکتی ہیں لیکن اس اطمینان کے ساتھ ایک خلش سی
سی ہو رہی تھی، اس کے دل میں وہ فیروزہ سے خفا تھا، بے حد خفا
واقعی فیروزہ کو چھوڑ سکے گا؟ کیا واقعی وہ اس سے قطع تعلق کر لینے
ہو جائے گا؟ یہ سوال رہ رہ کر اس کے دل میں پیدا ہو رہا تھا، اور فیروزہ
بار اس سے یہی پوچھ رہا تھا، مگر وہ خاموش تھا۔ ترازو کے ایک پلڑے
دوسرے میں فیروزہ، ایک سے ابھی راہ و رسم ہوئی تھی، جس سے صرف
امیدیں وابستہ تھیں۔ اور ایک سے پرانی راہ و رسم تھی، ماضی کے رنگین
اتنے ابھرے ہوئے تھے کہ نہ انھیں مٹانا آسان تھا، نہ بھلانا، دل
کشمکش کے وقت سگریٹ سے بڑھ کر مشکل کشا کوئی نہیں ہوتا، اس نے
زور کا کش لیا اور دھوئیں کے چھلے بنا بنا کر فضا میں پھینکنے لگا۔

بلقیس ہاتھ جھٹک کر چھڑا لائی تھی۔ لیکن دل وہیں چھوڑ آئی

"سچ؟"

"تو اسے مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"کیوں پروین سچ ہے یہ سارا قصہ؟"

ریحانہ بولی

"جھوٹ کیوں ہوتا؟"

راحو بڑی دلچسپی سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ بھلا کیوں خاموش رہتی۔"

اس نے کہا

"ہے ہے آسمان نہیں ٹوٹ پڑتا، زمین بھی نہیں پھٹ جاتی!"

پروین نے کہا

"میں خاموش بیٹھی رہوں گی، آپ لوگ شوق سے جو چاہے کہیے!"

نفیس نے فوراً جواب دیا۔

"خاموش نہ بیٹھو گی تو کرو گی کیا؟ کام ہی ایسا کیا ہے، جو سنتا ہے وہ پھٹکار [illegible]
[illegible] نفرت کرنے لگتا ہے۔"

راحو نے چٹکی لی۔

"بڑا اچھا کارخانہ کھولا ہے بہن پروین تم نے، اس کارخانہ میں ڈھل ڈھل کر
[illegible] نکلیں گی واقعی بڑا نام پیدا کریں گی، کہو تعداد کہاں تک پہنچی؟"

نفیس نے کہا

"میری مانو تو ڈھنڈورہ پٹوا دو شہر میں اور اعلان کر دو فی حرامی بچّی پانچ روپیہ
[illegible] ملے گا۔ پھر دیکھو کتنے غول کے غول آتے ہیں حرامی بچیوں کے!"

" نجاست خانہ ؟"

" ہاں نجاست خانہ ——————— موا نجاست خانہ میں اچھا ہوگا"

ریحانہ نے پروین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

" معاف کرنا بہن ! مجھے تم سے یہ اُمید نہ تھی !"

پروین خاموش بیٹھی رہی امنوّر نے پوچھا۔

" توبہ بھئی ، تم لوگ تو پہیلیاں بجھوا رہی ہو ، کچھ کہو بھی تو !"

" بلقیس نے بگڑ کر کہا

" میں ایک بات پوچھتی ہوں بتاؤ ؟"

" پوچھو !"

" لیکن سچ سچ بتانا !"

" ہاں سچ سچ بتاؤں گی !"

" کیا تم اسے گوارا کر لو گی ، کہ تمہاری بچی حرامی بچیوں کے ساتھ پڑھے اب کھیلے ؛ زندگی بسر کرے ؟"

" خدا نہ کرے !"

" بس پھر کیا پوچھتی رہو ؟"

" تربیت گاہ کا اِن باتوں سے کیا تعلق ؟"

" جی وہاں خیر سے حرامی بچوں کو تعلیم و تربیت دی جاتی ہے ایک ... عورت کی نطفہ حرام بچی کو پروین بہن نے اپنا ولی عہد بنایا ہے اور ... میں رکھ کر شریف بچیوں کے ساتھ تعلیم دی جا رہی ہے !"

۔ تو بہت زیادہ فرق !"

۔ فرق یہ ہے کہ اس طرح وہی لڑکیاں میدان میں آئیں گی جن کی مائیں نانیاں اور
...یاں یہ مبارک پیشہ کرتی آئی ہیں، شریف لڑکیاں تو بچ جائیں گی، ان ذات
... ــــــ اب تو یہ اندیشہ ہے کہ صحبت کے
...کے بندے سے
...ے وہ بھی بگڑیں گی، اور ان کے پیٹ میں بھی حرامی بچے کلبلانے لگیں گے !"

...ہ نے مسکراتے ہوئے کہا

۔ لیکن اگر مقصد یہی ہو تو ؟"

۔ یعنی ؟"

۔ یعنی یہ کہ شریف اور رذیل، حرامی اور حلالی ایک ہو جائیں یہ مقصد ہو تو تمھیں
...کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے ؟"

۔ کچھ نہیں بڑا مبارک مقصد ہے، خدا کامیاب کرے !"

اس طنز پر پھر ایک قہقہہ منور، ریحانہ، رابعہ اور بلقیس نے مل کر لگایا۔
...اس طرح خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ جیسے وہ کچھ سن ہی نہیں رہی ہے، اتنے میں
...آگئی، اس نے جو قہقہے کی آواز سنی تو کہا۔

۔ بڑے قہقہے لگ رہے ہیں، کیا بات ہے ؟"

بلقیس نے جواب دیا۔

۔ ...یا ندرمی ؟"

...نے کہا۔

۔ ...ے وہ جو دنے کا کام کرے ہماری روتی ہے بلا !"

رالعہ نے کہا

" یہ کاروبار بڑا نفع بخش ثابت ہوگا، پہلے تو حرامی بچیوں کو

انھیں موروثی پیشہ پر لگا دو! جتنا خرچ کروگی، اس سے زیادہ

بلقیس بولی

" تو اتنی کھکھیڑ پالنے کی ضرورت ہی کیا ہے کب دادی مرے گی

جائداد بٹے گی، کب یہ بچیاں جوان ہوں گی اور کب موروثی

غلطی ہوگئی "مادری پیشہ" میں لگائی جائیں گی!

رالعہ نے مسکراتے ہوئے کہا

" پھر تمھاری تجویز کیا ہے؟"

" میری تجویز تو یہ ہے کہ یہ کمسن اور چھوٹی بچیوں کا پیچھا چھوڑیں اور

ہوئی، زمانہ کی ستائی ہوئی، جوانی کی بھڑکائی ہوئی لڑکیاں مول لیں، چند

ناچنا سکھائیں، اور پھر نائکہ بن کر بیٹھ جائیں، بالاخانہ پر ایک کمرہ

یہ کہہ کر بلقیس ہنسی، رالعہ اور منور بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگیں

" لیکن بات تو ایک ہی ہوئی"

" واہ کیسے ایک ہوئی؟"

" کیوں؟ چاہے چھوٹی بچیاں ہوں یا جوان لڑکیاں لگانا تو

"مادری پیشہ" میں ہے؟"

" ہاں بات تو ایک ہے، لیکن فرق بہت ہے!"

رالعہ نے کہا

"تکلف تو نہیں تامل ضرور ہے"

ماہ رخ نے پوچھا:

"کیسا تامل؟"

"یہی کھانا کھانے کے بارے میں"

"کیوں؟ بھوک نہیں ہے کیا؟"

"بھوک تو بہت ہے"

"پھر؟"

"تم ہمیں کھانا کھلانا چاہتی ہو یا زہر مار کرانا چاہتی ہو؟"

"پگلی کہیں کی، ان باتوں کا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم کھانا نہیں کھائیں گے، رالعہ بھی نہیں کھائے گی، کوئی نہیں کھائے گا"

"آخر کیوں؟"

"ہم ذلت نہیں برداشت کر سکتے"

"ذلت؟"

"جی ذلت، وہ بھی ناقابل برداشت"

"آج تمہیں ہوا کیا ہے؟"

رالعہ نے کہا

"آگ اور پانی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے"

بلقیس بولی

ریحانہ نے کہا
"لیکن ہمدردی بھی تو کوئی چیز ہے"!
"تو تمھارا مطلب یہ ہے کہ کسی کو روتا دیکھیں تو ہم بھی رونے لگیں"!
"کیا مضائقہ"؟
"تو رو دو بیٹھ کر انتظار کس کا ہے"۔
پھر ایک قہقہہ لگا، اب کے اس میں ماہ رخ بھی شریک ہو گئی، اسے اب تک یہ اندازہ نہیں تھا کہ چہلیں کس سلسلہ میں ہو رہی ہیں اور پروین پر کیا گزر رہی ہے، وہ یہی سمجھ کر ہنسی میں شریک ہو گئی تھی کہ چند سہیلیاں جب بیٹھتی ہیں تو ہنسی دل لگی اور قہقہوں سے فضا گونجنے ہی لگتی ہے، اس نے کہا
"کھانا تیار ہے پہلے کھانا کھا لو، پھر خوب ہنس لینا جی بھر کے"!
ریحانہ نے کہا
"ہاں بھئی ہنسنے کیلئے ساری زندگی پڑی ہے کھانے کا وقت گزرا جا رہا ہے چلو"!
سب اپنے زرق برق لباس کو سنبھالتی ہوئی اٹھیں اور کھانے کے کمرہ میں پہنچیں پروین کی بھوک مر چکی تھی، لیکن اپنے تاثرات کا اظہار کرنا نہیں چاہتی تھی وہ چاہتی تھی۔ بدمزگی اور تلخی نہ پیدا ہو، یہ سوچ کر وہ اٹھی اور سب کے ساتھ کھانے کے کمرہ میں پہنچی۔
جب لوگ دسترخوان پر بیٹھ گئے اور کھانا چن دیا گیا تو وہ ماہ رخ نے کہا
"شروع کرو تکلف کا ہے کا"!
بلقیس نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا!"

پروین نے اندرونی جذبات کو چہرہ تک آنے سے روکتے ہوئے ایک باوقار تبسم کے ساتھ کہا

"یہ ضرور ہو گا، تم ایک آدمی کے لیے ان سارے آدمیوں کو خفا نہیں کر سکتیں پھر میں کھانے سے کب انکار کرتی ہوں، یہ لوگ کھا لیں، پھر میں بھی کھا لوں گی، نہ کھانا کہیں بھاگا جاتا ہے، نہ میں!"

بلقیس نے کہا

"کوئی خطرہ کتا ہی نہیں، ورنہ تم تو آج بھاگ جاؤ!"

غصہ میں ماہ رخ کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے، وہ کوئی سخت جواب دینے والی تھی کہ پروین نے چپکے سے اس کے ایک چٹکی لی، اور آہستہ سے کہا۔

"بات بڑھانے سے کیا فائدہ، جب مجھے کوئی شکایت نہیں ہے تو تم کیوں الجھ رہی ہو، بیٹھو!"

وہ جس کمرہ سے آئی تھی، اسی میں واپس چلی گئی۔ جاتے جاتے اس نے ماہ رخ سے کہا

"جی چاہے میرا کھانا وہیں بھیج دو، ورنہ تھوڑی دیر کے بعد میں آ کر کھا لوں گی۔"

پروین چلی گئی، ماہ رخ رونے لگی، ریحانہ اور منور کے چہرے پر شرم اور ندامت سے ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ رابعہ اور بلقیس نے فاتحانہ شان کے ساتھ کھانا شروع کر دیا۔ بلقیس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو چکا تھا، رابعہ اپنا بدلہ لے چکی تھی، یہ دونوں بڑھ بڑھ کر کھانے پر ہاتھ مار رہی تھیں، ریحانہ اور منور کی حلق سے نوالہ نیچے نہیں اتر

"شریف اور رذیل ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے"

ماہ رخ نے عاجز آ کر، اور صورتِ حال کو کچھ سمجھتے ہوئے کہا

"ہوش میں آؤ بلقیس!"

"میں ہوش میں ہوں اور اس دسترخوان پر نہیں بیٹھ سکتی جس پر پروین بیٹھی ہو!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ کمینی جس کے گھر میں حرامی بچے پلتے ہوں اسے شریفوں کے پہلو میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے!"

رابعہ نے کہا

"بے شک ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، جب تک پروین یہاں بیٹھی رہے گی ایک لقمہ کھانا بھی ہمارے لیے حرام ہے"

اب ماہ رخ کو غصہ آ چکا تھا، لیکن اس نے غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"تمہیں میرے مہمان کی توہین نہیں کرنی چاہیے!"

رابعہ بولی

"ایک مہمان تمہیں اتنا عزیز ہے کہ اس کے لیے تم دوسرے کئی مہمانوں کی توہین کر سکتی ہو؟"

پروین اب تک خاموش بیٹھی تھی، وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے ماہ رخ کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو یہ کونسی بڑی بات ہے؛ میں اٹھی جاتی ہوں دسترخوان سے"

ماہ رخ نے پروین کا ہاتھ پکڑ کر اسے زبردستی بٹھا لیا اور کہا۔

ـرنے لگی۔ یگانہ اور منور کے چہرہ پر افسردگی اور شرم تھی۔ رابعہ اور بلقیس کے چہرے
پر فتح کا نشہ اور انتقام کی شوخی تھی۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد، ماہ رخ اپنی کٹورہ سی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے
لیے ہوئے آئی اور پروین کے پاس بیٹھ گئی، پروین صبر و ضبط، ہمت و استقلال کا
مجسمہ بنی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس نے ماہ رخ کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر کہا

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

"میں کن الفاظ میں تم سے معافی مانگوں پروین؟"

"یہ ذلت تمہیں میری وجہ سے اٹھانی پڑی۔ کاش میں تمہیں نہ بلاتی"

"تم اگر نہ بلاتیں تو میں بن بلائے آتی۔ رہی ذلت تو اس کا تمہیں افسوس کیوں ہے؟
جب کہ تم دیکھ رہی ہو میں ذرا بھی متاثر نہیں ہوں!"

"اسی لیے تو ہے!"

"ماہ رخ ———— یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے
نفرت کی جائے، یہ اپنی خو اور طبیعت سے مجبور ہیں ان پر ترس کھایا جا سکتا ہے غصہ
نہیں کیا جا سکتا!"

پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"اب تم مجھے کھانا کھلاؤ گی یا بھوکا مارو گی؟"

"ماہ رخ کھانا خود لیکر آئی، اور خاموشی سے اسکے پاس بیٹھ گئی، پروین نے کہا
"تم نے تو کھا لیا ہو گا؟"

"نہیں تو!"

رہا تھا۔ ان کا جی چاہ رہا تھا کہ ماہ رخ کے ساتھ مل کر رو دیں لیکن ان
کہ تم اتنی ذلیل ہو کر بھی اپنے ناپاک آنسو، ان پاک آنسوؤں کے
شرم آنی چاہیئے ان کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے لیکن دل
ماہ رخ کا دل بھی رو رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بھی بہ رہے تھے
شریف عورت تھی، اپنے گھر میں اپنے مہمانوں سے لڑنا نہیں چاہتی تھی
ایک ہنگامہ برپا کرنے سے گریز کر رہی تھی۔ ورنہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ
ہاتھوں سے لقمے چھین لے اور ان کے منہ پر اتنے جوتے مارے کہ کئی دن

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سہیلیوں کی مجلس پھر جمنی چاہئے تھی
اس واقعہ نے فضا اتنی مکدر کر دی تھی کہ سب منہ پر تالے لگے ہوئے تھے
میں نہیں آتا تھا، کس طرح گفتگو شروع کرے؟ آخر یہ مشکل ریحانہ نے حل کی

"اب اجازت دو"

منور نے کہا

"ہم بھی چلیں گے بھئی"

رالعہ اور بلقیس نے بھی رخت سفر باندھا اور سب ساتھ
سے رخصت ہو کر پروین کے کمرہ سے ہوتی ہوئی چلی گئیں، ریحانہ اور منور کی
ہوئی تھیں رالعہ اور بلقیس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی، ریحانہ اور منور کے
یہ خیال چٹکیاں لے رہا تھا کتنی شریف ہے پروین اتنی ذلیل ہوئی، لیکن منہ سے
بھی نہ کیا، اس نے اور بلقیس و رالعہ کے دل میں یہ خیال گدگدی پیدا کر رہا تھا
اس پروین کی بچی نے ایسی منہ کی کھائی ہے کہ اب برسوں منہ دکھانے کے

باب ۲۹

موج

بیرون ماہ رخ کے دروازہ سے مسکراتی ہوئی نکلی لیکن اپنے گھر میں ملول و
مغموم تھی۔ وہ جانتی تھی ماہ رخ کو بلقیس اور رابعہ کی باتوں سے کتنی تکلیف اور
صدمہ پہنچا ہے اسے خوش کرنے کیلئے وہ وہاں برابر مسکراتی رہی لیکن جب اپنے
گھر پہنچی تو اس کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کی سر بفلک موجیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ
جانتی تھی فریدہ کو پال کر وہ کوئی گناہ نہیں کر رہی ہے بلکہ انسانیت کی خدمت کر
رہی ہے وہ یہ بھی جانتی تھی کہ بلقیس اور رابعہ نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا اس پر
وہ نہیں رو سکتی لیکن آنکھ کو رونے سے کون روک سکتا ہے۔ خدمت کا راستہ کتنا
کس قدر خاردار ہوتا ہے یہ آج اسے معلوم ہوا اس راستہ میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں
پڑتی ہیں انہیں سہنے کیلئے وہ تیار تھی لیکن ابھی اتنی پختہ نہیں ہوئی تھی کہ تکلیف
کو تکلیف نہ سمجھے البتہ اتنا آگیا تھا کہ تکلیف کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت
کرے ماہ رخ کے یہاں اس نے یہ تکلیف برداشت کر لی لیکن وہاں سے
نکلنے کے بعد یہ تکلیف اس کے دل میں کانٹا بن کر کھٹکنے لگی، کیسے کیسے ذلیل
الزامات لگائے گئے تھے اس پر محض اس لیے کہ وہ ایک بیگناہ کو اپنی پناہ
سے محروم کیوں نہیں کر دیتی کیسی کیسی ناشدنی اور ناگفتنی باتیں سنائی گئی تھیں

" تو آؤ نا!"

" مجھے بھوک نہیں ہے پروین!"

" کیوں؟"

" بس نہیں ہے!"

خود پروین کو بھی بھوک نہیں تھی، لیکن وہ کھانا کھا جانا چاہتی تھی، تاکہ ماہ رخ کی
کم ہو جائے، ندامت اور شرمندگی کی جو کیفیت اس پر طاری تھی، وہ دور ہو جائے
اس نے کہا

" میری بجائے تم نخرے کرنے لگیں"۔

" سچ پروین ذرا بھی بھوک نہیں ہے مجھے"

" تو میں بھی نہیں کھاتی!"

ماہ رخ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ پروین یہاں سے بھوکی جائے، چنانچہ وہ
کھانے پر آکر بیٹھ گئی، دونوں نے کھانا شروع کر دیا، لیکن پیٹ بھرنے کے
لیے نہیں، ایک دوسرے کا دل رکھنے کے لیے.

"کیا کریں گے آپ معلوم کر کے ؟"

"شاید میں آپ کے کام آسکوں !"

بہروز کا چہرہ اس ہمدردی پر کھل اٹھا ۔ اس نے کہا

"بکھرے ہوئے بال بکھرے ہی رہیں تو اچھا ہے۔ انہیں کی الجھنیں بعض وقت پریشان کر دیتی ہیں ۔

"آپ نے کیسے جانا میں پریشان ہوں ؟"

اشفاق کے لیے یہ ٹیڑھا سوال تھا ، اس نے بات بناتے ہوئے کہا

"یہ تو آپ کے چہرے سے معلوم ہو رہا ہے !"

"آپ انسان کا چہرہ پڑھ لیتے ہیں "

"جی !"

"آپ انسان کا چہرہ پڑھ لیتے ہیں ——— بتائیے !"

یہ ایک اور پیچیدہ سوال اٹھ کھڑا ہوا ، اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا

"نہیں تو !"

"وہ اس اضطراب پر مسکرائی ، اس نے پوچھا !"

"پھر میرے چہرے کا حال آپ کو کیسے معلوم ہو گیا ؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتا "

"کیوں ؟"

"بظاہر تو کوئی وجہ نہیں ہے لیکن گمان یہی ہوتا ہے !"

اب وہ اشفاق سے دلچسپی لے رہی تھی ۔ اس نے پوچھا ۔

"آپ میرے بارے میں قیاس آرائیاں کرتے رہیں ؟"

صرف اس لیے کہ وہ ایک نیک کام کیوں کر رہی ہے۔

وہ اپنے کمرہ میں آئی اور خاموشی کے ساتھ آرام کرسی پر دراز ہو گئی
طرح وہ ماہ رخ کے ہاں بن ٹھن کر نہیں گئی تھی، لیکن اس کی سادگی بھی
وہ ان سب میں کہیں زیادہ حسین اور خوبرو نظر آ رہی تھی، وہاں سے
بعد اس کے حسن و جمال میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ حسن جب افسردہ
تو اس کی آب و تاب کم نہیں ہوتی، کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔

وہ آرام کرسی پر لیٹی ہوئی آج ہی کی باتیں سوچ رہی تھی کہ اشفاق
دکھائی دیا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، اسے دیکھ کر دل میں ایک ہلچل سی مچ گئی
ہی ہوتا ہے جب بھی وہ اشتفاق کو دیکھ لیتی تھی تو نہ جانے کیوں اس
لگتا تھا، اور اس میں ایک عجیب قسم کی بیقراری پیدا ہو جاتی تھی آج بھی
طاری ہوئی، لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور خاموشی کے ساتھ اشفاق
طرف مخاطب ہو کر بیٹھ گئی، اشفاق نے کرسی پر اس کے سامنے بیٹھ

"آج آپ کچھ پریشان سی نظر آتی ہیں؟"

اس کا دل اور زیادہ زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے کہا

"نہیں تو؟"

وہ بولا

"آج میں آپ کا چہرہ اترا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"

پروین خاموش رہی، اشتفاق نے کہا

"کوئی خاص حرج نہ ہو تو بتا دیجئے۔"

[illegible] ہوں، لیکن اندیشہ ہوتا ہے کہیں میرا آنا، آپ کو ناگوار نہ گزرے۔"

[illegible] نے کہا

[illegible] اندیشے دل سے نکال دیجئے ——— ہاں یہ تو

[illegible] کیوں چاہتے ہیں کہ آپ کو بلایا جائے؟ ———"

[illegible] بات لینے کی اور صورت کیا ہے؟"

[illegible] دل خوش کن عبارت جو اشفاق کے سادہ الفاظ نے بنائی تھی،
[illegible] ن کو ایک دھچکہ سا لگا، وہ خاموش ہو گئی، ماہ رخ کے ہاں
[illegible] آویزے پہن کر گئی تھی، گفتگو جاری رکھنے کا کوئی سلسلہ اس کی سمجھ
[illegible] نے کچھ سوچتے سوچتے وہ آویزے کان سے اتار کر میز پر رکھ دیئے
[illegible] کچھ دیر بیٹھے اور وہ اسے باتوں میں الجھائے رکھنے آویزے سے
[illegible] نے اسی لیے اختیار کیا تھا کہ مصروف نظر آئے اور اپنا
[illegible] اب گفتگو کس نہج پر شروع ہو یہ سوچ لے آویزوں پر ایک نظر
[illegible] کہا۔

[illegible] کیوں اتار دیا، آپ نے؟"

[illegible] ——— کیوں؟"

[illegible] وقت کیوں نہیں پہنتیں؟"

[illegible] کہا

[illegible] کیا ہے؟"

اشفاق سہم گیا۔ اس نے کہا

" بالکل نہیں! "

وہ ہنسی، اس نے کہا

" اچھا یہ بتایئے، کہ تشریف آوری کیسے ہوئی؟ "

اس نے سادگی اور معصومیت کے ساتھ جواب دیا

" آپ تو بلاتی نہیں، میں خود چلا آیا! "

اِن الفاظ نے پروین کے دل کی رفتار اور تیز کر دی اس نے

قدرت نے اس بے زبان کو بھی زبان دے ہی دی۔ وہ بولی۔

" آپ کو بلانے کی کیا ضرورت ہے آپ تو ہر وقت آسکتے ہیں؟

" جی ہاں یہ سہولت تو مجھے حاصل ہے لیکن بن بلائے بار بار آنا اچھا بھی نہیں

پروین نے ذرا اکڑ کر دیا "

" کیوں؟ "

" نہ جانے آپ کیا خیال کریں؟ "

" جس طرح آپ قیاس آرائیاں کرتے ہیں کیا میں بھی خیال آرائیوں

میں گرفتار ہوں؟ "

وہ مسکرا رہی تھی اور اس کے موتی کے سے دانت چمک رہے

پھر اس نے ہمت افزائی کرتے ہوئے کہا۔

" آپ میں اتنی جھجک کیوں ہے؟ ——— جب آپ

آسکتے ہیں تو بے تکلف آجایا کیجیے! "

... اٹھائی تو دیکھا، اشفاق اسی طرف دیکھ رہا ہے آنکھ سے آنکھ جب
... نگاہ جھکالی، پروین نے محسوس کیا، جب وہ دیکھ رہا تھا، تو مجرمانہ جھجک
... نہیں تھی جب اس نے نگاہ نیچی کر لی تو اس میں قصور وارانہ معذرت
... وہی ہو سکتی ہے جو مجرمانہ خیالات اور ناپاک تصورات
... برے سہی لیکن ان کمبختوں میں بھی کوئی کوئی انسان نکل آتا ہے۔
... اس وقت کسی گہرے خیال میں گم تھا، وہ پروین ہی کے بارے میں
... سوچ رہا تھا، پروین کتنی حسین ہے۔ کتنی خوبصورت ہے اس کے
... ٹھہرتی، بس یہ جی چاہتا ہے کہ ہر وقت اسے دیکھتے رہو تکتے
... نظر اٹھے یا پیادہ چلنے والے کے سامنے کوئی خوبصورت
... منہ سے تعریف نکل ہی جاتی ہے، جھونپڑی میں رہنے والا
... کو دیکھ لیتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس
... میں یہ جذبہ بھی ہو، کہ یہ موٹر ہمارے پاس کیوں نہیں ہے، اس
... ہم کیوں نہیں ہیں؟ اشفاق کا دل اگر پروین کی تعریف کرتا تھا۔
... اگر پروین کے نظارۂ جمال میں لطف و کیف محسوس کرتی تھیں تو
... پروین کو اپنا لینا چاہتا تھا، صرف اس لیے کہ وہ اچھی تھی بہت
... تھی کہ اس کی تعریف کی جائے اس کی سزاوار تھی کہ اسے
... جائے اس سے زیادہ کوئی جذبہ اشفاق کے دل میں کبھی
... سے وہ آگے جانا بھی نہیں چاہتا تھا۔
... اور اشفاق کی نگاہ جھکنے کے بعد چند لمحوں تک

"کیوں نہیں ہے؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"بہت اچھے لگتے ہیں، انھیں ہر وقت پہنے رہا کیجیے!"

یہ فرمائش اس انداز میں اشفاق نے کی تھی، جس میں بچوں کی سی
جوانی کی شوخی نہیں، پروین نے آویزے اٹھا کر پھر کانوں میں پہن لیے
نظر اٹھا کر دیکھا، اور بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا

"آپ خود دیکھ لیجیے، کتنے اچھے لگتے ہیں یہ!"

"اسی لیے تو مَیں نے پہن لیے!"

اشفاق سامنے بیٹھا تھا، پروین رالعہ اور بلقیس کو بھول کر سوچ
باتوں میں کتنا رس ہے. کتنی مٹھاس ہے، اس شخص میں کتنا جادو ہے
یہی باتیں کوئی اور کہتا تو مَیں اس کا منہ نوچ لیتی، یہ کہہ رہا ہے تو غصہ
آتا ہے اس کی باتوں میں، اس کی آنکھوں میں ہوس اور شرارت نہیں
اور سادگی جھلکتی ہے، اگر ایسے شخص کو چاہا نہ جائے، تو اس کے ساتھ
جائے؟ لیکن یہ بھی تو نہیں معلوم یہ چاہ کے معنی بھی جانتا ہے یا نہیں
باتیں کیوں سوچ رہی ہوں میں تو اسے نہیں چاہتی، چاہ سکتی بھی نہیں
محبت کے جنجال میں پھنس گئی تو اس ادارہ کا کیا حشر ہوگا؟ یہ تربیت
گی؟ فریدہ کو کون پالے گا؟ عورت کو زندگی کی حرارت سے آشنا کون
میرے لیے ایسی باتوں کا سوچنا بھی گناہ ہے۔

پروین کی آنکھیں تھکی ہوئی تھیں۔ اور وہ اسی کشمکش خیال میں

اسے تکلیف پہنچانا چاہتا تھا، بلکہ اس لیے کہ وہ کام چور اور بددیانت
تھا۔ میں نے اُسے کئی موقعے دیئے، لیکن جب میں مایوس ہو گیا، اس کی اصلاح سے
تو اسے نکالنے کے سوا اور چارہ کار کیا تھا میرے لیے؟ —— میں اپنا نقصان
برداشت کر سکتا ہوں۔ آپ کا نہیں برداشت کر سکتا!"

پروین نے یونہی آمد سخن میں ایک بات کہہ دی تھی، محض اشفاق کو چھیڑنے
کے لیے اور وہ جانتی بھی نہیں تھی اسسٹنٹ مینیجر کون ہے جائداد کا سارا انتظام و
انصرام وہ اشفاق پر چھوڑ کر مطمئن اور بے پرواہ ہو گئی تھی، یہ باتیں سن کر اس نے کہا

"یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا، کسی مجرم کے ساتھ رعایت کرنا خود جرم ہے
—— لیکن یہ خیال آپ کے دل میں آیا کیسے کہ میں اسکے بارے میں پوچھ رہی ہوں؟"

"میرا خیال تھا شاید وہ آپ کے پاس میری یہ شکایت لے کر آیا ہو، اور
آپ نے پوچھا ہو، کہ میں لوگوں کو تکلیف تو نہیں پہنچاتا؟"

پروین سوچنے لگی، میں نے کس رنگ میں بات کہی تھی۔ اور یہ حضرت کیا
سمجھ بیٹھے؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا

"ایسا ہو سکتا ہے بھلا؟ آپ کی کوئی شکایت کرے اور میں سن لوں؟"

"اتنا بھروسہ ہے آپ کو مجھ پر؟"

"اس سے بھی زیادہ، بہت زیادہ!"

"لیکن میں اس قابل تو نہیں ہوں!"

"آپ نے تکلف شروع کیا، یہ میرا گھر ہے، لکھنؤ کے کسی نواب کی محفل نہیں ہے:"
دونوں مسکرا دیئے۔

خاموشی قائم رہی، پھر اشفاق نے کہا

"تو اب اجازت چاہتا ہوں!"

یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا، پروین نے کہا

"آپ جا رہے ہیں، لیکن کچھ کام کی بات تو ہوئی نہیں؟"

وہ پھر بیٹھ گیا، اس نے کہا

"فرمایئے!"

"دلاری اب روزانہ ناشتہ آپکو پہنچا دیتی ہے یا نہیں؟"

وہ مسکرایا، اس نے کہا

"جی ہاں!"

"آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے یہاں؟"

"یہاں رہنے کے بعد تو میں بھول گیا، تکلیف کسے کہتے ہیں!"

"یہ تو بہت اچھا ہوا، لیکن کہیں تکلیف پہنچانا تو نہیں سیکھ لیا آپ نے"

اس نے دل ہی دل میں کہا، لاحول ولا قوۃ، کتنا مہمل سوال ہے اس

اس کا کیا جواب دوں؟ لیکن کچھ نہ کچھ جواب تو دینا ہی تھا، وہ کچھ جواب

دینے والا ہی تھا کہ دفعتاً اُسے خیال آیا، اس نے غفلت اور بد دیانتی کی

میں کل ہی جائداد کے اسسٹنٹ منیجر کو مستعفی ہو جانے کی ہدایت کی

نے استعفیٰ دے بھی دیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ اس نے آکر کچھ

اور پروین نے اس باتوں کا یقین کر لیا ہو۔ وہ بولا

"میں نے اسسٹنٹ منیجر کو اگر مستعفی ہو جانے کی ہدایت کی

...کر اس نے محبت بھری نظروں سے اشفاق کو دیکھا اور کہنے لگی۔

...آپ کو اتنی حیرت کیوں ہے؟ آپ اتنے پریشان کیوں ہو گئے؟"

...سمجھا تھا دلاری یہ سارے کام کر جاتی ہے؟"

...کا ہر خیال صحیح نہیں ہوتا، اور جو خیال صحیح نہیں ہوتا اُسے غلط فہمی"

آپ اب تک غلط فہمی میں مبتلا تھے؟"

...اشفاق دم بخود کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ فاخرہ پھر مسکرائی۔ اس نے کہا

...آپ تو اس طرح مجھے گھور رہے ہیں، جیسے میں نے کوئی بہت بڑا قصور کیا ہو

نیک نیتی کے ساتھ اگر قصور بھی کیا جائے تو اسے معاف کر دیتے

...آپ سے یہ امید نہ رکھوں؟"

...بہت شرمندہ ہوں"

...خیر کیوں؟"

...نہیں معلوم تھا، یہ کام آپ کر جاتی ہیں"

...معلوم ہو گیا؟ لائیے انعام دلوائیے! دلاری کو آپ پانچ روپیہ

...دیکھوں مجھے کیا دیتے ہیں؟"

...میں ٹال رہی ہیں، اور مجھے دُکھ ہو رہا ہے۔"

...نے یہ تکلیف اپنے ذمہ لے رکھی ہے؟"

اتنے میں دلاری چائے لے کر حاضر ہوئی، پروین نے بڑے اپنے سلیقے سے
اور اپنے نازک اور مرمریں ہاتھوں سے چائے بنانے لگی وہ پیالی میں شکر ڈال کر
چمچہ سے ہلا رہی تھی اور اشفاق دیکھ رہا تھا، اس کی انگلیاں جب چمچہ کے ساتھ
گردش کرتی ہیں تو کتنی اچھی لگتی ہیں۔ پروین نے پیالی اشفاق کی طرف بڑھا دی
"شوق کیجئے!"

اشفاق نے خاموشی کے ساتھ پیالی اٹھائی اور آہستہ آہستہ ایک ایک گھونٹ
کر کے پینے لگا، آج اس چائے میں جو لذت آرہی تھی وہ کچھ عجیب ہی اور اگر وہ
شراب پیتا تو شاید اس سے بھی اتنا کیف حاصل نہ کرتا۔

چائے کے بعد مجلس برخاست ہوگئی، اشفاق سیدھا اپنے کمرے میں آیا
رنگ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ فاخرہ پسینہ سے شرابور، گرد وغبار میں اٹی ہوئی
کمرہ صاف کر رہی ہے اور چیزیں سلیقہ سے رکھ رہی ہے، اسے دیکھ کر
گھبرا گئی اور اشفاق نے بے ساختہ کہا۔

"آپ؟"

فاخرہ نے کوئی جواب نہ دیا، اشفاق نے سراپا حیرت بن کر پھر کہا

"یہ آپ ہیں؟"

وہ مسکرائی، اس نے کہا

"آپ کو شبہ ہے کچھ؟"

"روزانہ یہ سارے کام آپ کرتی ہیں؟"

"تو کیا ہوا؟"

...پہنچنے کے راستے میرے دماغ میں، اور وہاں سے میرے سر میں پہنچ چکی ہے۔

...کتنے چکٹ ہو گئے ہیں!"

"لیکن میں پوچھتا ہوں اس خواہ مخواہ کی زحمت سے آپ کو حاصل کیا؟"

"یہ تو ایک بات ہے!"

"میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا!"

"...گننے کی ضرورت بھی نہیں، آپ آم کھائیے، پیڑ گننے سے آپکا کیا مطلب؟"

یہ کہہ کر وہ مسکراتی ہوئی کمرہ سے باہر چلی گئی اور اشفاق سوچنے لگا یا الٰہی ...یہ کیا ہے!

اتنے میں وہ باہر جا کر پھر واپس آئی، اس نے کہا

"میری تلاشی لے لیجئے، میں یہاں سے کچھ لیے نہیں جاتی!"

"استغفر اللہ، یہ آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے غلط نہیں کہا، بلکہ کچھ اپنا ہی چھوڑے جاتی ہوں!"

یہ کہہ کر پھر باہر چلی گئی، اشفاق نے حیرت سے اسے دیکھا، اور پھر ...لینے لگا، کہ وہ اپنی کیا چیز یہاں چھوڑ گئی ہے، لیکن اسے کچھ نظر نہ ...

—— "دل نظر آنے والی چیز کب ہے!"

"آپ تو خواہ مخواہ تکلف فرما رہی ہیں ——— تکلیف
اور پھر ہر تکلیف، تکلیف دہ تو نہیں ہوتی!"

"تو آرام دہ ہوتی ہے!"

"جی ہاں ایسا بھی ہوتا ہے کبھی کبھی ——— بلکہ تکلیفیں ایسی
رہیں جو راحت سے بڑھ کر ہوتی رہیں!"

"جی؟"

"جی ہاں ——— بالکل اسی طرح جیسے بعض راحتیں ایسی ہوتی ہیں جو بڑی تکلیف
ہوتی رہیں۔"

یہ عجیب و غریب باتیں سن کر اشفاق اور زیادہ چکرا گیا۔ اس نے کہا

"آپ تو عجیب و غریب قسم کی باتیں کر رہی ہیں!"

وہ ایک شان کے ساتھ بولی۔

"ہو سکتا ہے۔ ——— عجیب و غریب آدمیوں سے عجیب
ہی قسم کی حرکتیں سرزد ہوتی رہیں!"

فاخرہ کام کرتی جا رہی تھی اور باتوں کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے تھی
اس کا کام ختم ہو چکا تھا، اس نے حیران و پریشان اشفاق سے کہا۔
"اب آرام فرمایئے، میں اب اجازت چاہتی ہوں، ابھی کچھ اور تکلیفیں
انتظار کر رہی ہیں۔"

وہ جواب کا انتظار کئے بغیر کہنے لگی۔

"اب جاؤں گی، نہاؤں گی، کپڑے بدلوں گی، آپ کے کمرہ میں

[...] تھی اور دوسرا آدم کا فرزند، ایک عورت تھی، دوسرا مرد، ایک آندھی تھی دوسرا
[...] بند ٹوٹ چکا تھا اور دریا پوری تیز رفتاری کے ساتھ رواں تھا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی. سارا گھر بے خبر نیند سو رہا تھا، لیکن بلقیس
اپنے کمرہ میں کروٹیں بدل رہی تھی اور ارشاد اپنے کمرہ میں نیند سے جنگ کر رہا
تھا۔ بلقیس کو جب یہ یقین ہو گیا کہ رضیہ بیگم کی نفیر خواب بلند ہے اور اس کا سلسلہ
صبح تک جاری رہے گا تو وہ اطمینان سے لیکن پوری احتیاط کے ساتھ اٹھی
[...] کر اسے اڑھا کر دبے پاؤں کمرہ سے باہر نکلی اور ارشاد کے
[...] پہنچ گئی۔ کمرہ میں اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن وہ اپنی منزل سے واقف تھی
[...] تھی سیدھی وہاں پہنچی جہاں ارشاد عالم خیال کی سیر کر رہا تھا، کان جاگ رہے
تھے لیکن آنکھوں پر خواب غفلت کا پردہ پڑ چکا تھا، پاس پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا سو گئے؟"

وہ سراپا اشتیاق بن کر اٹھ بیٹھا، اس نے بلقیس کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا

"تمہارے انتظار میں مر سکتا ہوں، سو نہیں سکتا!"

"مریں تمہارے دشمن!"

وہ بلقیس کے اور قریب ہو کر بولا

"وہ تو چین کر رہے ہیں؟"

"چین کیا کریں گے، ذلت کی موت مر رہے ہیں!"

"بہلا، مجھ کر جو چاہو سمجھ لو —— دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے!"

بلقیس نے ایک جمائی لیتے ہوئے کہا

باب ۳۰

خوشخبری

جذبات کا یہ خاصہ ہے کہ انھیں اگر قابو میں رکھا جائے تو وہ رکے ...
رہیں لیکن ایک مرتبہ گر ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو وہ تیز ...
نکلتے ہیں اور پھر کسی کے روکے نہیں رکتے۔

بلقیس کی سرگرمیاں جب تک صرف منہ ڈھانک کر نئے ...
کرنے تک محدود تھیں اس کے جذبات کا دریا بھی اسی کوزہ میں بند ...
جذبات سے سمندر بن کر اس کے جذبات کے دریا کو اپنے اندر جذب کر ...
دریا بڑے دریا میں اور بڑا دریا سمندر ہی میں جا کر قرار لیتا ہے پہلے ...
جذبات چھوٹے دریا کی طرح تھے اور وہ چادر اور لحاف کے دریا میں ...
سکون پا لیتے تھے۔ پھر جب اس دریا کا پاٹ بڑھا تو اسے سمندر کی ...
دریا بالآخر ارشاد کی صورت میں اسے سمندر بھی مل گیا، اب سوا اس کے ...
کھاتا ہوا تیزی کے ساتھ بہتا ہوا سمندر میں جا کر مل جائے اور کیا ہو سکتا ...
ہوا کہ بلقیس ایک دریا کی طرح بہتی ہوئی اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئی۔

بلقیس اور ارشاد میں اب جو رشتہ تھا وہ یہ نہیں تھا کہ ان ...
رضیہ بیگم کی بیٹی تھی اور دوسرا منصور کا لڑکا تھا بلکہ یہ تھا کہ ان میں ...

"میری خطا نہیں، قصوروار تم ہو!"

"اوئی اللہ! میں نے کیا کیا؟"

"قربان جائیے، اس بھولے پن کے، دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

اور [illegible] ہوئی نے کیا کیا؟"

"ارے ہے! بڑے آئے دل والے!"

"ایک خوشخبری سناؤں بلو"

"معاف کرو، میں سب کچھ جانتی ہوں!"

"کیا جانتی ہو بھلا؟"

"اے یہی شادی وادی، اور کیا؟"

"ہمیں تو ٹھیک لیکن ابا جان نے ایک عجیب پخ لگا دی ہے"

"کیا کیا انھوں نے؟"

"فرماتے ہیں نکاح مہینہ بھر بعد ہو گا اور رخصتی اس کے چھ مہینہ بعد!"

"تو کیا ہوا؟"

"یہاں تو جان پر بنی ہوئی ہے، جو کام ابھی اور اسی وقت ہونا چاہیئے اس میں یہ لگائے جا رہے ہیں اور تمھارے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں؟"

"کون سے بڑے نکاح اور رخصتی کے پابند ہو تم — بے صبرے کہیں کے!"

انھوں نے اندھیرے میں بلقیس پر ایک نظر ڈالی اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن جسے پوری روٹی کی بجائے صرف ایک لقمہ ملے وہ صبر

" اسے سچ!"

" کیا سچ؟"

" وہی جو مَیں کہہ رہی ہوں؟"

" دشمن کے بارے میں؟"

" ہاں!"

پھر اُس نے وہ ساری رام کہانی سنا ڈالی، جو ماہ رخ کے
گذری تھی، ارشاد بڑے غور سے یہ باتیں سنتا رہا، پھر اس نے کہا

" وہ ایک بے غیرت ہے ان باتوں کا اثر اس پر کیا پڑ سکتا ہے؟"

" یہ ٹھیک ہے، کہ وہ بے غیرت ہے لیکن ان باتوں کا یہ اثر پڑ سکتا ہے کہ کسی
میں مالا پڑ جائے گا!"

" یہ بھی مشکل ہے!"

" کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ ریحانہ اور منور دم دیتی تھیں پروین پر لیکن
کے واقعہ نے انھیں بھی بیزار اور متنفر کر دیا، کھانا تک نہیں کھایا اس کے
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا ———— ؟"

ارشاد نے کہا

" اجی چھوڑو بھی ان باتوں کو، ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ، کچھ
باتیں کرو، لعنت بھیجو پروین پر!"

" بس مرغے کی ایک ٹانگ، مَیں کہتی ہوں ان باتوں کے سوا تمھیں
ہے ہر وقت پریشان کیا کرتے ہو جان ہلکان کر دی تم نے تو!"

"مجھ کو بھی تو!"

"یہ تو خوشخبری سنتے سنتے کان پک گئے ہیں جس کے انتظار میں جان گھلی جا رہی

خدا کی قسم تبو!"

"تم سمجھتے ہو، اس طرح شادی ہو جائے گی!"

"فوراً چٹاپٹ؟"

"میں درگذری ایسی بدنامی کی شادی سے۔ بخشو مجھے!"

وہ جھپاکا مار کے اٹھی، اور تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی اپنے کمرہ میں آئی اس کو سوتا دیکھ کر اطمینان سے تکیہ چھپا کر خود لیٹ گئی، حسبِ معمول منہ چھپا کر اور ارشاد کے گلے میں بازو حمائل کر کے سو گئی، وہاں اپنے کمرہ میں ارشاد بلقیس کے پہلو میں مست نیند سو رہا تھا، دونوں کے جسم الگ الگ تھے لیکن روح اتنی قریب تھی کہ دونوں وصل کے مزے لوٹ رہے تھے روح پر نہ رضیہ بیگم کی حکومت تھی نہ منصور چچا کی، وہ ہر دباؤ، ہر ڈر، ہر فکر سے آزاد تھی۔

صبح کو ناشتہ کی میز پر دونوں کی ملاقات ہوئی - اب یہ دونوں آدم و حوا کی اولاد نہیں تھے ارشاد منصور کا سعادت مند لڑکا تھا، بلقیس رضیہ کی لجیلی اور شرمیلی دلاری۔ اگر گفتگو تھی بھی تو رکھ رکھاؤ کے ساتھ، نہ بے باکی، نہ بے تکلفی، نہ نظروں کا تبادلہ، نہ جذبۂ شوق کا تصادم۔

رضیہ نے انڈے کا حلوہ ارشاد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"بیٹا اسے تو کھاؤ!"

پلیٹ آگے رکھ کر ذوق شوق کے ساتھ اسی بے تابی کے ساتھ وہ حلوہ

کس طرح کر سکتا ہے"؛

" اور جنھیں ایک لقمہ بھی نہیں ملتا، وہ کیا کرتے رہیں؟"

" وہ ڈاکہ مارتے رہیں!"

" ڈاکہ مارنے میں تم کب کسی سے پیچھے ہو!"

" ارشاد نے بلقیس سے اور قریب ہو کر کہا

" ساری خطا میری ہے، تم بالکل بے قصور ہو، کیوں؟"

" اور نہیں تو کیا؟"

یہ کہہ کر وہ مسکرائی اور ارشاد نے اس کے مسکراتے ہوئے ہونٹوں کے منہ سے جا کر کہا

" تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے!"

" بھاڑ میں جائے تمھاری تالی، میں جاتی ہوں!"

یہ کہہ کر وہ اٹھی، لیکن ارشاد نے بے تابی کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

" رات اپنی ہے، اتنی جلدی کیا ہے!"

" نا بابا! اگر اماں کی آنکھ کھل گئی، تو قیامت آ جائے گی!"

" خدا کرے، ان کی آنکھ کھل جائے۔"

وہ سہم کر بولی

" خدا نہ کرے، اے واہ بڑے آئے کہیں کے، تمھیں کیا مل جائے گا"

" وہی جو میں چاہتا ہوں۔ جو تم چاہتی ہو۔"

تو نہیں بناتی، کچھ نوکر ہوں کسی کی!"

اس کی مصنوعی برہمی پر بے ساختہ مسکراہٹ غالب آگئی۔

ہے تو پوچھ پوچھ کر بناتی ہے۔ اب انکار کر رہی ہے"

یہ کہہ کر وہ تو دوسرے اُمورِ خانگی کو سرانجام دینے چلی گئیں، اور یہ دونوں اپنی

بیٹھے رہے، بلقیس بولی۔

بڑے مزے ہیں، میں تو نہیں بناتی روز، روز حلوہ!"

مسکرایا اور بولا،

"میں تو یونہی کہہ رہا تھا، نہ بناؤ، حلوہ نہ سہی، تم سہی، نہ کھا جاؤں تمھیں جب کہنا"

اس نے مصنوعی آزردگی کے ساتھ کہا

"یا اللہ تیری پناہ، اللہ قسم تمھارا ایسا بھکا کوئی نہ ہو، ہر وقت بس وہی حلوہ

کباب کا ذکر، میرے تو سنتے سنتے کان پک گئے!"

"بھابھی، بند کیے دیتے ہیں یہ ذکر ——— میں اپنے کمرہ میں

ذرا وہاں آؤ، کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں!"

"تم تو نہیں آتی دن دہاڑے!"

"یہیں کر آؤ!"

"یہیں کر بھی نہیں آتی!"

کیوں، قباحت کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں!"

"پھر انکار کیوں؟"

کھانے لگا، جس طرح شراب کے ساتھ کباب کھایا کرتا تھا، شراب
لیکن نگاہوں کے سامنے تو تھی، کھاتے کھاتے اُس نے کہا۔

"بڑے مزے کا ہے!"

رضیہ بیگم بولیں

"میں جانتی ہوں تجھے انڈے کا حلوہ بہت بھاتا ہے تیرے
ہے لے اور لے!"

پیش کش قبول کرتے ہوئے اس نے کہا

"آپ نے بنایا ہے اسے؟"

"نہیں بیٹا میں تو سب بھول بھال گئی!"

"پھر کس نے بنایا ہے؟"

"اے بیٹی تو ہے بنانے والی، تمہارے سامنے گڑیا نہ ہوئی!"

بلقیس نے شرما کر گردن جھکا لی اور ماں سے مخاطب ہو کر بولی

"میں کیوں بناتی!"

وہ مسکرائیں۔

"اے چل ہٹ جھوٹ بولتی ہے!"

ارشاد نے منہ پونچھتے ہوئے، اور انگلیاں چاٹتے ہوئے کہا

"ہے بڑے مزے کا!"

"تو ہوا کیا، کل پھر بنوا دوں گی ——— سنتی ہے بلو! کل پھر بنا

وہ چائے پیتے پیتے بولی۔

زنانہ کلب

…کلب کا جلسہ تھا، پروین اس کلب کی ممبر نہیں تھی، اور جب سے فریدہ
…محفلوں اور جلسوں میں جانے سے اور زیادہ دور رہنے لگی تھی، پہلے
…دار تھا، وہ چاہتی تھی ہر عورت کو احساس اور بیدار کر دے۔ لیکن
…طرف سے مخالفت دیکھ کر اس نے اپنی سرگرمیاں محدود کر دیں، اب
…صرف چند لڑکیاں ایسی مل جائیں، جن کی وہ اپنے معیار کے مطابق
…سکے اور انھیں اتنا مکمل کر دے کہ وہ جب یہاں سے نکلیں تو انقلابی
…انقلابی لڑکیاں اپنی ایک اُمت پیدا کر لیں، اب اس نے
…اختیار رہا بند کر دیا تھا۔ جو لڑکیاں اس کے پاس تھیں، انھیں کی تعلیم و
…اپنا سارا وقت صرف کر رہی تھی، گوشہ تنہائی میں اسے جو لطف آتا تھا
…محفلوں میں نہیں آتا تھا، یہی وجہ تھی، کہ اس نے زنانہ کلب سے کوئی
…لیکن مسز فاروقی کے اصرار پر وہ مجبور ہو گئی اور اُسے جاتے ہی بن پڑی۔
…عید کا سامان تھا، بہت سی عورتیں اور لڑکیاں بن سنور کر
…اداؤں کے تیر سے پھینکتی ہوئی تشریف لائی تھیں، عورت اپنی
…کرنا چاہتی ہے اور عورت کے سامنے بھی مرد کے سامنے

"ہماری مرضی!"

"کوئی وجہ تو ہوگی!"

"ہاں ہے، کیوں نہیں؟"

"کیا وجہ ہے؟"

"وجہ یہ ہے کہ میں تو بلقیس بن کر آجاؤں گی، تم ارشاد نہیں رہتے کچھ اور ہو جاتے ہو!"

وہ ہنسا۔ اس نے کہا

"یہ بے اختیاری؟ جی چاہتا ہے خودکشی کرلوں!"

"تم کچھ بھی کرو۔ میں آنے والی ہوں نہیں!"

"بہت اچھا صاحب نہ آیئے کبھی ہماری بھی باری آئے گی، کرم نے انقلاب چرخ گردوں یوں بھی دیکھا ہے!"

وہ مسکرائی۔

"میری بلاتی ہے پاپوش کسی کو، منہ دھو رکھو، ایسا انقلاب میرے پا

وہ مسکراتا ہوا کمرہ سے نکل گیا اور بلقیس خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے

اور پھر اپنے بستر پر اوڑھ لپیٹ کر سو گئی۔ ماں نے کہا۔

"بلو ——"

"ہاں —— ذرا سر میں درد ہو رہا ہے سو رہوں گی تو ٹھیک

یہ کہہ کر کروٹ بدل کر وہ لیٹ گئی، اور رضیہ بیگم اس مستقل

کمرہ سے باہر چلی گئیں۔

"...کیسی ہیں عارفہ ؟"

"...خدا کا شکر ہے، آپ کا مزاج تو اچھا ہے ؟"

"...شرمندہ ہوں —— تم تو کبھی صورت بھی نہیں دکھاتیں ؟"

"...میں یہاں تھی کہاں ؟ اُن کا تبادلہ لاہور ہو گیا تھا مجھے بھی وہ اپنے ساتھ
...لے گئے تھے اب کئی مہینہ کے بعد کل ہی تو آئی ہوں ؟"

"...کیسی گذر رہی ہے ؟"

...اس کے چہرے پر خوشی کا رنگ دمک اٹھا۔ اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"...بہت اچھی طرح !"

"...کنیز بن کر، یا شریک حیات بن کر ؟"

"...آپ کی سکھائی پڑھائی لڑکی کسی کی کنیز نہیں بن سکتی !"

"...بڑی خوشی ہوئی، لیکن یہ تو ایک رُخ تھا، میں دوسرا رخ بھی دیکھنا چاہتی ہوں"

"...فرمائیے !"

"...ساس کے ساتھ، نند کے ساتھ، بھاوج کے ساتھ، گھر کی دوسری عورتوں
...سے تمہارا کیا طرزِ عمل ہے ؟"

"...بہت اچھا !"

"...اور ان کا ؟"

"...ہماری بُرا —— چند دن تک تو سب ٹھیک رہے
...کوئی شہزادی آگئی ہے ان کے گھر میں پھر سب کی آنکھیں بدل گئیں
...نے لگیں، نند خواہ مخواہ کے طعنے دینے لگیں اور بھاوج صاحبہ نے

اس لیے کہ وہ للچائے، عورت کے سامنے اس لیے کہ وہ جلے۔ یہ جذبہ بھی
ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مجمع میں، جتنی بیگمات تشریف فرما تھیں
جتنی زیادہ معمر تھیں وہ اپنے آپ کو اتنا ہی قائل سمجھ رہی تھی۔ اور جو جتنی زیادہ
اتنا ہی زیادہ اپنے جادو کو برحق جان رہی تھی۔ اس مجمع نا پرسان میں کوئی
یا رقیب نہیں تھا، لیکن سامنا اسی طرح ایک دوسرے کا ہو رہا تھا جیسے
حریف اور رقیب ہوں۔ اسے اپنی زرکارساری پر ناز تھا تو اسے اپنے
فخر تھا، یہ اپنے رنگ کو سونے سے زیادہ کھرا سمجھ رہی تھی، تو وہ اپنی
سے زیادہ آبدار سمجھ رہی تھی کیسی کو اپنے زیوروں پر گھمنڈ تھا، اور کوئی اپنے
حسن پر نازاں تھی، آنکھیں جب اٹھتی تھیں تو چیلنج دیتی ہوئی، تم اپنے آپ
رہو۔ ستارے سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ ذرا ہمیں بھی دیکھو۔ ذرا
دیکھو!

بہت کم لوگ تھے، جنھیں پروین جانتی ہو۔ سو ڈیڑھ سو خواتین کے
میں انی گنی چند عورتیں تھیں جنھیں وہ پہچانتی تھی یا جن سے راہ و رسم رکھتی
وہی ماہ رخ، ریحانہ، منور، بلقیس، مسز فاروقی اور عارفہ۔

مسز فاروقی اسے کلیجہ سے لگا کر آگے بڑھ گئیں، ماہ رخ جلسہ کے
میں پہلے سے مصروف تھی۔ وہ آئی اور مصافحہ کر کے چلی گئی، سامنے
تھیں ان کے قریب دوسری میز پر بلقیس اور ان سب سے ذرا پرے
نے مناسب یہی سمجھا کہ چپ چاپ جا کر عارفہ کے پاس بیٹھ جائے

سے ہی، پروین نے پوچھا

ل تیار نہیں تھی لیکن آج عارفہ کا کردار دیکھ کر، اور اس کی باتیں سن کر
نئی امنگ اور نئی ترنگ پیدا ہو گئی تھی، اس نے طے کر لیا وہ ضرور
کی وہ اسٹیج پر آئی، اجنبی نظروں نے اسے مستفسرانہ طور پر دیکھا بلقیس
رنگین پڑ گئیں، ماہ رخ کی باچھیں کھل گئیں، منور اور ریحانہ اشتیاق و
ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگیں۔

فاروق نے تعارف کرتے ہوئے کہا

پروین کی تعریف میں نہایت ذمہ داری کے ساتھ زمین و آسمان کے
ملائے جا سکتے ہیں۔ انھوں نے اس مختصر سی عمر میں جو کارنامے انجام دیئے
ایثار و استقلال کے ساتھ وہ اپنی مظلوم اور بے بس بہنوں کی یعنی فرقہ
خدمت کر رہی ہیں وہ انھیں کا حصہ ہے، مجھے تو ان پر رشک ہوتا ہے اگر ایسی
ہمارے درمیان اور پیدا ہو جائیں تو کایا پلٹ جائے، ہندوستانی عورتوں
آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتی، مشک کی خوشبو خود ہی اپنی سب سے
ثبوت ہے اسے عطار کی تعریف کی ضرورت نہیں!"

پروین نے مجمع پر ایک نگاہ ڈالی اور تقریر شروع کر دی، اس نے کہا
یہاں صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے آئی تھی، لیکن صدر کے حکم سے
سکتی، انھوں نے بلایا ہے تو مجھے کچھ نہ کچھ آپکا وقت لینا ہی پڑے گا۔
نے اپنی تقریر میں شاعرانہ مبالغہ کے ساتھ میری تعریف کی ہے۔
خیالات کو سن کر میں غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتی، لیکن میں اپنی ان بہنوں کے
واقف ہوں، جو غلط فہمی سے بچانے کے لیے اور خود شناسی کی

جھوٹ موٹ کی چغلیاں کھانے پر کمر ہمت باندھ لی ؟

پروین مسکرائی، اس نے کہا

"یہ سب تو توقع کے مطابق ہے مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی
مگر لیکن خوشی اس پر ہے کہ تم نہیں ڈگمگائیں، میری خوشی ٹھیک ہے
تو کسی کی چغلی نہیں کھائی ؟"

"کبھی نہیں ؟"

"طعنے تو نہیں دیئے کسی کو ؟"

"بالکل نہیں"

"ساس کی شوہر سے شکایت ؟"

"وہ بھی نہیں"

"لڑائی جھگڑا ؟"

"خدا نہ کرے !"

"تم نے میرا حوصلہ بڑھا دیا، ایک نئی امنگ پیدا کردی، دل
دوچند ہو گیا، یہ باتیں سن کر میں جو بیج ڈال رہی ہوں، اب اس کی فصل
مایوس نہیں ہوں، میری خدمت کا بیج پودا بن کر زمین کے تہ خانے
گا، اور شجر دار بن کر سایہ دار بن کر خدا کی مظلوم مخلوق کو پناہ دے گا"

"خدا چاہے ایسا ہی ہوگا !"

اتنے میں تقریریں شروع ہو گئیں اور سب ادھر متوجہ ہو گئے
بعد مسز فاروقی نے صدر جلسہ کی حیثیت سے پروین کا نام لے کر

کے بل پر زمیندار کسان کے پیدا کئے ہوئے اناج سے روپیہ کماتا ہے اور عیش و
عشرت کی زندگی بسر کرنے کا انعام کسان کو یہ دیتا ہے کہ اسے دباتا اور مٹاتا ہے یہی
ہے ساتھ سلوک کرتے ہیں، کسان بیدار ہو جائے تو زمیندار کچھ نہیں کر سکتا
جھکانے کے مزدور ہشیار ہو جائے تو سرمایہ دار کچھ نہیں کر سکتا۔ سوا اس
کرنے کے عورت بیدار ہو جائے تو مرد کچھ نہیں کر سکتا، سوا اپنی اکڑی
جھکا لینے کے۔ وقت آگیا ہے کہ عورت بیدار ہو، اپنی ہستی اور حقوق
ہے خود کسی پر ظلم نہ کرے لیکن مظلوم بننے کی ذلت بھی گوارا نہ کرے۔

غلامی سے آزاد ہونے کی پہلی شرط ہے کہ عورت مرد سے پہلے اپنی
ہے آزاد ہو۔ مرد نے اگر چند بیڑیاں عورت کے پاؤں میں ڈال رکھی ہیں تو عورت
نے اپنے ہاتھوں اپنے تئیں مضبوط رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے جب تک
احساس کمتری سے خوئے غلامی سے کنیز بننے کی عادت سے اپنی ہم جنسوں پر
ہو کر نند بن کر، بھاوج بن کر ظلم توڑنے کی روش سے نہیں دستبردار ہو جاتی
تک وہ مرد سے نہیں لڑ سکتی اور اگر لڑے تو کامیاب نہیں ہو سکتی، ہیں
جاتی ہوں کہ صدیوں کی غلامی نے جو کمزوریاں مسلمان عورت میں پیدا کر دی
ہے وہ آزاد ہو، وہ انقلاب کا پیام لے کر اٹھے اور اپنی پوری جنس تک یہ
لے پھر گھروں میں عورتیں لونڈیاں نہیں بنائی جائیں گی پھر ماں باپ
میں بیچیں گے، پھر شوہر انھیں حقیر اور ناکارہ سمجھ کر راندۂ درگار نہیں بنا
وہ گھر میں ایک آزاد اور مساوی حصہ دار کی حیثیت سے رہیں گی، اسی طرح
کی طرح مسلمان عورت کو زندہ رہنا چاہئے اور اگر اس طرح زندہ رہنا

تعلیم دینے کے لیے میرے منہ پر، میری کمزوریاں اور برائیاں بیان
میں اپنی تعریف سے خوش نہیں ہوتی، میں اپنی برائیاں توجہ سے سنتی
دور کر سکوں اور ان سے سبق حاصل کر سکوں۔

میں آج کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں کروں گی۔ میرا پیام، میرا
ہے وہ یہ کہ ہندوستان کی عورت مظلوم ہے بے بس ہے پسماندہ ہے
عورت پر مصیبتوں کا یہ پہاڑ اس کے مذہب نے توڑا ہے مسلمان عورت
کا یہ پہاڑ اسلام نے نہیں مسلمانوں نے توڑا ہے۔ اسلام نے جتنی آزادیاں عورت
دی تھیں، وہ ہمارے زمانہ کے "ہندوستان" نے سلب کر لیں، جتنے حقوق
تھے اسلام نے وہ عہدِ حاضرہ کے مردِ مجاہد نے اپنی قوت اور طاقت کے
پر چھین لیے دوسروں نے عورت کو یوں مارا کہ ان کا مذہب ہی کہتا تھا
مسلمانوں نے عورت کو مارنے کے لیے اپنے مذہب سے جنگ شروع کر دی۔

سوال یہ ہے کہ مسلمان عورت کب تک ان مظالم کو جھیلتی رہے
اُف نہ کرے گی؟ کب تک ان دراز دستیوں کو خاموشی کے ساتھ برداشت
گی۔ اور چپ رہے گی۔ کب تک وہ اپنی آزادی کو مجروح ہوتے دیکھ
غفلت کی نیند سوتی رہے گی۔

ہم مردوں سے نفرت کرنا نہیں چاہتیں؛ ہمیں نفرت کرنے کی
رہی کیا ہے جس طرح مرد ہمارے بغیر زندگی نہیں بسر کر سکتے، اسی طرح ہم
بغیر نہیں جی سکتیں، دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں لیکن جس طرح اپنی
سرمایہ دار مزدور کو کچلتا ہے اور اس سے ناجائز نفع اٹھاتا ہے جس طرح

نے کہا

"تم چپ رہو، میں خود کہہ لوں گی، جو کچھ مجھے کہنا ہے!"

خاموش ہو گئی اور منور نے کہا

"مجھے بڑی ندامت ہے اس روز کی باتوں پر!"

نے کہا

"مجھے بھی ——— میں اپنے آپ کو ہر وہ سزا دینے کو تیار
تجویز کرو۔ لیکن خوش ہو جاؤ، معاف کر دو۔"

نے لطف اور محبت کے لب و لہجہ میں جواب دیا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو بہن، تم نے خطا کیا کی ہے جو میں معاف کر دوں؟"

"کے ہاں، تمہاری جو توہین بلقیس نے کی اور میں نے جو کر ڈالی
باتیں جب یاد آجاتی ہیں مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔"

"تو پچھلی باتوں کو یاد ہی کیوں کرتی ہو؟"

"نے تمہیں طعنے دیئے، بلقیس نے میری حمایت پا کر تمہاری توہین کی، رابعہ
ایک مرچ لگا کر اخلاق اور شائستگی سے گری ہوئی باتیں کیں، تم نے
یا کچھ بھی جواب نہ دیا جس میں اتنا ظرف اور حوصلہ ہو، اس کے آگے سر
جاتا ہے ———"

"تمہاری شرافت ہے، ورنہ ———؟"

نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

ممکن نہ ہو تو بڑی خوشی اور گرم جوشی کے ساتھ موت کا خیر مقدم کرنے میں

میں نجی مجلسوں میں کئی مرتبہ اپنی سہیلیوں سے کہہ چکی ہوں اور

سامنے کہتی ہوں کہ میرا مقصد اس انقلاب سے اس آزادی سے

بے حجابی کو اپنا شعار بنالیں اور شرافت اور انسانیت کے دامن پر

بن جائیں جس طرح ایک بدمعاش مرد انسان کہلانے کا مستحق نہیں

آوارہ عورت انسان نہیں کہلا سکتی۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ان

اسلام نے ہمارے لیے مقرر کر دیئے ہیں ہمیں اپنے حقوق حاصل کرنے

حاصل ہو جائیں تو پھر ہمیں نہ کسی اور حق کی ضرورت ہے نہ مطالبہ کی

پروین تقریر کر کے اسٹیج سے نیچے اتری تو ہال شور مسرت سے

بڑی پر شور تالیاں بجیں سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ منور اور ریحانہ کے

وہ واپس آکر اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی، پھر کچھ اور تقریریں ہوئیں اور کچھ دیر کے

بزم احباب میں تبدیل ہو گیا، جان پہچان والی بیبیاں اور لڑکیاں اپنے اپنے

بنا کر بیٹھ گئیں۔ اور چہلیں کرنے لگیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ماہ رخ، منور اور ریحانہ کو ساتھ لیکر آئی اور مسکرا

" جان کی اماں پاؤں تو ایک بات عرض کروں "

پروین نے تبسم کا جواب تبسم سے دیا اور کہا

" اجازت ہے "

ماہ رخ نے ریحانہ اور منور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

" یہ گنہگار حاضر ہیں حکم ہو تو ان کی گردن مار دی جائے ارشاد ہو تو

تم سے بدظن ہو گئی، اور اس دن خواہ مخواہ تم سے الجھ پڑی جب تک تم مجھے معاف

...گی چین نہ آئے گا"

ماہ رخ بولی

"بھئی ہم بھی سفارش کرتے ہیں، معاف کر دو، ثواب ملے گا!"

"اچھا تمہارا کہا سہی!

"معاف کر دیا تم نے؟

"ہاں!

ریحانہ خوش ہو گئی، اس نے کہا

"جی چاہتا ہے تمہارا منہ چوم لوں، کتنی پیاری بات کی ہے تم نے؟"

"آ گئی اپنے رنگ پر بدذات ————"

ماہ رخ بولی

"ہاں آ گئی، خدا جانتا ہے اُس دن سے آج میرے ہونٹوں پر تبسم آیا ہے۔

ورنہ ہر وقت جی بجھا بجھا سا رہتا تھا!"

ریحانہ نے جواب دیا۔

منور نے کہا

"میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوا؟"

ماہ رخ بولی

"تمہیں ہم معاف کرتے ہیں!"

منور نے کہا

"ورنہ میں مستحق تو اسی سلوک کی تھی، یہی کہہ رہی ہونا؟"

"میں مستحق اس سے بھی زیادہ بُرے سلوک کی ہوں"

"یہ کیوں؟"

"میں وہ باتیں کر رہی ہوں جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئیں، عورتیں جس
طرح رسم و رواج کے قانون کو، دنیا اور آخرت کے ہر قانون سے
ہیں میں نے فریدہ کو اپنے پاس رکھ لیا، میں نے عورتوں کو آزادی اور
دعوت دی، بہت سے ماتھے ہیں جن پر شکن اس لیے ہے کہ عورتوں کو بیدار
کر رہی ہوں؛ کچھ زبانیں اس لیے میرے خلاف چلتی رہتی ہیں کہ میں نے فریدہ
انسان کیوں سمجھا؛ مجھے اگر اپنا کام کرنا ہے تو یہ باتیں برداشت ہی کرنا پڑیں گی"

ریحانہ نے کہا

"دنیا کا کیا سلوک تمہارے ساتھ ہے اور تم دنیا کو کس نظر سے دیکھتی
سے بحث نہیں، تم جانو اور دنیا جانے ——— لیکن
تمہیں پہچاننے میں جو غلطی ہوئی ہے۔ اسے معاف کر دو!"

"آخر اس پر تمہیں اتنا اصرار کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے سچ کہتی ہوں رہ رہ کر غصہ
ہے اپنے اُوپر!"

"کیوں؟ وجہ؟"

میرے دل میں تمہاری عزت اور وقعت اسی دن سے ہو گئی تھی
کہ تم نے تواضع کی تھی، لیکن بلقیس نے فریدہ کا قصہ کچھ ایسے ڈھنگ سے

بیگم نے لالہ رخ کو گھسیٹ کر اپنے پاس بٹھالیا، اور کہا۔

"تو بے زیادہ نہیں!"

شبنم ان سہیلیوں کی یہ چہلیں دور بیٹھی دیکھ رہی تھی اور کباب سیخ کی طرح پہلو بدل رہی تھی!

" تم سے معافی کون مانگ رہا ہے میں تو پروین بہن سے کہہ رہی ہوں۔"

" پروین نے کہا

" یہ لو یہ بھی چلیں ریحانہ کے دھڑے پر ——— تم نے کیا کیا جو

تم کیوں معافی مانگ رہی ہو"

" واہ اس سے کیا ہوتا ہے؛ اس گروہ میں تو میں بھی شریک تھی یہ کچھ کم ہے

" اچھا بھئی تمھاری خطا بھی بخش دی، اب تو ہوئیں خوش"

" اس معافی کی قیمت بھی میں ادا کر چکی ہوں!"

" کیسی قیمت"

" ابھی تھوڑی دیر ہوئی بلقیس کی میں نے وہ خبر لی ایسی کھری کھری سنائی

یاد ہی تو کرتی ہوگی ——— دیکھ لو نا، کیسا منہ پھلائے بیٹھی ہے

جیسے تابڑ توڑ ہزاروں جوتے پڑے ہوں!"

ماہ رخ اور ریحانہ ہنسنے لگیں۔ پروین نے کہا

" یہ نہ کہو منور ——— بلقیس اپنی ذات سے اتنی بری

نہیں جتنا برا ماحول نے اسے بنا دیا ہے اس غریب کے کان میں ہمیشہ برائیاں

ہی پڑتی رہیں، پروپیگنڈے کا اثر تو بڑے بڑوں پر ہو جاتا ہے اس بے چاری کی

کیا بساط؟ ویسے وہ ذرا نا سمجھ بھی ہے"

" ہاں کیوں نہ ہو، خون جوش مار رہا ہے وہ ان کی پھوپھی زاد بہن بھی تو ہے

لاکھ جان دیں لیکن غیر کے غیر، وہ لاکھ دشمنی کرے لیکن عزیزوں کی عزیز ———

ماہ رخ مسکراتی ہوئی بولی!

رہے ؟

لیکن فرزدہ ایک رنڈی ہی تھی وہ لوٹنا اور برباد کرنا ہی جانتی تھی، یہی اس کا پیشہ تھا۔ ارشاد نے اسے محبت کرنا بھی سکھا دیا، اس طرح اس کے دل میں نیکی کا ذرا سا جذبہ ابھرا۔ پھر پروین نے اس کے دل کے تار چھیڑ دیئے، دل کی سیاہی ذرا اور کم ہوئی۔ فرزدہ کی معصومیت اور بے بسی پر اس کا دل کڑھا، تھوڑی سی سیاہی پر سفیدی چھا گئی، لیکن اس کے یہ معنی نہیں تھے کہ وہ نیک اور پارسا بن گئی تھی، اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ آدمی کبھی نماز نہیں پڑھتا، لیکن اذان سن کر یا مصلیٰ دیکھ کر رو لیتا ہے ایک ڈاکو کبھی کسی پر رحم نہیں کرتا، لیکن کبھی کسی کو لوٹنے کے بجائے کچھ دے بھی دیتا ہے ایک بدکار کو نیکی سے کیا تعلق ؟ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم یا مذہب پر جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے، وقتی اور بجھتے ہوئے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح ذرا کے ذرا جھلملاتا ہے پھر بجھ جاتا ہے۔

یہی حال فرزدہ کا تھا، وہ اپنی زندگی پر قانع بھی تھی اور مطمئن بھی، اس میں پھول ہی پھول تھے کانٹے کا پتہ بھی نہیں تھا، لیکن جس طرح گنہگار کا دل کبھی کبھی ملامت کرتا ہے اور وہ کچھ متاثر ہو کر پھر کارِ گناہ میں لگ جاتا ہے، اسی طرح کبھی کبھی نیکی اس کے دل میں ابھرتی تھی۔ اور فوراً دب جاتی تھی، ارشاد سے اس کی لڑائی کوئی نتیجہ نہ تھا، صرف وقتی جوش تھا اور چند روز میں ختم ہو گیا، اور جب ختم ہوا تو اس کی یاد پھر چٹکیاں لینے لگی۔ اور یہ چٹکیاں بڑھتے بڑھتے چوٹ بن کر ابھر گئیں، ارشاد ایسا گیا تھا کہ اب بظاہر پھر اسے پا سکنے کا کوئی امکان نہیں تھا اسی لیے جب اس کی یاد زیادہ ستاتی تھی تو وہ پروین اور فرزدہ کو کوستے

باب ۳۲

ہجر و وصال

فیروزہ آج کل تنہائی کی راتیں بسر کر رہی تھی، رات کو جب قدردان اس کے آرٹ اور فن، حسن و جمال اور عشوہ و ادا کی قیمت سنہری اور روپہلی ٹکیوں کی صورت میں ادا کرنے تشریف لاتے تھے تو وہ ہنستی ہوئی اور مسکراتی ہوئی اور لجاتی ہوئی، کسی سے آنکھیں ملا کر، کسی کو اپنے پہلو میں بٹھا کر سب کا شوق تیز کیا کرتی تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ان کی جیبوں سے روپے اور نوٹ گرنے لگتے تھے اور جب یہ سب چلے جاتے تھے اور وہ اپنے گوشۂ تنہائی میں پہنچتی تو اس کا تبسم رخصت ہو جاتا تھا۔ اس کی شوخی اور خوش طبعی کافور ہو جاتی تھی، اس کی خوشی اور مسرت کے مظاہرے سرد پڑ جاتے تھے، وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آتی تھی۔ کمائی ہوئی دولت بے پروائی سے تجوری میں رکھتی تھی اور اپنی شاندار خوبصورت سنہری پلنگ پر لیٹ کر رونے لگتی تھی، وہ دل ہی دل میں پروین کو کوسا کرتی کہ یہ کہاں سے ہڈی کا کباب بن کے ٹپک پڑی اگر یہ بیچ میں نہ آتی تو میرے ... کو کون مجھ سے چھین سکتا تھا، اسے اپنے اوپر بھی غصہ آیا کرتا تھا کہ وہ کیوں ایسی صالحہ اور عابدہ ہوں کہ پروین اور فریدہ کے لیے اپنے محبوب سے جھگڑ پڑی ... راتیں گناہ میں اور دن پاپ میں بسر ہوتے ہوں اسے حق ہی کیا ہے کہ ...

... کا مطلب اس کے دل پہ چٹکیاں لیا کرتی تھی، لیکن بلقیس جب خود شراب بن کر اس
کے پاس پہنچ جاتی تھی تو اسے کسی دوسرے نشہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی، فیروزہ
سے دلچسپی ضرور تھا لیکن متنفر نہیں تھا، اس کی یاد بھی اسے ستایا کرتی تھی، اور اس
کا جی چاہتا تھا ذرا جا کر خیریت مزاج دریافت کرے، لیکن بلقیس کا وجود یہاں بھی
آڑے آجاتا تھا اور وہ اس میں اُلجھ کر، فیروزہ کا خیال کسی دوسرے مناسب موقعہ
کے لیے ملتوی کر دیتا تھا۔

آج قسمت سے فرصت بھی تھی، رضیہ بیگم کو اپنے شوہر کے ایک قریبی عزیز کے
یہاں کنبہ کی سرگردہ کی حیثیت سے ایک تقریب میں جانا پڑا، وہ اپنی جوان لڑکی کو
تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اسے بھی ساتھ لیتی گئیں، بلقیس نے لاکھ لاکھ منیتیں بدلے
... رہ جانے میں آنا کانی کی، لیکن ماں کے سامنے اس کی ایک نہ چلی، بادلِ نخواستہ
... اپنے جانے کی اطلاع اس نے خود ہی ارشاد کو ایک دن پہلے یہ کہہ دیدی تھی ؎

یاد اپنی تمھیں دلاتے جائیں
پان کل کے لیے لگاتے جائیں

آخر صبح ہوتے ہی ماں کے ساتھ تین چار روز کیلئے وہ اپنے منحوس عزیز کے ہاں چلی گئی۔

ارشاد بلقیس کے انتظار میں روز و شب بیداری کیا کرتا تھا لیکن آج کی رات کاٹے نہیں
کٹتی تھی وہ جانتا تھا بلقیس نہ گھر میں موجود ہے نہ حاضرِ خدمت ہو سکتی ہے، لیکن
اس کے باوجود نیند حسبِ معمول آنے سے انکار کر رہی تھی۔ کروٹیں بدلتے بدلتے
اسے خیال آیا اگر بلقیس نہیں ہے تو شراب سے کیوں نہ جی بہلایا جائے، یہ سوچ
کر ... منگا، شراب پیتے پیتے اُسے خیال آیا۔

لگتی تھی، جیسے بعض پرجوش نوجوان قومی لیڈروں کے جوشِ عقیدت میں جیل چلے
لیکن وہاں کی تکلیف نہیں سہہ پاتے، معافی مانگ کر اپنے لیڈروں کو
ہوئے خیر سے واپس آجاتے ہیں۔

آج بھی فیروزہ حسبِ معمول اپنے قدردانوں کو لوٹ کر، رات گئے
واپس آئی، اور روپیہ تجوری میں رکھ کر خاموشی کے ساتھ اپنے بستر پر دراز ہو گئی
بستر پر اس کی کروٹوں سے شکنیں آج بھی پڑ رہی تھیں لیکن یہی شکنیں جب
میں پڑتی تھیں تو بات ہی کچھ اور ہوتی تھی۔

ہمیشہ وہ بن سنور کر اپنے کمرہ میں آیا کرتی تھی، جیسے نئی نویلی دلہن
میں قدم رکھ رہی ہو۔ اب وہ اس طرح آئی تھی، جیسے کوئی بیوہ اپنے غمکدہ میں تنہا
رات بسر کرنے روتی ہوئی پہنچی ہو، بیوہ عورت دن ہنسی خوشی گذار لیتی ہے
قیامت بن کر آتی ہے، اسی رات کے ساتھ کتنے رنگین افسانے اور کتنے
والے قصے وابستہ ہوتے ہیں وہ اپنے کمرہ میں آکر انہی رنگین افسانوں اور
والے قصوں کو یاد کر کر کے خون کے آنسو رویا کرتی تھی، آج بھی وقت تیزی کے
بھاگ رہا تھا، اس کی آنکھوں کا دریا بھی تیزی کے ساتھ بہ رہا تھا۔

وہ اپنا دردِ دل کسی سے بیان نہیں کر سکتی تھی، اپنی فریاد ارشاد تک
سے معذور تھی، نہ خود وہاں جا سکتی تھی نہ کسی سپاہی کو بھیج کر اسے اپنی
کو آباد کرنے کی دعوت دے سکتی تھی، رونا، آہیں بھرنا، کروٹیں بدلنا اس کا
ارشاد کو بلقیس نے بُری طرح جکڑ رکھا تھا، جب سے اس کی بیوی
تھی اسے نہ شراب پینے کا موقع ملا تھا، نہ فیروزہ کے ہاں جاسکا تھا۔

——— "

...، وہ بولی!

"اچھا اب میں بھی!"

"بڑی سمجھ دار ہو، کیا سمجھیں؟"

"تو آپ خود سے نہیں آئے ہیں!"

"بالکل ٹھیک میں خود آیا نہیں، لایا گیا ہوں ——— تمھاری یاد گھسیٹ لائی۔"

"یہ بھی بات جی نہیں ہے؟"

"پھر کیا ہے؟"

"آپ شراب کے نشہ میں غلطی سے آ گئے ہیں!"

"جی ہی لیکن کتنی صحیح جگہ پر آیا ہوں، یہ تو سوچو!"

وہ ہنسی، اس نے کہا

"اب تک کہاں تھے آپ؟"

"تمھیں کیا تم نے تو یہ بھی نہ پوچھا، کہ زندہ ہو یا مرتے ہو؟"

"کس سے پوچھتی دیواروں سے؟ صورت بھی دکھائی اتنے دنوں سے؟"

"اب صورت دیکھ لی، تو کیا پوچھ لیا تم نے؟ نہ خاطر نہ تواضع، نہ اخلاق!"

"بولو، تو آخر میں کروں کیا؟"

"ہو بہت کرتی تھیں، پاس آؤ، پیار کی باتیں کرو!"

وہ پاس آکر بیٹھ گئی، اور بولی۔

"بے وفا کہیں کے!"

اشوک نے ذرا بے تکلف ہوتے ہوئے کہا

ہے، یار روزِ عید محرم سے کم نہیں

صرف شراب پینے میں کیا لطف، جام شراب کا لطف کچھ ساقی ہی کے ہاتھ سے
ہے، یہ سوچ کر ایک سچے شرابی کی طرح اس نے فیروزہ کے تمام اگلے پچھلے گناہ صدق دل
سے معاف کر دیئے، اور بوتل لے کر سیدھا فیروزہ کے دروازہ پر پہنچا اور دستک دی۔

وہ ابھی تک جاگ رہی تھی، دستک سن کر چونکی، لیکن پھر خیال کرکے خاموش ہو گئی کہ
اس وقت یہاں کون آسکتا ہے؟ اتنے میں پھر اس نے دستک کی آواز سنی اور مجبور ہو
کر بستر سے اٹھی اور دروازہ پر پہنچی۔ وہاں ارشاد کو دیکھ کر دم بخود رہ گئی، جس کی یاد میں
خون کے آنسو رو رہی تھی، وہ آنکھوں کے سامنے کھڑا ہُوا مسکرا رہا تھا، آغوش کی
کی طرح دروازہ کھل گیا، اور بوتل کو اچھالتا ہُوا اُس کمرہ میں داخل ہو گیا جیسے روز
آیا کرتا تھا، فیروزہ کی کیفیت اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، اس کا دل چاہتا
کہ ارشاد کو آنکھوں میں بٹھائے، لیکن وہ خاموشی سے آکر اپنے بستر پر بیٹھ گئی اور ارشاد نے حسب
عادت کوٹ اُتار کر ایک طرف پھینکا اور بوتل سامنے رکھ کر بیٹھ گیا، اس نے فیروزہ
کو شوخ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں آرام میں مخل تو نہیں ہُوا؟ اگر یہ بات ہو تو چلا جاؤں؟"

"جی نہیں تشریف رکھیے!"

"اگر دل میں اتنی جگہ باقی ہے تو تکلف برطرف یہ شراب سامنے رکھی ہے تم اپنے
دستِ حنائی سے ہمیں پلاؤ، اور ہم مست ہو ہو کر ہیں جھومیں!"

فیروزہ کو حیرت تھی کہ یہ تو اس طرح باتیں کر رہا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، مگر
دیکھ کر اور قدرے مطمئن ہو کر اس نے سوچا، پھر اس کی کمزوری سے ہی میں

یہ کہہ کر وہ اُٹھی، اس نے اپنے ہاتھ سے شراب کا جام بھر کر ارشاد کے سامنے رکھ دیا اور کہا۔

"تم نشے میں زیادہ بہکی بہکی باتیں نہ کرو، اب سو جاؤ، سویرے باتیں کرنا جی بھر کے!"

"میں یہاں سونے کے لیے نہیں آیا ہوں"

"تو کیا لڑنے کے لیے آئے ہو؟"

"بالکل نہیں"

"پھر؟"

"زندگی کی بہار لوٹنے: زندگی کا لطف حاصل کرنے؟"

"تو صحیح کس نے کیا ہے لیکن ذرا آدمی تو بنو!"

نشے کی ترنگ میں جھومتے ہوئے ارشاد نے کہا

"تو کیا تم مجھے جانور سمجھتی ہو؟"

"تم تو بات پکڑنے لگے اب ختم بھی کرو یہ قصہ!"

"قصہ؟ ——— ہونھ!"

رات اور زُلف کا یہ افسانہ
قصۂ کوتاہ بڑی کہانی ہے

"تم یوں نہیں مانو گے!"

——— وہ ہمک کر اٹھی، اس نے بجلی کا سوئچ آف کیا، سارے کمرے میں اندھیرا ہو گیا، وہ چیخا۔

"... ارے یہ کیا کرتی ہو؟"

" مان لیا بے وفا ہیں لیکن تم بھی تو ستمگر ہو!"

" میں ستم گر ہوتی تو میرے گھر میں قدم رکھتے آپ؟"

" اچھا بھئی اب صلح کر لو ——— نہ ہم بے وفا، نہ تم ستمگر ——— لیکن
ایک شرط ہے!"

" وہ کیا؟"

" پروین کا ذکر نہ کرنا، ورنہ پھر لڑائی ہو جائے گی ہاں!"

" لیکن آپ کیوں کر رہے ہیں؟"

" کیا چیز پسند آگئی تمہیں اس شیطان کی خالہ کی؟"

" پھر وہی، کیا پھر لڑنے آئے ہو؟"

" میں نے اسے بُرا کہا تو چڑ گئیں"

" تم جسے چاہو بُرا بھلا کہو، میری جوتی کی نوک سے!"

" اب آئیں تم راہ پہ، لیکن سچ کہتا ہوں وہ تمہاری جوتی کی نوک بھی نہیں ہے"

" کچھ کہہ دوں گی تو پھر بھڑک اُٹھو گے، یہ ذکر بند کیوں نہیں کر دیتے!"

شراب کے دو تین گھونٹ حلق سے اُتارنے کے بعد وہ بولا

" کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے، کہہ ڈالو جو کچھ تمہیں کہنا ہے؟"

" اب آئے ہو، تو دو گھڑی ہنسو، بولو، وہی پرانا دکھڑا لے بیٹھے، یہ کیا!"

اب کے ارشاد نے پورا گلاس حلق کے نیچے اُتارتے ہوئے کہا

" جب تک وہ کمینی زندہ ہے مجھے ہنسی میں کوئی لطف نہیں آ سکتا!"

" تو آؤ روئیں ہم تم گلے مل کر، اور شراب پی پی کر کوسیں خدا [illegible]

ہے فیروزہ شرابیوں کی لفنتیا سے واقف تھی اس نے سوچا، اگر پروین
ا تو ضرور فساد پر ختم ہوگا، لہذا اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا، ارشاد
ے اس کے بہکانے میں آ گیا۔

وں کئی روز کے بعد ملے تھے، یہ موقع گلے شکوے کا نہیں تھا، گلے
میں ہو سکتے تھے لیکن یہ تھوڑی سی رات جو باقی رہ گئی ہے اس کے واپس
ے چوبیس گھنٹے لگیں گے، مدہوشی کے باوجود ارشاد بھی اس حقیقت
تھا اور فیروزہ بھی۔

دونوں بہت دیر تک سوتے رہے سب سے پہلے فیروزہ کی آنکھ کھلی
ش تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا، کسی کا چھپا ہوا خزانہ مل گیا، ارشاد نے

ہے کہا

ہوں!"

تے بولی

ہو؟

"

؛

اب تو جاتے ہیں بت کدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

کے بعد چلے جانا!"

او!

"جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہے ؟"

یہ کہہ کر وہ ارشاد کے قریب آئی اور اسے بستر پر لٹا دیا۔

ارشاد نے کہا۔

"اندھیرے میں میری طبیعت گھبراتی ہے۔"

"لیکن اندھیرا ہے کب ؟"

"تو کیا روشنی ہے ؟"

"ہاں —— دیکھو تو چاندنی چھٹکی ہوئی ہے اور مدھم مدھم ٹھنڈی روشنی ہو رہی ہے۔"

"کہاں ؟ کہاں ہے چاند ؟ ——"

"یہ رہا !"

پھر اس نے اپنا منہ ارشاد کی آنکھوں کے پاس لے جا کر پوچھا۔

"دیکھا ؟"

وہ مسکرایا۔

"ہاں دیکھ لیا، ٹھیک کہتی ہو تم، واقعی میری اندھیری رات کا چاند بیٹھو، باتیں کرو !"

"کہو تو بجلی جلا دوں ؟"

"بالکل ضرورت نہیں ہے، بجلی کی روشنی تمھارے چاند سے مقابلہ نہیں کر سکتی ——"

شہرانی جب بہک رہا ہو تو بڑی آسانی سے اس کی توجہ دوسری طرف

میں نے تو منایا بھی نہیں !" ———

...کیوں ؟

...تو اتنی دیر سے کیا ہو رہا ہے ؟ ناشتہ کی رشوت بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی

...ہے !

...س نے قہقہہ لگایا، اور فیروزہ بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی، اتنے میں ناشتہ
...نے کے دوران میں بھی دونوں پُرلطف باتیں کرتے رہے، پھر وہ اپنے گھر چلا گیا
...روزہ اپنی دکان سجانے کی تیاریاں کرنے لگی ۔

...رشاد کے لیے راستہ چلنا دوبھر ہو گیا، بلقیس اور فیروزہ کی تصویریں اس کی
...کھوں کے سامنے ناچ رہی تھیں کبھی وہ بلقیس کی چوٹی فیروزہ کے ہاتھ سے چھڑا لیتا
...فیروزہ کا دامن بلقیس کے پنجہ سے چھین لیتا تھا، اس نے سوچا، جب یہ کیفیت
...ہے تو کیوں نہ دونوں سے رسم و راہ کا سلسلہ قائم رہنے دیا جائے۔

بلقیس نہ ہو تو فیروزہ، اور فیروزہ نہ ہو تو بلقیس، راجہ ہوں میں قوم کا اِندر میرا

...م !

ارشاد بیٹھ گیا

"بہت خوب منگائیے!"

فیروزہ خوشی کا جھولا جھولتی ہوئی اٹھی، اور ملازمہ کو فرمائشی ناشتہ تیار کر...

حکم دے کر جلدی سے پھر واپس آگئی وہ اس مختصر وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہتی...

اسے ارشاد ہی کے پہلو میں صرف کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اٹھلاکے انداز میں پوچھا

"پھر کب آؤ گے ؟ آؤ گے بھی یا نہیں ؟"

"کیوں نہیں آؤں گا ؟"

"آج آؤ گے ؟"

"ضرور آؤں گا ؟"

فیروزہ کی باچھیں کھل گئیں، اس نے اشتیاق کے ساتھ پوچھا۔

"اور کل !"

"کل بھی ——— روز ———"

وہ محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی

"اب تو تم لنشہ میں نہیں ہو۔ سچ کہہ رہے ہو ؟"

"میں کبھی تم سے جھوٹ بولا ہوں ؟"

"پھر اتنے دنوں سے کہاں تھے ؟"

"خفا تھے، تم سے !"

"اور اب ؟"

اب خفگی دور ہو چکی ہے !"

میں کیا جانوں سرکار "

... بلاؤ !

... گیا، اور تھوڑی دیر میں ایک قبول صورت باوضع اور طرحدار نوجوان کو ... نے کھڑا کر دیا، پروین نے اُٹھ کر استقبال کیا اور کہا

... تشریف لائیے !

... سرکار کا دھیان چھوڑتا ہوا سامنے کی کرسی پر بیٹھ گیا، پروین نے کہا

... نے آپ کو پہچانا نہیں !

... میں اس شہر میں نووارد ہوں لیکن آپ کو خوب پہچانتا ہوں" یہ کہہ کر وہ ... کو بے تکلفی ذرا بُری معلوم ہوئی، اس نے چڑھی ہوئی تیور یوں ... پوچھا۔

... کیسے ؟

... آپ مجھ میں کسی کی شباہت دیکھتی ہیں ؟"

... عجیب سوال سے وہ اور زیادہ حیران ہوئی، اس نے کہا۔

... نہیں !

... نے بار بار آپ سے ملنے پر اکسایا تھا، اس نے تو کہا تھا، آپ مجھے دیکھتے ... ہوں گی !

... پڑ گئی، اس نے کہا

... کو کس نے بھیجا ہے ؟ آپ کیوں تشریف لائے ہیں ؟"

... نے آپ سے ملنے پر اکسایا تھا، میں اس کا بھائی ہوں اور آپ کے

باب ۳۴

فیاض

پروین اپنے ڈرائنگ رُوم میں بیٹھی اُن آویزوں کو ہاتھ میں لیے غور سے دیکھ رہی تھی، جس کی اشفاق نے ایک روز تعریف کی تھی، اس کا جی چاہ رہا تھا کہ انھیں کانوں میں پہننے کی بجائے دِل میں رکھ لے، وہ دِل ہی دل میں کہہ رہی تھی انھیں میں کبھی نہ چاہوں یہ میرے پیارے کتنے پیارے ہیں پہلے وہ آویزے کبھی کبھی پہنتی تھی، جب سے اشفاق نے ان کی تعریف کی تھی، ہر وقت استعمال میں رکھتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا، انھیں پہننے سے ایک نئی اور عجیب قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

وہ اسی کام میں منہمک تھی کہ خادم نے ایک وزٹینگ کارڈ لاکر دیا اس پر صرف فیاض علی لکھا ہُوا تھا، یہ نام نہ اُس نے کبھی سنا تھا، نہ اس نام کے کسی شخص سے واقف تھی، اس نے حیرت سے الٹ پلٹ کر کارڈ کو کئی بار دیکھا پھر ملازم سے پوچھا

"کون صاحب ہیں؟"

"مَیں تو نہیں جانتا سرکار، موٹر میں آئے ہیں کوئی بڑے آدمی دکھتے ہیں"

"وہ بڑے آدمی ہوں یا چھوٹے مجھے کیا، یہاں وہ کیوں آئے ہیں"

جس سے زیادہ پایا!"

عورت کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنی تعریف سن کر باغ باغ ہو جاتی ہے

یہ لگاوٹ اور تعلق کی باتیں پروین کو پسند نہیں آئیں، اس نے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا

"میں آپ کو نہیں پوچھتی، تحسین کے بارے میں پوچھ رہی ہوں"

"لیکن میں نے اس کا جواب تو مع اضافہ کے دے دیا!"

یہ کہہ کر وہ پھر ہنسا، پروین کو اس کی یہ ہنسی کھلی، لیکن وہ منع نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے ساتھ اخلاق کا برتاؤ کرنا ضروری تھا۔ ورنہ تحسین کو شکایت کا موقع ملتا۔

اس نے کہا

"اب آپ یہاں آ گئے ہیں، تو کبھی اُسے بلائیے!"

"اگر آپ کی عنایت سے میرے قدم یہاں جم گئے، تو ضرور اُسے بلاؤں گا!"

"میری عنایت سے؟"

"جی ہاں! میں ذرا آزاد، اور بے باک قسم کا آدمی ہوں تکلف کرنا نہیں جانتا ہی دل کی بات فوراً زبان پر لے آتا ہوں —— مطلب یہ کہ اگر آپ نے میری مدارات کی تو اس شہر میں رہوں گا، ورنہ کہیں اپنا تبادلہ کرا لوں گا!"

"آپ کی خاطر مدارات کرنا میرا فرض ہے"

"تحسین بھی یہی کہتی تھی!"

"اور میں بھی یہی سمجھتی ہوں!"

"شکریہ —— کہیے آپ میری دعوت کب کریں گی؟"

شہر میں ایگزیکیٹو انجینئر ہو کر آیا ہوں "

پروین نے بے تابی کے ساتھ کہا

"آپ نے تحسین کا نام لے کر مجھے بھولا ہوا زمانہ یاد دلا دیا ——— کہاں ہے وہ ، خیریت سے تو ہے ؟"

"جی ہاں اچھی ہے آجکل بمبئی میں ہے !"

"بمبئی ——— اتنی دور"

"کیا کیا جائے ، اس کا شوہر وہیں کاروبار کرتا ہے !"

پروین ایک اجنبی سے ملتے ہوئے تامل کر رہی تھی ، لیکن تحسین جیسی پیاری اور عزیز سہیلی کے بھائی سے ملنے میں اسے کیا تامل ہو سکتا تھا ، وہ بولی

"بڑی بے مروت ہے تحسین ، کبھی خط بھی تو نہیں بھیجتی !"

"یہی شکایت تو اسے آپ سے ہے !"

"میں تو مجبور ہوں ، میں نے ایسی ذمہ داریاں اپنے سر لے رکھی ہیں کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی !"

"وہی اصلاح نسواں کی ذمہ داریاں ؟ کہیے آپ نے تربیت گاہ میں کام کیا"

"لیکن یہ سب آپکو کیسے معلوم ہوئیں ؟"

"انہی سے جو آپ کے مشوروں میں برابر شریک تھا ——— تحسین سے"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھے یاد کرتی رہتی ہے !"

"یاد ! اجی وہ تو آپ کا وظیفہ پڑھا کرتی ہے ، جب دیکھئے آپ کا ذکر ، اسی نے تو مجھے بھی آپ کا نادیدہ مشتاق بنا دیا تھا اور اگر آپ خفا نہ ہوں تو یہ کہنے پر مجبور ہوں

ے کوئی ایک کمیٹو انجینئر کی شان سے زمین کو روندتا ہوا، اور کچلتا ہوا آرہا ہے
...ار اس نے دیکھا، تو فیاض سامنے کھڑا تھا، پروین کو دیکھتے ہی اس نے کہا

"دیر تو نہیں ہو گئی مجھے؟"

"جی نہیں! آپ وقت پر آئے ہیں تشریف رکھیے!"

"وہ بیٹھ گیا، اس نے کمرہ کے درو دیوار پر ایک نظر ڈالی اور کہا

"اس کمرہ کی آرائش، پینٹنگ، فرنیچر، کوئی چیز بھی آرٹسٹک نہیں ہے معلوم ہوتا ہے یہ کام مجھے انجام دینا پڑے گا!"

یہ نرالا اور انوکھا عزم سُنکر پروین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی، ایک طرف تو اس مداخلت بے جا پر غصہ آرہا تھا، دوسری طرف اس غایت درجہ ...پر ہنسی آرہی تھی، اس نے کہا

"کیا فرمایا آپ نے؟"

مجھے اس کمرہ کی آرائش بالکل پسند نہیں ہے، فرنیچر اچھا ہے لیکن بہت ...ہیں اور دیواروں پر جس نے یہ آئل پینٹنگ کی ہے وہ اگر میرے سامنے آ جائے تو میں اسے انعام یہ دوں کہ گولی سے اڑا دوں، ستیاناس کر دیا کمرہ کا کمبخت نے ـــــ خیر کوئی مضائقہ نہیں، کل صبح میں ناشتہ یہیں کروں گا اور دوپہر کا کھانا یہیں کھاؤں گا، کیونکہ تعطیل کی وجہ سے آفس تو جانا نہیں ہے، سارے دن میں اس کمرہ کو آپ کے شایان شان بنا دوں گا۔

بے ربط ... والی گفتگو سن کر پروین کے پیٹ میں ہنسی کے مارے بل پڑے جا ... اس نے بڑے بے تکلف بیباک چھچھورے ہر قسم کے لوگ دیکھے تھے لیکن فیاض کی

"آپ کا گھر ہے جب چاہے تشریف لایئے!"

"پھر آج، شام کے کھانے پر میرا انتظار کیجئے گا!"

یہ کہہ کر اس نے سگار کو دانتوں کے نیچے دبائے دبائے دھواں
سر پر رکھی اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے گویا ہوا۔

"اجازت؟"

پروین نے اخلاقاً ہاتھ آگے بڑھا دیا، اس نے پوری قوت سے مصافحہ
کر کے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور سگار کے کش لگاتا ہوا باہر چلا گیا۔

پروین کو تحسین سے بڑی محبت تھی، اس کے بھائی سے مل کر واقعی اسے بڑی
خوشی ہوئی تھی۔ لیکن فیاض کا یہ رنگ طبیعت یہ بے تکلفی، یہ برتاؤ، دیکھ کر وہ
کچھ گھبرا گئی، اور سوچنے لگی، یہ کس قسم کا انسان ہے؟ اور اپنی بہن سے کتنا
مختلف ہے، کہاں تحسین شرافت اور انسانیت کی پتلی، کہاں یہ حضرت انگریز تو
بن گئے، مگر بات کرنے کی تمیز، نہ میل ملاقات کا سلیقہ، ذرا کمال تو دیکھئے خود ہی
گھر میں اپنی دعوت کر کے تشریف لے گئے ہیں اور تاکید کر گئے ہیں کہ شام کے کھانے
پر ان کا انتظار کروں۔ ایسے طرفہ تماشا مہمان سے شاید ہی کسی کو پالا پڑا ہو اسے ہنسی
بھی آ رہی تھی اور حیرت بھی ہو رہی تھی، ناصرہ کو بلا کر اس نے ہدایت کی کہ شام کو
ایک پیاری سہیلی تحسین کے بھائی تشریف لائیں گے اور کھانا یہیں تناول فرمائیں
لہٰذا ذرا مزید اہتمام کر لینا اور اشتیاق صاحب کو بھی تاکید کر دینا کہ وہ شام
کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔

ٹھیک آٹھ بجے پروین کے کان میں موٹر کے ہارن کی آواز آئی پھر کیا

نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ مسکرا دی اور سوچنے لگی عجیب احمق شخص ہے
بس کر رہا ہے جیسے میرا شوہر بن کر آیا ہو اب عادات و خصائل کے
شروع ہو گئی، ڈانٹ دوں اسے؛ نہیں اس کی ضرورت نہیں
کا اثر لیا جاتا ہے ایسے سودائی شخص سے الجھنا بے کار ہے یہ
پھر اس کے ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا اور اس نے کہا

کھا لیجیے!

آپ؟

بھی کھاؤں گی چلیے تو!"

کے کمرہ میں فاخرہ اور اشفاق پہلے موجود تھے، پروین نے ان دونوں
تعارف کرایا، پھر کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

لقمے کھانے کے بعد فیاض نے اشفاق کی طرف توجہ کی۔

معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی، کہ آپ مس پروین کے مینیجر ہیں، اور انھیں آپ
ہے ——— . لیکن معاف کیجیے گا

بے آپ سے!"

نے حیرت سے فیاض کی طرف دیکھا اور کہا

کیا شکایت ہے؟"

کے کمرہ کا نکھار ——— "

کیا شکایت کی جا رہی ہے اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا
آپ کی شکایت بے جا ہے یہ جائداد کا انتظام کرتے ہیں گھر کا نہیں۔"

بات ہی اور تھی، اب فیاض کی باتوں سے وحشت کی بجائے دلچسپی ہو رہی تھی اس نے سوچا، زندگی صرف کام ہی کا نام نہیں ہے اس میں کچھ تفریح کا جزو بھی ہونا چاہیے اور یہ خدا کی دین ہے کہ تفریح کا مجسمہ بے سان و گمان گھر بیٹھے بغیر کسی کاوش کے مل گیا، اس نے جواب دیا۔

"لیکن میں تو ان سب چیزوں پر قانع ہوں فرنیچر بھی مجھے پسند ہے پینٹنگ پر بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں، اور آرائش بھی ٹھیک ہی ہے!"

"لیکن میں بالکل مطمئن نہیں ہوں"

"میرا مطمئن ہونا ضروری ہے یا آپ کا؟"

"اور اگر میں کہوں کہ دونوں کا؟"

"کسی کی زبان نہیں پکڑی جا سکتی، آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں لیکن آپ کو ان امور سے اتنی دلچسپی کیوں ہے، یہ میری سمجھ میں نہیں آیا؟"

"دلچسپی کی بھی آپ نے خوب کہی میں اپنا فرض انجام دے رہا ہوں!"

"تو کیا تحسین نے آپ سے یہ کہا کہ آفس میں حکومت چلانے سے جب فرصت ملے تو پروین کے گھر کو آفس سمجھ کر وہاں بھی حکم چلایا کرنا؟"

اس جملہ پر فیاض صاحب کو ہنسی آگئی، انھوں نے ہلکے اور بلند کئی قہقہے لگائے، پھر کہا

"آپ کھانا شاید بہت دیر میں کھاتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے میرے اور آپ کے عادات و خصائل میں کافی اختلاف ہے —— لیکن کوئی بات نہیں جائیے، اسے بھی گوارا ہی کرنا پڑے گا"

بڑی دیر تک کھانے پر بھی طرح کی باتیں ہوتی رہیں، فیاض اس گھر میں اور اس

بالکل نیا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس نے ایسی فضا پیدا کر دی کہ اجنبیت

اور سب ہی اس کی باتوں سے دلچسپی لینے لگے۔

اس کے جانے کے بعد فاخرہ نے کہا

عجیب رنگ ڈھنگ کا آدمی ہے ——— غضب خدا کا نہ

بڑی خالہ سلام، ابھی آئے ہوئے نہ دن گزرے نہ ہفتے پہلی ملاقات

بے تکلفی اور بے باکی کا یہ عالم، جیسے ہمیشہ سے اس گھر میں رہتے رہیں؟"

نے جواب دیا

لیکن بے دلچسپ آدمی اور دلچسپ آدمی بھڑبھڑیا ہوتے ہیں، خطرناک نہیں

دوسرے تحسین کا بھائی ہے نہ دھتکار سکتی ہوں نہ کوئی سخت بات کہہ سکتی

خفا ہو جائے گی، کہ میرا بھائی بہن سمجھ کر تم سے ملا اور تم نے اس کے

بھائیوں کا سا سلوک نہ کیا بلکہ غیر سمجھا ——— آدمی کتنا ہی

لیکن اس قدر جلد بے تکلف نہیں ہو سکتا، اس کی بے تکلفی کا راز یہی ہے کہ

بھائی ہے اور جانتا ہے میرے اس کے تعلقات کیسے ہیں؟

اشفاق نے کہا

آپ ٹھیک کہتی ہیں یہی بات ہے؟"

بولے؟

نے اعتراض کیا۔

" یہ بات ہے —— تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ——

یہ تقسیم عمل بھی ٹھیک رہے گی، جائداد کا انتظام اِن کے سپرد ہے اور

طریقہ سے میں مکمل کردوں گا!"

" معلوم ہوتا ہے آرٹ سے آپ کو بہت دلچسپی ہے!"

" بہت زیادہ!"

" پھر تو آپ کو آرٹس کالج کا پرنسپل ہونا چاہیے تھا!"

" فاخرہ اور اشفاق بھی فیاض سے دلچسپی لینے لگے تھے فاخرہ

" پھر تو اس گھر کو آرٹس کالج بنا دیجیے"

اشفاق نے کہا

" اور میں تو شاید اس گھر میں پھر ایک منٹ بھی نہ ٹک پاؤں کیونکہ مجھ

سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے!"

پروین بولی۔

" ہر شخص آرٹسٹ نہیں بن سکتا —— فیاض صاحب

کہاں ہے؟ ذرا دیکھیں اسے آپ نے کیسا سجایا ہے!"

" ضرور ضرور جب چاہیے تشریف لائیے، سول لائن میں داہنے

نمبر کی کوٹھی میری ہے"

" آپ کے ہاں کھانا بھی آرٹسٹک سسٹم پکتا ہوگا، اسے بھی کھائیں گے

" جی ہاں پکتا ہے لیکن انھیں لوگوں کے لیے جو آرٹ سے دلچسپی رکھتے

اشفاق صاحب تو فہرست سے خارج ہوگئے، آپ اور مس فاخرہ

دعوت

س سے کیا باتیں ہوئیں تھیں، یہ پروین کو یاد بھی نہیں تھا، وہ اپنے ڈرائنگ
سے فارغ ہو کر صبح کا اخبار پڑھ رہی تھی کہ کان میں آواز آئی۔

سکتا ہوں؟"

ٹھا کے دیکھا تو فیاض جواب کا انتظار کیے بغیر کمرہ میں داخل ہو چکا

تے ہوئے کہا

معذرت کرنے حاضر ہوا ہوں!"

ت! معذرت کیسی؟"

نے آپ کو کچھ امید دلائی تھی، کہ آج ناشتہ یہیں کروں گا، یقیناً آپ نے
نتظار کیا ہوگا، لیکن کچھ ایسے ضروری کام میں مصروف ہو گیا کہ کسی
کے نہ آسکا!"

کر کہا

تے ہوئے آپکو اچھا لگتا ہے کچھ؟ نواب تک آپ کی

پروین نے پوچھا

وہ مسکرا کر بولی

”یہ سمجھتے تو ہیں نہیں، دخل در معقولات کرنے لگتے ہیں!“

”یہ تم نے کیسے جانا؟“

”آج مشین پر نیا بلاؤز سی رہی تھی، یہ اپنی قمیض لے کر پہنچے کہ اس میں بٹن سی دو!“

”پھر تم نے کیا کیا؟“

”میں نے بلاؤز کو ہٹا کر اس کی جگہ ان کی قمیض رکھی، اور اس پر بٹن رکھ کر مشین چلا دی!“

”پھر کیا ہوا؟“

”بٹن بھی ٹوٹ گیا اور سوئی بھی!“

پروین، فاخرہ، اشفاق تینوں ہنسنے لگے!

تشریف لے جائیے، آپ کو روکتا کون ہے!"

لیکن میں شام کے کھانے پر آپ کا انتظار کروں گا!"

تک؟"

تب تک آپ نہ آجائیں!"

بیٹھے رہیں گے آپ اپنی اس بات پر؟"

نہیں!"

تو ہے تشریف لیجائیے، صبح پوچھوں گی کہ آپ نے کب تک انتظار کیا میرا؟"

مطلب تو یہ ہوا کہ آپ نہیں آئیں گی؟"

بوجھ کر انجان کیوں بنتے رہیں؟ کہہ تو دیا وعدہ کرتی ہوں مگر آؤں گی نہیں؟"

وعدہ کرتا ہوں آئندہ آپ کو میری طرف سے ایسی تکلیف نہ پہنچے گی"

بشرطیکہ کوئی سرکاری کام نہ نکل آیا؟ یہی نا"

صورت میں نہیں!"

شکریہ!"

اب میں جاتا ہوں"

بیٹھے!"

گے نا؟"

ناشتہ کر چکی، پروین نے اس سے کہا

دعوت ہے فیاض صاحب کے ہاں، چلو گی؟"

کیوں جاویں گے؟"

"جی ہاں اور کیا!"

"آپ نے ناشتہ نہیں کیا اب تک؟"

"کیسے کر لیتی، آپ کا انتظار جو تھا — اب کہہ دیجیے دوپہر کا کھانا

"مجھے پھر اسی کام کے سلسلہ میں جانا ہے کھانا بھی نہیں کھا سکوں گا

"میں نے خاص طور پر آپ کے لیے مرغ مسلّم اور مزعفر پکوا دیا تھا

"آپ نے تو حد کر دی، تکلف کی!"

"آپ کی بے تکلفی کا تقاضا بھی یہی تھا!"

پھر وہ مسکرائی، اس نے کہا

"آخر وہ کون سا کام ہے؟" —

"ایک سرکاری کام نکل آیا ہے اسی لیے تو آج چھٹی کا دن ضائع گیا —

لیکن ایک بات ہو سکتی ہے!"

"فرمائیے!"

"میں شام تک فارغ ہو جاؤں گا آپ شام کا کھانا میرے

"وعدہ کیے دیتی ہوں، لیکن آؤں گی نہیں!"

"یہ کیوں؟"

"آپ بھی یہی کرتے ہیں — کم سے کم اس معاملہ میں

عادات و خصائل مختلف نہیں ہیں — یعنی وعدہ شکنی کی حد تک

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں، میں آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش

یہ ہے کہ میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا مجھے فوراً جانا ہے!

"پیدل چلیں گے حرج کیا ہے! ذرا لُطف رہے گا!"

شام کو پروین، فاخرہ اور اشفاق کے ساتھ فیاض کے بنگلہ پر پہنچی، وہ سراپا سوال بن کر ملا۔ پروین نے اشفاق کی طرف اشارہ کرکے فیاض سے کہا

"جو لوگ آرٹسٹ نہیں ہوتے وہ بن بلائے بھی دعوتوں میں شریک ہونے کے لئے پہنچ جاتے ہیں!"

فیاض کچھ جھینپ سا گیا۔ اس نے بے معنی طور پر کہا

"یہ بات تو نہیں ہے!"

"ارے ہاں میں بھول گئی، آپ نے انھیں بلایا تو تھا، بلکہ اصرار کیا تھا — — کیوں فاخرہ یاد ہے نا؟"

"ہاں خوب یاد ہے!"

یہ کہہ کر وہ زور سے ہنس پڑی فیاض نے صورتِ حال کا اندازہ کر لیا اور کہا

"میں نے تو انھیں فہرست سے کل ہی خارج کر دیا تھا!"

اشفاق نے مسکراتے ہوئے کہا

"بڑی غلط فہمی ہوئی — اگر یہ بات ہے تو میں اجازت چاہتا ہوں!"

فیاض نے کہا

"اس کا یہ مطلب کب ہے کہ آپ تشریف لے جائیں!"

پروین نے اشفاق سے کہا

"جانے کی ضرورت نہیں ہے، بیٹھئے زیادہ سے زیادہ یہ کہ کھانا نہ کھائیے گا!"

"دانے گننے کا کام مجھے نہیں آتا!"

فیاض نے بات کاٹ کر کہا

" یہ لیجئے کیوں نہیں بلاؤں گا، پوچھ لیجئے ابھی کس پروین سے

کی میں نے تاکید کی تھی یا نہیں ؟"

اس بدحواسی یا مصلحت آمیز جھوٹ پر پروین کو ہنسی آگئی اس نے کہا

" انہیں کے کہنے سے تو میں پوچھ رہی تھی، ورنہ اس سے پہلے

تمہیں دعوتوں میں کب لے گئی ہوں !"

پروین جب کسی دعوت میں جاتی تھی، فاخرہ اس کے ساتھ

پروین نے یہ کہہ کر فاخرہ کو جتا دیا کہ اصل معاملہ کیا ہے، فاخرہ

رہی ہے اس نے کہا

" ہاں یہ بات تو ہے ———— پھر تو مجھے یقین

فیاض صاحب نے اصرار کیا ہو گا !"

فیاض صاحب نے کہا

" آپ تشریف لائیں گی نا ؟"

" آنا ہی پڑے گا، حکم حاکم مرگ مفاجات، آپ

آپ کا حکم کون ٹال سکتا ہے ؟"

" شکریہ، شکریہ !! ———— اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں"

" خدا حافظ !

فیاض چلا گیا، اس کے جانے کے بعد فاخرہ نے پروین سے

" واقعی جانے کا ارادہ ہے ؟"

"اب اجازت دیجیے!"

"بجے ہے؟"

"یہاں صرف گیارہ بجے ہیں اور گھر پہنچتے پہنچتے بارہ بج جائیں گے اور سوتے
سوتے ممی کی سہائی ایک بجے پہنچ چکی ہوگی!"

یہ کہہ کر وہ مسکراتی ہوئی چلی، فیاض دروازہ تک اسے پہنچانے آیا، چلتے
چلتے بیدے نے پوچھا:

"بیدے، تحسین کو کب بلا رہے ہیں آپ؟"

"پہلے میں معاملات طے کر لوں پھر وہ بھی آجائے گی!"

"معاملات کیسے؟"

"اس وقت آپ کو دیر ہو رہی ہے تشریف لے جائیے، کسی وقت وہیں آپ
تحسین سے ان امور پر بحث و گفتگو ہوگی؟"

"ہوئے؟"

"آپ سے ان معاملات کا تعلق آپ ہی سے تو ہے!"

بیدے راستہ بھر سوچتی رہی کہ وہ کون سے معاملات ہیں جن کا مجھ سے تعلق ہے
جن کے طے ہو جانے پر تحسین کے یہاں آنے کا انحصار ہے لیکن اس کی سمجھ میں
آیا اس نے یہ کہہ کر اپنے دل کو خاموش کر دیا، یہ سیلانی آدمی ہے، اور
باتیں سے زیادہ کرتا ہے، اس لیے اس کی باتیں سنجیدگی کے ساتھ
سننے کی نہیں ہوتیں، آمد سخن میں جو چاہا کہہ دیا، لیکن دل کی اس توجیہہ
کے باوجود بار بار یہ سوال کھٹک رہا تھا، آخر مجھ سے کون سے

فیاض نے سگار سلگاتے ہوئے کہا

"مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، انسان سیکھنا چاہے تو ہر کام اسے ممکن ہے یقین نہ ہو تو آج تجربہ کر کے دیکھ لیجئے!"

قہقہہ کے شور میں سب لوگ کھانے کی میز پر پہنچے، فیاض نے واقعی تکلفات کی انتہا کر دی تھی، طرح طرح کے الوانِ نعمت موجود تھے، پروین نے فیاض سے کہا

"میں تو آپ کو بہت بے تکلف آدمی سمجھتی تھی لیکن آج معلوم ہوا آپ تکلف بھی خوب کر لیتے ہیں"

"یہ کیسے جانا آپ نے؟"

"آخر اس قسم کا کھانا پکوانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اسی کو تو تکلف کہتے ہیں؟"

فاخرہ بولی

"تکلف نہیں آرٹ!"

اشفاق نے کہا

"باورچی بھی آرٹسٹ معلوم ہوتا ہے؟"

فیاض نے جل کر جواب دیا

"اگر آپ اسے اپنا شاگرد بنا لیں تو واقعی وہ فنکار بن جائے گا"

پلیٹوں کی آواز میں قہقہوں کی گونج بھی شامل ہو گئی۔

کھانے کے بعد جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو پروین نے کہا

باب ۲۵

دخل در معقولات

فیاض اکثر پروین کے ہاں آیا کرتا تھا، اپنی شوخ اور بے تکلف گفتگو کے باعث اگرچہ وہ کوئی وقعت پروین کی نگاہ میں نہ حاصل کر سکا، لیکن اپنی جگہ بہر حال اس گھرانے میں بنا لی تھی، اس کی بے بات کی باتوں سے اس کی شوخی اور بے تکلفی سے اس کے دخل در معقولات اور مداخلت بے جا سے کبھی پروین لطف لیتی تھی کبھی چڑ جاتی تھی وہ خوشی کا اظہار تو اپنی باتوں سے کر دیتی تھی لیکن برہمی کے ظاہر کرنے میں احتیاط کرتی تھی کچھ اس لیے کہ اسے تحسین کا بہت پاس و لحاظ تھا اور زیادہ تر اس لیے کہ وہ جو کچھ بھی کہتا تھا، خواہ وہ کتنی ہی بے تکی اور بے موقع بات ہو لیکن اس میں اپنایت کا رنگ جھلکتا تھا، ظاہر ہے یہ اپنایت تحسین کے تعلق سے تھی، اور اسے وہ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔

ایک روز پروین اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی کہ فیاض آیا اور بے تکلفی سے کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا، وہ بولی۔

"آج تو کئی دن کے بعد آنا ہوا ؟"

"جی ہاں دورہ پر چلا گیا تھا، آج ہی آیا ہوں، اور سیدھا یہیں آ رہا ہوں!"

"شکریہ اس عنایت کا!"

معاملات طے کرنے ہیں؟ اور اُن معاملات کا تحسین سے بھی تعلق ہے
وہ سوچتی تھی، اُتنی ہی اُتنی یہ کھٹک بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ
منزلِ مقصود پر پہنچ گیا، اور سب اپنے اپنے کمرہ میں جاکر سو گئے
واقعی ایک پر پہنچ چکی تھی۔

یہ وہی آویزے تھے، جن کے بارے میں ایک بار اشفاق نے فرمائش کی تھی، کہ انہیں اتارے کیوں دے رہی ہیں، پہن لیجئے اور پہنے رہا کیجئے، بڑے اچھے لگتے ہیں یہ [illegible] اور پروین نے اسی وقت انہیں پہن لیا تھا اور جب سے اب تک برابر انہیں پہنے ہی آ رہی تھی، اس نے جواب دیا۔

"نہیں کچھ نہ کہئے یہ آویزے مجھے بہت مرغوب ہیں!"

"ان بُندوں سے بھی زیادہ؟ ذرا انہیں دیکھئے تو ایک نظر!"

"دیکھ لیا یہ میرے آویزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے!"

"مجھے شبہ ہے کہ آپ بد ذوق ہیں!"

"اس شبہ کو آپ یقین سے بدل لیجئے، لیکن میں اپنی رائے نہیں بدل سکتی!"

"واہ ری آپ کی رائے نہ سر نہ پیر ——— میں تو پھر اصرار کروں گا آپ اپنی رائے پر نظر ثانی کیجئے!"

"آپ ہر بات پر اصرار نہ کیا کیجئے!"

"اچھا میں ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"فرمائیے!"

"ان آویزوں کے ساتھ کوئی خوشگوار یاد وابستہ ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی

"[illegible] سمجھ لیجئے!"

"غالباً کسی سہیلی کی؟"

"پھر آپ نے کرید شروع کی؟ جن باتوں سے آپ کا تعلق نہیں، اُن میں آپ

فیاض نے شکریہ کے الفاظ گویا سنے ہی نہیں جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی اسے کھولا، اور پروین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ اس ناچیز تحفہ کو قبول کرلیں، تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا!"

پروین نے دیکھا تو ڈبیا کے اندر زمرد کے دو خوبصورت بندے جگمگا رہے تھے، فیاض نے کہا

"قبول کر لیجئے، اور میرے سامنے پہن بھی لیجئے!"

پروین نے مسکراتے ہوئے کہا

"ابھی تو میں نے قبول کرنے یا نہ کرنے کا بھی فیصلہ نہیں کیا اور آپ نے ان کے پہننے کی فرمائش بھی کر ڈالی، واقعی بڑے جلد باز آدمی ہیں آپ بھی!"

"آپ کو تامل ہے کچھ؟"

"یقیناً!"

"کس لیے؟ آپ مجھے غیر سمجھتی ہیں؟"

"غیر سمجھتی ہوتی، تو آپ سے اس طرح ملتی؟"

"پھر کیا بات ہے؟"

"بات جو کچھ ہے وہ صرف یہ کہ نہ آپکو مجھے کوئی تحفہ دینا چاہیے نہ مجھے قبول کرنا چاہیے"

"آخر کیوں؟"

"ضرورت کیا ہے؟"

"یہ آویزے جو آپ پہنتی رہیں، مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے، اسی لیے یہ بندے لے آیا، وہ پھینک دیجئے، یہ پہن لیجئے!"

...ے پنے لئے ہوئے بندوں کی آب کا سُن کر اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے

...ے سنا، اشفاق کہہ رہا تھا۔

...آپ یقیناً زیادہ ہے لیکن ———"

...ں نے جلدی سے کہا

...کیا، فرمائیے!"

...کہہ رہا تھا کہ مجھے آپ کے مقابلہ پھبن زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے"

...تو اپنی اپنی رائے ہے!"

...ولی بات ہے!"

...اشفاق نے پروین سے حسرت بھرے لہجہ میں کہا

...معلوم ہوتا ہے ان بے چارے آویزوں کی عمر ختم ہو گئی ہے!"

...نے اشفاق کا جذبہ تاڑ لیا، اور بولی۔

...کیجئے، یہ تو میری جان کے ساتھ ہیں، بہت مرغوب ہیں یہ مجھے!"

...نے بندوں کی ڈبیہ بند کر دی۔

...اور فیاض کا جوش سے چمکتا ہوا چہرہ افسردہ ہو گیا، تھوڑی دیر کے

...ہو گیا، فیاض جو اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا، بولا۔

...فیصلہ کیا آپ نے؟"

...کے بارے میں

...اس تحفہ کو آپ قبول کریں، یا رد کر دیں گی؟"

...پہننے کا ذرا بھی شوق نہیں ہے یہ اپنے ہی پاس رہنے دیجئے!"

دخل در معقولات کیوں کرتے ہیں ؟"

" یہ تو میری عادت ہے تحسین کو بھی مجھ سے یہی شکایت ہے اس کی شادی بیاہ کے معاملہ میں دخل در معقولات کرنے سے نہیں چوکا !"

پروین کو اس صاف بیانی پر ہنسی آ گئی ، اس نے کہا

" آپ مجھے بھی تحسین سمجھتے ہیں کیا ؟"

فیاض ابھی کوئی جواب نہ دے پایا تھا کہ کسی کام سے اشفاق آ گیا پروین بڑے تپاک اور اخلاق کے ساتھ اس سے ملی اور فیاض کو نظر انداز کر کے گھل مل کر باتیں کرنے لگی ، بڑی دیر تک ان دونوں میں باتیں ہوتی رہیں ، اچانک اشفاق کی نظر بندوں پر پڑی ، اس نے کہا

" یہ بندے نئے لیے ہیں آپ نے ؟"

" کیسے ہیں یہ بتائیے !"

" اچھے ہیں !"

" یہ زیادہ اچھے ہیں یا میرے آویزے ؟"

" آویزے ! ان کی وضع و تراش کچھ ایسی ہے کہ زیادہ قیمتی نہیں ہیں لیکن مجھے بہت زیادہ ہیں !"

" یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن آب ان بندوں میں زیادہ ہے !"

فیاض اب تک بڑی بے لطفی سے بلکہ ایک حد تک ناگواری سے پروین اور اشفاق کی گفتگو سن رہا تھا ، بالخصوص بندوں اور آویزوں کے بارے میں جو بحث چل پڑی تھی اس سے تو وہ بہت زیادہ دل ہی دل میں برافروختہ ہو رہا تھا لیکن پروین

بھی رہنے دی اور کہا

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انھیں آپ اپنے پاس میری امانت سمجھ کر رہنے دیں؟"

"اس میں کیا مصلحت ہے؟"

"جب میری شادی ہوگی آپ کو گواہ کر کے یہ بندے اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے پہناؤں گا اور اگر وہ آپ کی طرح آویزے پہنے ہوگی تو انھیں اتار کر پھینک دوں گا"

پروین نے مسکراتے ہوئے کہا

"دھوبی سے جیتتے نہیں، گدھے کے کان پکڑیں گے!"

"کیا مطلب؟"

"میرا بدلہ آپ اپنی بیوی سے لے لیں گے!"

"پھر بھی آپ انھیں امانتاً رکھ لیجیے —— میرے خیال میں اس امانت کو قبول کرنے میں تو آپ کو کوئی تامل نہ ہونا چاہیے!"

"کوئی تامل نہیں ہے میں اپنے پاس احتیاط سے رکھے لیتی ہوں"

یہ کہ کر پروین نے وہ ڈبیہ فیاض کے سامنے سے اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی

تھوڑی دیر تک خاموشی سی طاری رہی، پھر فیاض نے کہا

"اشفاق صاحب صرف منیجر ہیں یا اس سے بھی کچھ زیادہ؟"

"صرف منیجر ہیں!"

"اس سے زیادہ کچھ نہیں؟"

"نہیں —— لیکن اس سوال سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"میرے پاس ایک نہایت معزز اور کارگزار آدمی ہے اسے آپ اپنا منیجر بنا لیجیے"

یہ کہہ کر اُس نے ڈبیہ فیاض کی طرف بڑھائی، وہ بولا

"لیکن یہ میرے کس کام آئیں گے؟"

وہ مسکرا کر بولی

"کبھی نہ کبھی کام آ ہی جائیں گے!"

"یہ اسی طرح کام آسکتے ہیں کہ آپ انھیں قبول کرلیں!"

"میں نے قبول کرلیا، انھیں اپنے پاس میری امانت سمجھ کر رکھ لیجیے

آپ کی شادی ہوگی تو اپنی بھابی کو میں اپنے ہاتھ سے پہناؤں گی، یہ

"استغفر اللہ! آپ بھی کیا قصہ لے بیٹھیں، آپ کو کیا معلوم میری شادی

سے ہوگی!"

"کسی نہ کسی سے تو ہوگی!"

"یہ بھی ضروری نہیں ہے!"

"یعنی آپ شادی نہیں کریں گے؟"

"ہوسکتا ہے!"

"کیوں آخر؟"

"اور اگر میں یہی سوال آپ سے کروں تو؟"

پروین اس حد تک آگے جانے کے لیے تیار نہیں تھی اس نے

تھری اور بے رخی کے ساتھ کہا

"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں، آپ اپنا تحفہ واپس لے لیجیے

یہ کہہ کر اس نے بندوں کی ڈبیہ فیاض کے سامنے رکھ دی

مطالبہ پر قائم ہوں!"

پروین نے جھلا کر کہا

"آپ کا مطالبہ ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا؟"

"آپ اشفاق کو مجھ پر ترجیح دیتی ہیں!"

"عجیب بے تکا سوال ہے، آخر آپ میں اور اشفاق میں مقابلہ کس بات کا ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہے، لیکن آگے چل کر اندیشہ ہے!"

"کس بات کا؟"

"مقابلہ کا!"

"آپ کا یہ اندیشہ غلط ہے، بالکل بے بنیاد ہے!"

فیاض کے چہرے پر پھر خوشی اور مسرت کے آثار پیدا ہو گئے، اس نے کہا

"آپ پورے احساس و ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ رہی ہیں؟"

"میں آپ کی طرح غیر ذمہ دارانہ باتیں نہیں کرتی!"

"تو مجھے اطمینان ہو گیا ——— اب میں اجازت چاہتا ہوں!"

یہ کہہ کر اس نے ہیٹ اٹھائی اور اسے ہاتھ میں لے کر باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد فاخرہ آئی، پروین نے اس سے کہا

"یہ فیاض تو مجھے کچھ پاگل سا دکھائی دیتا ہے!"

"کیوں کیا ہوا؟"

"خدا کا بندہ ہمیشہ بے تکی اور بے موقع باتیں کرتا رہتا ہے، ابھی فرمائش ہو رہی

اشفاق کو نکال دو، وہ ہمیں ذرا بھی اچھا نہیں لگتا!"

”اور اشفاق کو کیا کروں؟“

”نکال دیجیے!“

”بغیر کسی خطا اور قصور کے؟“

”خطا قصور کا کیا سوال، ہر شخص اپنا فائدہ دیکھتا ہے!“

”اس میں کیا فائدہ ہو گا؟“

”میرا آدمی ان سے زیادہ قابل ہے، ان سے زیادہ دیانتدار ہے اور ان سے کم تنخواہ پر کام کرے گا!“

”صرف اتنا یا کچھ اور بھی؟“

”کیا یہ کافی نہیں ہے؟“

پروین نے ذرا برہمی کے ساتھ کہا

”آپ کی مداخلت بے جا اب تکلیف دہ حد تک بڑھتی جاتی ہے، آئندہ آپ ایسی باتیں نہ کیجیے گا اور اشفاق کے بارے میں تو خاص طور پر کچھ نہ کہیے گا!“

”انہیں کے بارے میں تو مجھے کہنا ہے —— وہ مجھے ذرا بھی پسند نہیں ہیں اور میں چاہتا ہوں وہ جلد از جلد سبکدوش کر دیئے جائیں!“

”کیا بگاڑا ہے انھوں نے آپ کا؟ آپ کو ایسی بات کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے —— جس شخص نے آپ کے ساتھ برائی نہیں کی، آپ اس کے در پے آزار ہیں؟ وہ آپ کو کیوں پسند نہیں ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو نہ ہوں، میرے کسی آدمی کے بارے میں آپ فیصلہ کرنے والے کون؟“

”آپ اس سے زیادہ بگڑ لیجیے، میں بڑی خوشی سے برداشت کروں گا لیکن یہ

باب ۲۶

یُوں بھی ہوتا ہے

بلقیس اور ارشاد کے تعلقات حد کمال تک پہنچ چکے تھے، ان دونوں کی شادی ہو جانی تھی، لیکن شادی کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ ہو چکا تھا، رضیہ اور منصور میں اگرچہ طے ہو چکا تھا، کہ بلقیس کی شادی ارشاد کے ساتھ ہو گی اور ضرور ہو گی. لیکن جس ذوق و شوق کے ساتھ رضیہ اس شادی کی متمنی تھی، منصور نہیں تھا وہ ارشاد کو کسی ایسے گھر بیاہنا چاہتا تھا، جہاں کا داماد بن کر وہ ترقی کرے، عزت حاصل کرے، مال و دولت سمیٹے چونکہ پروین کے انکار کے بعد اس تمنا کے پورے ہونے کا کوئی امکان نہیں رہ گیا تھا اس لیے وہ بادل نخواستہ بلقیس کو اپنی بہو بنانے پر راضی ہو گیا تھا.

گندم اگر بہم نرسد بھُس غنیمت است

لیکن ادھر چند روز سے حالات بدل رہے تھے، مری ہوئی امیدیں پھر زندہ ہونے لگی تھیں، شہر کے ایک رئیس کی صاحبزادی بیوگی کے دن عافیت اور سکون سے نہ گزار سکیں، خاندان کے کسی نوجوان سے بے تکلف ہوئیں اور اس بے تکلفی کی یادگار ان کے پیٹ میں پلنے لگی، حالانکہ پدر بزرگوار خود کسی سعادتمند داماد کی تلاش میں تھے، لیکن وہ زیادہ انتظار نہ کر سکیں اور جو کچھ کرنا تھا کر گزریں، اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو وہ کسی حسین و جمیل سی دوشیزہ سے شادی کر لیتے، لیکن اتنے از کار رفتہ ہو چکے

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"ڈانٹ دیا اور کیا جواب دیتی!"

"مجھے ڈر لگتا ہے کہیں آگے چل کر یہ آدمی کچھ رنگ نہ لائے ——— اس کا اس گھر میں زیادہ آنا جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ٹھیک کہتی ہو میں بھی سوچ رہی ہوں!"

اپنے گھر میں جہیز سے بھری ہوئی گاڑیوں کے خواب دیکھ رہا تھا، رضیہ بھی سو رہی تھی وہ اپنی لاڈلی بیٹی کو شہانہ جوڑا پہنانے کا خواب دیکھ رہی تھی، ارشاد اور بلقیس ایک بجے تک جاگتے ہیں عیش و طرب کے میٹھے خواب دیکھ رہے تھے۔ ارشاد سوچ رہا تھا کہ جب بلقیس کی بجائے ایک امیر زادی پہلو کی زینت ہوگی تو کتنا نیا لطف حاصل ہوگا، کس طرح گلچھرے اڑیں گے اور کس طرح خسر کے انتقال کے بعد ایک فلم کمپنی قائم کی جائے گی اور اس میں چن چن کے ہندوستان کی مشہور ایکٹرسوں کو ملازم رکھا جائے گا۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کرکے نئی نئی ایکٹریسیں پیدا کی جائیں گی، دنیا پرانے چہروں کو دیکھتے دیکھتے تھک گئی ہے، میں اپنی دریافت سے دنیائے فلم میں ایک تہلکہ سا برپا کردوں گا اور روپیہ، شہرت اور نام کی ان چھوکی چھوکریوں کو قابو میں لانا کیا مشکل نہیں ہوگا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جو روپیہ ایک مشہور ایکٹرس ایک مہینہ میں جھٹک لے گی اس میں گمنام لیکن مشہوروں سے کہیں زیادہ خوبصورت اور طرحدار لڑکیاں حاصل ہوں گی۔ بلقیس اگرچہ کل کے اندیشہ سے بے پروا تھی، لیکن مگر آج اس کے دل میں ضرور پیدا ہو رہا تھا۔ کہ کل جب باقاعدہ شادی ہو جائے گی، تو کتنی آسانی سے بے دھڑک ارشاد کے کمرہ میں آیا کروں گی اور ساری رات یہیں گذارا کروں گی۔

دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور یہی باتیں سوچ رہے تھے کہ بلقیس نے کہا۔

"اماں نے تو شادی کی ساری تیاریاں مکمل کر لیں!"

وہ مسکراتا ہوا بولا،

"ابا کو بھی اب کسی بات کا انتظار نہیں ہے، ان کی تیاریاں بھی مکمل ہو چکی ہیں"

"پھر دیر نہ جانے کیوں ہو رہی ہے؟"

تھے کہ اپنے آپ کو دھوکہ دینا بھی ممکن نہ تھا، لہٰذا اب دوسری صورت پر عمل ہو سکتا تھا کہ
صاحبزادی کی شادی کرائی جائے اور شادی کے پہلے اس کا بھی انتظام کر لیا جائے کہ
نئے داماد کو کسی غیر کی اولاد کا باپ نہ بننا پڑے دولت کسی مردہ کو زندہ نہیں کر سکتی
لیکن اس میں اتنی قوت ضرور ہے کہ وہ جس زندہ سے چاہے اس کی زندگی چھین لے
چنانچہ صاحبزادی زندہ رہیں، لیکن ان کے پیٹ میں جو ننھی سی تصویر رینگتی کلبلا رہی
تھی اس کا خاتمہ کر دیا گیا، یہ کارنامے بہت خفیہ طور پر انجام پائے تھے لہٰذا فکر یہ تھی
کہ کسی سے جلد از جلد شادی کر دی جائے "تاکہ بات بڑھنے نہ پائے اور رسوائی
عام نہ ہو، ان کی نظرِ انتخاب ارشاد پر پڑی، منصور سے ان کی ملاقات تھی، ایک روز
خلوت میں تمام معاملات طے پا گئے، منصور نے بیٹے کو یہ خوشخبری سنائی اور دونوں
بغیر کسی ادنیٰ "تامل کے اس شادی پر راضی ہو گئے، حالانکہ ناگفتہ بہ حالات" اچھی
ہونے والی بیوی اور بہو کے دونوں کو معلوم تھے، اصل میں سوال یہ نہیں تھا کہ شادی
کس لڑکی سے کی جا رہی ہے بلکہ یہ تھا، کہ کس باپ کی لڑکی سے کی جا رہی ہے ادھر
سے اطمینان ہو گیا، تو پھر دوسری باتوں پر کچھ سوچنا وقت کا ضائع کرنا ہے۔

رضیہ بیگم اطمینان سے بیٹی کے جوڑے تیار کر رہی تھیں، اور شادی کی تیاریاں
میں مصروف تھیں، ارشاد اگرچہ باپ سے وعدہ کر چکا تھا، کہ وہ بلقیس سے شادی
نہیں کرے گا بلکہ ان کی پسند کردہ امیر زادی کو اپنی دلہن بنائے گا، لیکن جب
تک تمام معاملات طے نہ ہو جائیں اور ایجاب و قبول کے مراسم قاضی صاحب
انجام نہ دے لیں، اس وقت تک بلقیس سے راہ و رسم رکھنا وہ کچھ جرم نہیں سمجھتا تھا
رات کو حسبِ معمول بلقیس اور ارشاد کی بزمِ شبینہ منعقد ہوئی اس وقت منصور صا

اسی لیے شادی سے کترا رہے ہو؟"

— تاخیر کی ایک وجہ یقیناً یہی ہے؟"

— میں باز آئی، تمہاری اس گناہ کی لذت سے!"

— تمہاری خاطر سے میں شادی پر راضی ہو گیا ہوں!"

— ورنہ عمر بھر بنا شادی کے یہ کھیل کھیلتے رہتے!"

— اور کیا!

— بڑا دیدہ ہے تمہارا؟"

— میں مرد ہوں، تم عورت ہو —— یہ قیمتی وقت بے کار

میں ضائع کر دو گی، آؤ اِدھر!"

اس نے بلقیس کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا، اور وہ ایک بے بس چڑیا کی طرح اس کے شکنجہ میں پھنس گئی، لیکن اس بے بسی میں بھی ایک لذت تھی، ایک خود سپردگی کا جذبہ تھا مسرت اور طمانیت کی ایک ایسی لہر تھی کہ وہ اس وقت میں سوچنے لگی سچ تو کہتا ہے ارشاد، لذت گناہ میں بھی ہوتی ہے چھپ چھپ کر ڈر ڈر کر جو کام کیا جاتا ہے اس میں دہشت کے ساتھ ساتھ ایک عجیب و غریب لطف بھی ہوتا ہے اتنا زیادہ اور ایسا اچھا کہ مخلوق اور خالق کا ڈر تک دل سے نکال دیتا ہے ——"

جب صبح ہونے لگی تو اس نے دو چار کہنیاں مار کے اپنے تئیں ارشاد کے شکنجہ سے چھڑایا اور ہانپتی کانپتی اپنے کمرہ میں بلی کی طرح دبے پاؤں پہنچی، اور جلدی سے لحاف کے کمر دوزے میں گھس کر خراٹے لینے لگی کوئی بڑی سے بڑی دوا بھی نیند کے

"دیر کاہے کی، اب ہفتہ عشرہ میں یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا!"

"تمھیں تو کچھ فکر ہی نہیں ہے، ہم تو اس فکر میں گھلے جا رہے ہیں!"

ارشاد نے کہا

"اے میں قربان جاؤں، فکر کیسی؟"

"بھی کریہ روز چوروں کی طرح چھپ چھپ کے آنا بند ہو۔ اپنے آزادی کے ساتھ جب چاہیں آئیں!"

"لیکن ایک ہے بات بلو!"

"وہ کیا؟"

"جو مزہ اس چوری چھپے کی ملاقات میں ہے وہ درانہ اور آزادانہ میل جول میں نہیں ہے"

"بھاڑ میں جائے یہ چوری چھپے کی ملاقات —— مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ جب آنے کا ارادہ کروں، پہروں پہلے دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے جب کمرہ سے باہر قدم نکالو، پاؤں من من بھر کے ہو جاتے ہیں اللہ قسم اور کیا —— اور پھر گناہ جو رہا سو الگ ——!"

"گناہ؟"

"اے ہاں! یہ گناہ نہیں ہے تو ثواب ہے کچھ؟"

"میں نے ثواب کا کوئی کام کیا نہیں، میں نہیں جانتا ثواب میں کچھ لذت ہوتی ہے یا نہیں لیکن گناہ زندگی بھر کرتا رہا، اور سچ کہتا ہوں جو لذت میں نے گناہ میں دیکھی وہ ثواب میں نہیں"

"چلو ہٹو بھی —— اور سنو گناہ میں بھی لذت آنے لگی انھیں!"

" ——————

...ارت کرے ——————

...اور دوسرے ——— ؟"

...رے یہ کہ کچھ ایسے حالات پیش آئے، بلکہ سچ پوچھو تو اس خیال کے

...ت نے مرزا بدھن سے وعدہ کر لیا، وہ غیر ہیں ان کی لڑکی بھی غیر ہی ہے

...لیف بھی اگر ارشاد دے گا، تو ہم تم نہیں کڑھیں گے، لیکن بلو کی تکلیف نہ تم

...لو کی نہیں!"

یہ سنکر رضیہ بیگم کا سرخ و سفید چہرہ زرد ہو گیا، انھوں نے کہا۔

"...بدھن کی لڑکی تو بیوہ ہے؟"

"...یں جانتا ہوں، ارشاد اس قابل کب ہے کہ کسی شریف اور کنواری لڑکی کا

...س کے دامن سے باندھا جائے؟"

"...یں نے تو سنا ہے وہ آزاد اور بے باک بھی بہت ہے؟"

"ہونے دو، دونوں میاں بیوی ایک سے ہیں گزار لیں گے جیسی بنے گی!"

...ضیہ بیگم نے دانتوں کے نیچے انگلی داب کر کہا

"میں سمجھ گئی!"

"کیا سمجھیں تم؟"

"تم بدھن کی لڑکی سے نہیں، ان کی دولت سے ارشاد کو بیاہ رہے ہو!"

"خوب سمجھیں ——— یہ خیال تمھارے دل میں کیسے آیا؟

...ہونے کا ہی کہے گا!"

"کہنے دو، دنیا جو چاہے کہے، میں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا!"

لانے میں اتنی کامیاب نہیں ہوتی جتنی تھکن۔

صبح اٹھ کر حسبِ معمول بلقیس گھر کے کام کاج میں لگ گئی اور رضیہ بیگم حسبِ معمول اس کی شادی کے کپڑے سینے بیٹھ گئیں، اتنے میں منصور پہنچا، اس نے آتے ہی کہا

"کچھ ضروری کام کر رہی ہو؟"

"نہیں تو، شادی کے دن قریب آتے جا رہے ہیں بلو کے کپڑے سی رہی ہوں!"

"میں اس سلسلہ میں تم سے گفتگو کرنے آیا ہوں!"

"تو کہتے کیوں نہیں، بیٹھی تو ہوں!"

"مجھے افسوس ہے کہ یہ شادی نہیں ہو سکے گی!"

رضیہ پر جیسے بجلی گر پڑی، اس نے کہا

"نہیں ہو سکے گی؟"

"ہاں نہیں ہو سکتی!"

"کیوں بھلا؟"

"اولاد کی نالائقی، اور کیا!"

رضیہ کے چہرہ پر جو اضطراب پیدا ہوا تھا، وہ سکون سے بدل گیا اس نے مطمئن لہجہ میں کہا۔

"اونہہ! لڑکی بھی اپنی لڑکا بھی اپنا، اگر وہ نالائق بھی ہے تو اس کا بائیکاٹ کر دیا"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن معاملہ کچھ اور ہے!"

"کیا معاملہ ہے کہتے کیوں نہیں؟"

"ایک تو ارشاد کی بدچلنی، میں تو نہیں چاہتا وہ بلقیس جیسی نیک اور شریف دل

رضیہ بیگم نے اسے اور زیادہ بھینچ کر گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔
منصور نے روتے روتے وہ سارا ماجرہ سنا دیا جو ابھی ابھی منصور سے سنا تھا۔
یہ باتیں سن کر بلقیس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، وہ سن سے ہو گئی
اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، لیکن یقین آئے یا نہ آئے، حقیقت جھٹلائی —
نہیں جا سکتی، ماں اپنی چہیتی اور لاڈلی بیٹی سے جھوٹ نہیں بول سکتی، اس کے سامنے
ساون بھادوں کی طرح آنسوؤں کی جھڑی یونہی جھوٹ موٹ نہیں لگا سکتی، وہ یقین
کرنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اسے یقین کرنا پڑا، وہ بھی ماں کے ساتھ ساتھ رونے لگی
ماں اپنی کم نصیبی پر رو رہی تھی اور بیٹی اپنے عاشق کی بیوفائی پر خون کے آنسو بہا رہی
تھی۔ بلقیس نے روتے روتے ایک آہ کی اور بے ہوش ہو کر ماں کی گود میں خزاں رسیدہ
پتے کی طرح گر پڑی۔

رضیہ بیگم کی خودداری اس وقت جاگ اٹھی انھوں نے کمرہ کا دروازہ بند کیا
اور بلقیس کو ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے لگیں، وہ نہیں چاہتی تھیں بلقیس کی
بیہوشی کی خبر گھر میں پھیلے منصور اور ارشاد کے کان تک پہنچے۔

تھوڑی دیر کے بعد بلقیس کو ہوش آیا، رضیہ نے کہا

"بیٹی اپنے آپ کو سنبھال، یہ صدمہ تجھے برداشت ہی کرنا پڑے گا، تھوڑی
دیر میں ارشاد کی بیوی اس گھر میں آ جائے گی، اس سے اچھی طرح ملنا اور ہرگز یہ ظاہر نہ
ہونے دینا کہ اس شادی سے تجھے کوئی تکلیف پہنچی ہے، تیرے دکھ کی دوا
یہاں کوئی نہیں بن سکتا، پھر ایسے بیدردوں کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار کرنا
بیکار ہے۔"

"ارشاد کی رائے بھی لے لی ہے تم نے؟"

"ہاں وہ بھی راضی ہے!"

ذرا سی امید جو رضیہ کے دل میں باقی تھی، اس جواب سے وہ بھی ختم ہو
گئی، لیکن اپنے تئیں رضیہ نے سنبھالا اور کہا

"خدا مبارک کرے، کب ہے شادی؟"

"آج سہ پہر کو، شام کو دلہن گھر میں آجائے گی ——— ہم نے
یہ طے کر لیا ہے کہ شادی خالص اسلامی سادگی کے ساتھ ہوگی، نہ دھوم دھام، نہ
ناچ گانا، نہ جلسہ نہ دعوت!"

رضیہ نے جل کر کہا

"جلسہ اور دعوت میں بڈھن اپنا منہ دکھاتے ہوئے شرماتے ہوں گے اس
لیے اسلامی سادگی کا پردہ اوڑھ لیا!"

بات معقول تھی، اس کا کوئی جواب منصور سے نہ بن آیا۔ اس نے بات بدلتے ہوئے کہا

"میں نے ملازموں کو تاکید کر دی ہے وہ ارشاد کا کمرہ ٹھیک کر دیں گے، یوں
بھی کسی اہتمام اور دھوم دھام کی ضرورت نہیں ہے!"

یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے، ان کے جانے کے بعد کسی کام سے بلقیس آ گئی، رضیہ
نے اسے اپنے پاس بلایا، جب وہ آگئی تو اسے اپنی گود میں بٹھا کر زار زار رونا
شروع کر دیا، ایک ایک آنکھ سے ہزار ہزار قطرے آنسوؤں کے ٹپک رہے تھے
بلقیس اس بے سبب رونے پر حیران تھی، اس نے پوچھا۔

"کیا ہوا اماں رو کیوں رہی ہو!"

اتنے میں نقارہ پر چوٹ پڑی، معلوم ہُوا دُلہن کی سواری آ گئی، چہ میگوئیاں بند ہو گئیں اور سراسیمگی کے ساتھ ایک عجیب چہل پہل پیدا ہو گئی، جو تھا وہ دلہن کے دیکھنے میں لگا جا رہا تھا، یہ سب عورتیں باری باری سے اپنے وقت میں دلہن بن چکی تھیں لیکن دلہن کے دیکھنے کا اشتیاق ان میں اتنا تھا، جتنا خود دلہن کو بھی اپنے دلہن بننے کا نہیں ہوگا، ایک پر ایک ٹوٹا پڑ رہا تھا، اللہ دے اور بندہ لے عروس کو دیکھنے کے بعد اس پر ریمارک ہونے لگے، کسی نے صورت و شکل کی تعریف کی، کسی نے آدمی کا چہرہ بتایا، کسی نے دس پانچ بُرائیاں نکال دیں، ناک چپٹی ہے، گال پھلکی کی طرح آنکھیں بڑی تو ہیں لیکن ان میں کچھ کشش نہیں، اس مجمع میں رضیہ بیگم بھی تھیں اور بلقیس دونوں کی صورت سے دل کی حالت آشکار تھی، لیکن دونوں نے اپنے تئیں قابو میں کر رکھا تھا، رضیہ بیگم نے جھٹ پٹ دلہن کی بلائیں لیں، اور سو روپیہ کا ایک نوٹ منہ دکھائی میں دیا، بلقیس کے دل پر آرے چل رہے تھے، لیکن وہ دلہن کی بلائیں لے کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

زندگی کے بعض واقعات و حوادث ایسے ہوتے ہیں جنھیں زندگی کے موڑ (TURNING POINTS) سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ زندگی کے بہتے ہوئے دھارے کا رخ بدل دیتے ہیں اب تک رضیہ بیگم اور بلقیس جو کچھ بھی کر رہی ہوں لیکن ارشاد کی بے وفائی اور منصور کی خود غرضی نے ان کی آنکھیں کھول دیں، ان کا عورت پن بیدار ہو گیا عورت پن اگر صحیح طور پر بیدار ہوتا ہے تو عورت عورت بن جاتی ہے اور اگر غلط طور پر ہوتا ہے تو وہ فاحشہ یا نائکہ بن جاتی ہے رخ کس طرف کو مڑے گا، اس کا فیصلہ عورت کی بات ارادی نہیں کر پاتی، بلکہ ایک نفسیاتی ضرب ہوتی ہے جو عورت کا رخ کبھی کعبہ

باب ۳۷

پھر وہی کُنجِ قفس

شام ہوتے ہوتے نئی دلہن کا محافہ آ گیا، اگرچہ منصور یا ارشاد نے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا تھا، پھر بھی شادی کی خبر جلد پھیل گئی، محلہ ٹولہ کے سب دور اور قریب کے عزیز کچھ بلائے ہوئے کچھ بن بلائے، دلہن کی پیشوائی اور دولہا کے خیر مقدم کے لیے جمع ہو گئے۔

سب کو معلوم تھا کہ ارشاد کی شادی بلقیس سے ہو گی، گھر کے لوگ بڑی آنکھوں سے بلقیس اور ارشاد کے گہرے روابط بھی دیکھتے رہتے تھے، اور شادی کی تیاریاں جس دھوم دھام سے اندر ہی اندر ہو رہی تھیں، ان سے بھی واقف تھے لیکن دفعتاً پانسہ پلٹ گیا، بلقیس یونہی بیٹھی رہ گئی اور ارشاد کی شادی ایک دوسری جگہ ہو گئی، اس حادثہ پر آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، کسی نے کہا، شادی سے پہلے کی آزادی کا انجام یہی ہوتا ہے، کوئی بولا، لڑکی میں کوئی عیب ہو گا، ورنہ گھر کو چھوڑ کر [illegible] ہے، کسی کی زبان سے نکلا، یہ نہ کہو، بہن روپے میں بڑی طاقت ہوتی ہے، گھر [illegible] دھرا رہ جاتا ہے وہ جسے چاہتا ہے کھینچ لیتا ہے، بعض نے مرزا احسن اور [illegible] دختر بلند اختر پر بھی چھینٹے لگا دیئے، ارے ہم سب جانتے ہیں مرزا احسن کو [illegible] اور ان کی چہیتی دلاری بیٹی کن گنوں کی ہے، بس اچھا ہی ہے کہ منہ نہ کھلواؤ

زیادہ بند ہو گئیں۔ افشاں لگے ہوئے ماتھے پہ اور زیادہ بل پڑ گئے اور گٹھڑی کے اندر سے سمٹتے سمٹتے "سی" کی آواز آئی۔

ارشاد نے کہا

- کچھ بھی ہو، جب تک آنکھیں نہیں کھولیے گا، گستاخیوں کا سلسلہ جاری رہے گا!"

آنکھیں کھل گئیں، پھر بند ہو گئیں، پھر کھلیں پھر بند ہوئیں ارشاد نے پھر گدگدایا۔

آنکھیں کھول کر تبسم کرتے ہوئے گٹھڑی نے کہا

- یا اللہ کھول تو دیں آنکھیں!"

- شکریہ! شکریہ!!

ارشاد نے یہ کہہ کر گدگدی کا سلسلہ بند کر دیا، اور بولا۔

- اگر اسی طرح درجہ بدرجہ میرے معروضات شرف قبولیت حاصل کرتے رہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کوئی گستاخی مجھ سے سرزد نہیں ہوگی!"

کچھ دیر تک تو دلہن بنی رہی، لیکن ارشاد کا کمال فن کام آیا، اس نے ہنسا کر، گدگدا کر، چٹکیاں لے کر، گل چھینی کر کے تھوڑی دیر میں دلہن کو بے تکلف کر دیا جو ہونٹ پہلے مسکرانے میں تامل کر رہے تھے وہ ہنسنے کے لیے کھلے اور قہقہے لگانے لگے جو زبان بڑی مشکل سے "سی" اور "اوئی اللہ" کہہ پاتی تھی وہ اب حکایتیں اور داستانیں بیان کرنے لگی، ارشاد یہی چاہتا تھا اور جو کچھ چاہتا تھا وہ اُسے مل گیا۔

لیکن یہ رات صرف باتیں کرنے کے لیے نہیں تھی، یہ میاں بیوی کی رات تھی دونوں پہلے کے تجربہ کار اور واقف حال تھے لیکن ایک دوسرے سے مل اس طرح رہے تھے جیسے آج پہلی بار حوا کی بیٹی آدم کے بیٹے سے مل رہی دونوں کے دل

دوشیزہ کے چہرہ پر پہلی رات کو ڈیرا جما لیتی ہے۔ ارشاد نے مصنوعی کیفیت کو دبا لیا، لیکن اسے آم بہرحال کھانے تھے، پیڑ گننے کے لیے ساری زندگی پڑی تھی اس نے زندہ گٹھری کو، دونوں ہاتھوں سے اپنے قریب کرتے ہوئے کہا

"ذرا ہم غریبوں پر بھی عنایت کی ایک نظر ہو جائے، نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی

وہ گٹھری بیر بہوٹی کی طرح اور سکڑ گئی، اس نے گٹھری کے بند کھولتے ہوئے کہا

"آپ شوق سے ستم کیجیے گا، اور ہم شوق سے ستم سہیں گے، لیکن آج کی رات تو بخش دیجیے گا اس گنہ گارِ محبت کو!"

گٹھری ذرا کسمسائی، اور اس طرح اکڑ گئی، جیسے گائے کا دودھ جس سے صرف ٹیڑھی انگلی سے گھی نکلتا ہے، ارشاد کے پنجہ نے ٹیڑھی انگلی کا کام کیا اور نقاب و حجاب کے پتھر چند جھٹکوں میں ایک باریک اور ملائم کاغذ کی طرح پھاڑ کر رکھ دیئے، گٹھری کے اندر سے آواز آئی۔

"اوئی اللہ!"

ارشاد نے گٹھری کھولتے کھولتے کہا

"خدا صرف امیر دل کی نہیں سنتا، غریبوں کی بھی سن لیتا ہے۔"

اب گٹھری کے اندر سے صندل اور افشاں میں لپٹا ہوا اور لبا ہوا ایک چہرہ ظاہر ہو چکا تھا، اور اس لطیف حملہ پر آنکھیں بند کئے کئے وہ مسکرا رہا تھا۔ ارشاد نے بند آنکھوں پر گرم گرم ہونٹ رکھ دیئے اور گدگدانا شروع کر دیا، آنکھیں اب بھی بند تھیں، لیکن ہونٹ ہنسنے کے لیے پہلے سے زیادہ پھیل چکے تھے، پھر ارشاد کے پنجوں نے گلچیں بن کر گل چینی شروع کر دی، پھیلے ہوئے ہونٹ پھر سکڑ گئے

یہی سوچتے سوچتے وہ سو گئی اور سونے میں اُس نے ایک خواب دیکھا وہ خواب
جو روز رات کو جاگتے میں ارشاد کے پہلو میں بیٹھ کر دیکھا کرتی تھی وہ خواب جس کا
اس نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا۔

اس نے دیکھا کہ وہ حسبِ معمول ارشاد کے کمرہ میں ماں کو سوتا چھوڑ کر پہنچی
دروازہ پر کھڑا تھا، اسے دیکھ کر بے کچھ کہے سُنے اندر چلا گیا وہ اُلٹے پاؤں،
واپس آنے لگی، پھر نہ جانے کیا سوچ کر اُس نے دروازہ کی دراز میں سے اندر
جھانکنا شروع کیا، اس نے دیکھا، کمرہ دولہن بنا ہُوا ہے اور اس دولہن
کے ہوئے چھپر کھٹ پر دراز ہے۔ اور اس دولہن سے ارشاد بے حیائی اور
بے غیرتی کی باتیں کر رہا ہے۔ وہی باتیں جو وہ کل تک خود اس سے کرتا رہتا تھا۔
ارشاد کی دولہن سے بے تکلفی اسے بے حیائی اور بے غیرتی معلوم ہوئی، اور وہ
بے تکلفی جو وہ اس کے ساتھ برتا کرتا تھا، عین ثواب اور شرافت معلوم ہوتی تھی۔
شاید اس لیے وہ اپنے تئیں ارشاد کی جائز اور حقدار دولہن سمجھتی تھی۔ اور اس کی
اس نئی دولہن کو صرف داشتہ!

یہ دلدوز منظر دیکھ کر وہ بے ساختہ روتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی، زینہ
سے پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑی ——— آنکھ کھلی، وہ اپنے
بستر ——— میں لیٹی ہوئی تھی، لیکن آنکھوں سے آنسو واقعی بہہ
رہے تھے، کیوں ؟ کس لیے ———!!

مچل رہے تھے۔ تڑپ رہے تھے، پھر دونوں نے تکلف بالائے طاق رکھا اور دلوں کو اس طرح ملا دیا جیسے کسی نے ان دونوں کو ایک دوسرے میں کیل ٹھونک کر چپکا دیا ہو۔

یہاں یہ ہو رہا تھا اور وہاں بلقیس پھر اپنے پرانے کنجِ قفس یعنی لحاف کے گھورہ میں اکیلی اور تنہا پڑی ہوئی تھی وہ جاگ رہی تھی لیکن بظاہر سو رہی تھی اور حقیقتاً سوچ رہی تھی کہ اب کیا ہو گا؟

وہ سوچ رہی تھی، زندگی کی اُمنگوں کا ایک بڑا حصہ عباس کے سفرِ لندن کی اور اس کی موت کی نذر ہو گیا، پھر ایک بڑا حصہ نئے عباس کی تلاش و جستجو میں صرف ہو گیا۔ وہ ملا اور چند روز اپنی بہار دکھا کر میرے لیے خزاں بن گیا، اب اس کی بہار دوسروں کے لیے ہے میرے لیے نہیں وہ دوسروں کا پرستار ہے لیکن میرے لیے تو وہ بیوفا کے سوا کچھ نہیں؟

یہ سوچتے سوچتے بلقیس کو پروین یاد آنے لگی، اس کی وہ باتیں اس کے کانوں میں گونجنے لگیں، جو وہ مردوں کی خود غرضی بیوفائی اور خباثتِ نفس کے بارے میں کہا کرتی تھی، اور وہ جن کے ماننے سے انکار کیا کرتی تھی، پہلے وہ اسے نہ جانے کیا سمجھا کرتی تھی، لیکن آج تو ایسا معلوم ہو رہا تھا، دنیا میں سب جھوٹے ہیں پروین کے سوا سب فریب کار اور فریب خوردہ ہیں۔ پروین کے سوا عورت کا دوست نہ چچا ہے نہ باپ نہ عاشق ہرجائی نہ وہ خود، بس ایک پروین اس کی دوست ہے وہی اس کے روگ کا علاج ہے اس نے سوچا، لیکن پروین اب مجھے کہاں مل سکتی ہے ایک ایسی خلیج پیدا ہو گئی ہے ہم دونوں میں جو کبھی پٹ نہیں سکتی وہ مجھے معاف بھی کر دے لیکن میں اسے کس منہ سے اپنا یہ منحوس چہرہ دکھاؤں گی؟

"...آپ کو ؟"

"کیوں نہیں ہے ؟ یہ دیکھیے، یہ میر کے کلیات کا انتخاب ہے آج کل اسی کو

...ہوں !"

...نے سوچا، اچھی گھڑی میں اپنے کمرہ سے نکلی تھی، تمہید سوچنے کی ضرورت
...اشفاق ہی نے وہ موضوع چھیڑ دیا جس پر میں اس سے باتیں کرنے آئی تھی۔
...نے اشفاق کے سامنے سے میر کا دیوان اٹھا لیا اور کہا

"پڑھ ڈالا ہے آپ نے ؟"

"کئی بار پڑھ چکا ہوں !"

"اوہو! آپ تو بڑے حضرت معلوم ہوتے ہیں !"

"یہ کیوں ؟"

"آخر اشعار سے اور وہ بھی میر کے اشعار سے کیوں دلچسپی ہو گئی آپ کو ——
—— ضرور کچھ دال میں کالا ہے !"

وہ مسکرایا

"دال میں کالا ہے یا سفید، یہ آپ جانیں مجھے تو کھانے سے مطلب ہے !"

"زیادہ باتیں نہ بنایئے ہم سب سمجھ گئے !"

"کیا سمجھ گئیں آپ ؟"

"ضرور آپ کسی سے محبت کرتے ہیں !"

اشفاق کے چہرے کا رنگ مجرم کی طرح اڑ گیا، اس نے کہا

"یہ آپ نے کیسے جان لیا ؟"

باب ۲۸

باتوں باتوں میں

ناخرہ اشفاق کو چاہنے لگی تھی، لیکن خود اشفاق ایک بند کتاب تھا۔ جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، اس کے اندر کیا ہے؟

ایک روز ناخرہ نے سوچا، یہ انتظار اور کشمکش کی زندگی ختم ہونی چاہیے لاؤ اشفاق کو ٹٹولوں اور دیکھوں اس کا دل بھی میری طرح دھڑکتا ہے یا نہیں؟ اس کے دل میں بھی آرزوئیں اور تمنائیں پیدا ہوتی ہیں یا نہیں؟ وہ بھی راتوں کو سوتے سوتے جاگتا ہے اور جاگتے جاگتے خواب دیکھنے لگتا ہے یا نہیں؟

یہ سوچ کر وہ اشفاق کے کمرہ میں پہنچی، وہ اس وقت بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا فاخرہ کو دیکھ کر اس نے کتاب بند کر دی اور کہا

"آیئے!"

وہ آ کر کرسی پر بیٹھ گئی اور بولی۔

"آ گئی فرمایئے!"

اشفاق سٹ پٹا گیا، اُسے کچھ کہنا تو تھا نہیں، فاخرہ آئی، اس نے اخلاقاً بُلا لیا، اب باتیں کیا کرے؟ لیکن خاموش بیٹھنا بھی نامناسب تھا، اُس نے کہا

"آپ کو شعر و شاعری سے بھی کچھ دلچسپی ہے؟"

ناخرہ نے اس گفتگو سے اندازہ کر لیا، کہ اشفاق کا دل دھڑکتا ضرور ہے
کسی کے لیے ؛ بہرحال معلوم ہونا چاہیئے ۔ وہ بولی
"تو نہیں بتائیں گے آپ ؟"
"جی نہیں ! یہ بتانے کی بات ہی نہیں ہے !"
"اچھا ایک اور بات بتایئے ؟"
"پوچھیئے !"
"آپ یہ بھی جانتے ہیں محبت کسے کہتے ہیں ؟"
"نہیں ! سکھا دیجئے !"
ناخرہ کی شوخی کافور ہوگئی، اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، اس کے چہرہ
پر بجلی کی سی سُرخی دوڑ گئی ۔ اس نے کہا
"میں سکھا دوں ؟"
وہ مسکراتا ہوا بولا،
"کیا حرج ہے ؟"
اس کے ناخرہ کی زبان نہیں چلی، اب اشفاق کی باری تھی، اس نے کہا
"کبھی آپ نے بھی محبت کی ہے کسی سے ؟"
"کیوں نہیں کی ہے ؟"
"کس سے بھلا ؟"
"دور کیوں جایئے، پروین آپا کو لیجئے، میں ان سے محبت کرتی ہوں !"
"اوہو ! پھر تو ہم آپ ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں !"

"جان لیا ——— یہ بتایئے غلط تو نہیں ہے یہ؟"

"کس کی شامت آئی ہے کہ آپ کی بات کو غلط کہہ سکے؟"

"تو مان لیا آپ نے ——— اچھا اب لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ دورہ معمولی ہے یا سخت؟"

"یعنی؟"

"یعنی صرف ابال ہے یا واقعی محبت ہے؟"

"اگر میں بتا دوں تو آپ کیا کریں گی؟"

"آپ کی مدد کروں گی!"

اشفاق کا چہرہ کھل اٹھا، اس نے کہا

"واقعی؟"

"ابھی تو کہہ چکے ہیں کہ مجھے جھوٹا نہیں سمجھتے!"

اشفاق سنجیدہ ہو گیا، اس نے کہا

"شکریہ! لیکن اگر میں واقعی کسی سے محبت کرتا ہوں اور آپ اس میں میری مدد بھی کر سکتی ہیں، پھر بھی میں مدد قبول کرنے سے معذور ہوں!"

"کیوں؟"

"جو محبت سفارش سے کامیاب ہو، وہ محبت نہیں کچھ اور ہے؟"

"اچھا سفارش نہیں کریں گے، آپ کو کامیاب ہونے کے گر بتائیں گے؟"

"جو شخص کامیاب ہونے کی خود اہلیت یا صلاحیت نہ رکھتا ہو اُسے آپ کے بتائے ہوئے گر بھی کامیاب نہیں بنا سکتے!"

بات ہے، ایسی محبت میں تو کوئی حرج نہیں۔"

سمجھ رہی تھیں؟"

سمجھ گئی تھی!"

؟"

تھی، آپ وہ محبت کرتے ہیں جو ایک مرد ایک عورت سے کرتا ہے!"

گیا!

غلط تو نہیں سمجھی تھیں؟"

فکرمند اور سنجیدہ ہو گئی۔

آپ ——؟"

ہم دونوں میں ایک مرد ہے، ایک عورت!"

کیا کہہ رہے ہیں؟"

نہیں آپ نے؟"

رہی ہوں، سنا تو!"

یہ بات بار بار کیوں پوچھ رہی ہیں آپ؟"

آتا!"

نہیں؟"

کو حق کیا ہے اُن سے محبت کرنے کا؟"

میں بتا چکا ہوں آپ کو!"

ہے اگر انھیں آپ کی یہ باتیں معلوم ہو جائیں تو کیا بنے گی گت آپکی!"

وہ حیران ہو کر بولی

" کیا مطلب ؟ "

اس نے بغیر کسی جھجک کے ساتھ کہا

" اُن سے تو میں بھی محبت کرتا ہوں ! "

یہ سن کر فاخرہ سن سے ہو گئی ، اس نے کہا

" آپ پروین سے محبت کرتے ہیں ؟ "

" تو کیا ہوا ؟ آپ بھی تو کرتی ہیں ؟ "

" میری بات دوسری ہے ! "

" کیوں دوسری بات ہے ؟ "

" ان کے مجھ پر احسانات ہیں انھوں نے مجھے پناہ دی۔ انھوں نے مجھے کو بنایا، انھوں نے دکھ اور مصیبت کے بھنور سے نکال کر راحت اور عیش کے ساحل پر پہنچا دیا، میں تو اس لیے کرتی ہوں محبت ! "

" یہ سب تو اُنھوں نے میرے ساتھ بھی کیا ہے، میں ٹھوکریں کھا رہا تھا انھوں نے مجھے پناہ دی، میں بات کرنا بھی نہیں جانتا تھا، انھوں نے مجھے بولنا سکھایا میری زندگی بھی دُکھ اور مصیبت کی تھی، انھوں نے اسے سکھ اور چین سے بدل دیا پھر میں کیسے محبت نہ کروں ؟ "

فاخرہ مطمئن ہو گئی، اس نے خیال کیا تھا جو محبت میں اشفاق سے کرتی ہوں وہی محبت اشفاق پروین سے کرتا ہے لیکن یہ بات نہ نکلی، میری طرح یہ بھی پروین سے وہی محبت کرتا ہے جو ہر احسان مند اپنے محسن سے کرتا ہے، اس نے کہا

…باتوں میں جو طنز تھا اسے فاخرہ نے محسوس نہیں کیا، وہ اس وقت کچھ اور
…رہی تھی، وہ سوچ رہی تھی، میں اس شخص کو ٹٹولنے آئی تھی، اپنے دل کی دھڑکن
…رہی تھی، اور کان لگا کر اس کے دل کی دھڑکن سننا چاہتی تھی لیکن
…کی گل کھلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ یہ بات یوں ہے نہ یوں' اب اس
…رخ سے گفتگو شروع کی۔

…بتایئے آپ کی شادی کیوں نہیں ہوئی اب تک؟"

…ہو گی!

…شادی نہیں کریں گے؟"

…نہیں ——— یہ میرا بڑا مستحکم فیصلہ ہے!"

…امید بھی ٹوٹ گئی، ایسا معلوم ہوا جیسا کسی نے دھکا دے کر فاخرہ
…بلندی سے نیچے پھینک دیا، وہ سوچ رہی تھی، اگر میں اشفاق کی بن گئی، تو
…اسے محبت کرنا سکھا لوں گی، لیکن اس صاف انکار نے تو رہی
…کر دی، وہ کچھ سوچتے ہوئے زمین کی طرف تکتے ہوئے بولی۔

…ہے یہ کیوں؟"

…آپ کی یہ دین آپا، کسی مرد سے شادی نہیں کر سکتیں تو آپ کا یہ نیازمند
…سے شادی نہیں کر سکتا!"

…نہیں کر سکتیں کہ مرد سے نفرت کرتی ہیں، آپ کیوں نہیں کر سکتے؟"

…جہاں تک تعلق ہے وہ کئی وجہ سے رک سکتی ہے، مثلاً جہاں
…ہے، وہاں ایک دوسری وجہ محبت بھی ہو سکتی ہے!"

"نہیں معلوم بتا دیجیے!"

"وہ مرد سے نفرت کرتی ہیں، وہ کسی مرد سے شادی نہیں کر سکتیں۔"

وہ پھر مسکرایا، اس نے کہا

"یہ تو آپ نے کوئی نئی بات نہیں کہی ——————

یہ سب کچھ!"

"پھر بھی آپ محبت کیے جا رہے ہیں؟"

"میں شادی کے لیے تو محبت نہیں کرتا ——————

سے نفرت نہ کرتیں اور مرد سے شادی کرنے پر راضی ہوتیں تو بھی

سکتا تھا، نہ منتخب ہو سکتا تھا، شادی کا تو میرے دل میں کبھی خیال بھی نہیں آیا۔"

اِس عجیب و غریب محبت پر فاخرہ بڑی حیران ہوئی، ایک مرد ایک

سے محبت کرے اور شادی کا خیال دل میں نہ لائے، یہ وہ سوچ ہی نہیں سکتی

وہ خود مرد نہیں عورت تھی، لیکن جب سے اسے چاہنے لگی تھی، محبت کے ساتھ

شادی کا خیال بھی برابر آیا کرتا تھا، اس جواب سے اس کی سراسیمگی ذرا کم ہو گئی

اور وہ سنبھل گئی، اس نے کہا۔

"پھر فائدہ کیا ایسی محبت سے؟"

"کیا محبت میں فائدہ اور نقصان بھی دیکھا جاتا ہے؟"

فاخرہ پھر لاجواب ہو گئی، اس نے جل کر کہا

"میں نہیں جانتی اِن باتوں کو!"

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے!"

شش کرتی ہو، لیکن یہ آہوئے رم خوردہ کی طرح چوکڑیاں بھرتا ہوا، ایسی
ے بھاگتا ہے کہ حدِ نگاہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے، انسان جب بے بس
ے تو آنسو اس کی رفاقت کرتے ہیں!"

شفاق نے ناظرہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیے، اس نے حیران ہو کر کہا

ے آپ رو رہی ہیں؟"

سنبھل کر بولی

یں کیوں روتی واہ!"

ھر یہ آنسو کیسے ہیں؟"

کوئی تنکا دنکا پڑ گیا ہوگا!"

یہ کہہ کر اس نے اپنا دامن اُٹھا کر آنسو پونچھے اور واپس جانے کیلئے اُٹھی۔

شفاق نے کہا

آپ تو جا رہی ہیں؟

پھر کیا کروں؟"

بیٹھئے باتیں کیجیے!"

آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں!"

رفتہ رفتہ آجائیں گی؟"

پھر آپ کے کہے بغیر بیٹھا کروں گی!"

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرہ میں واپس چلی گئی، اشفاق نے پھر دیوان میرؔ کھول
کی ورق گردانی کرنے لگا۔

فاخرہ حیران تھی، آج اشفاق کو کیا ہو گیا ہے؟ اب تک وہ اس شخص کو ایک
بھالا، معصوم، نیک اور انجان نوجوان سمجھتی تھی اور آج یہ ایک نرالے
فلسفی کے روپ میں نظر آرہا تھا جس کی باتیں، اگر دلچسپ تھیں تو ساتھ ہی
فہم بھی۔ فاخرہ کو یہ یقین تھا کہ اس کی شادی اشفاق ہی سے ہو گی اور
سے ہو گی۔ اس کی بات دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ٹال سکتا، یہ سوچ کر

"اگر آپا کہیں تو بھی آپ یونہی بیٹھے رہیں گے؟"

"کیا کہیں؟"

"کہیں کسی سے شادی کر لیجئے؟"

"کیوں کہیں؟"

"فرض کر لیجئے، کہیں تو!"

"تو میں انکار کر دوں گا!"

"انکار کر دیجیے گا؟"

"کیوں نہیں؟ ——— انھیں میرے ذاتی معاملات

مداخلت کرنے کا کیا حق ہے؟"

یہ جواب سن کر فاخرہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ اس پر
ظالم اور سنگدل شخص ہے۔ میں اس کے سامنے اپنا تڑپتا ہوا دل لیے
یہ اکڑی ہوئی گردن کے ساتھ ہر بات سے انکار کیے جا رہا ہے۔ میں اس کی
بڑھتی ہوں اور یہ دامن جھٹک کر الگ کھڑا ہو جاتا ہے۔ میں اسے
یہ اپنے آپ کو چھڑا کر دور کھڑا ہو جاتا ہے۔ میں بات میں بات پیدا کرکے

...دو چار روز میں اطمینان سے دیتا رہے گا۔"

فاخرہ نے کہا

"بہت اچھا کل صبح اٹھ کر پہلا کام یہی کروں گی۔"

...واپس جانے لگی، لیکن جاتے جاتے پھر لوٹی۔ اس نے فاخرہ سے کہا

ہاں! ایک کام اور کرنا، فرنیکلن کمپنی سے ایک اچھا سوئیٹر اور ایک اور کوٹ

...سردی بہت زیادہ ہے، خالی شیروانی سے کام نہیں چلے گا۔

...چلی گئی اور فاخرہ سوچنے لگی، یہ میں نے کیا سنا؟ یہ میں کیا دیکھ رہی

...میرے اللہ میں جاگ رہی ہوں یا خواب دیکھ رہی ہوں؟

فاخرہ مغموم و مایوس ہو کر اپنے کمرہ میں پہنچی، اور خاموشی کے ساتھ لیٹ

ہیں اُن باتوں کو دُہرانے لگی جو ابھی ابھی اشفاق سے ہوئی تھیں، وہ کوشش کر رہی تھی کہ

اُن باتوں کا مطلب سمجھے، جو ہمیشہ کے نادان اور آج کے فلسفی نے اس سے کی تھیں۔

اس محویت کے عالم میں بیٹھی ہوئی تھی کہ پروین پہنچی۔ اس نے کہا

"فاخرہ ———— ارے تم تو کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو رہی ہو، ابھی تو

صرف دس بجے ہیں!"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے کہا

"سو تو نہیں رہی ہوں کچھ سوچ رہی ہوں!"

"کچھ سوچ رہی تھیں؟ ———— زیادہ سوچنا ٹھیک نہیں

ہوتا اور تنہا بیٹھ کر تو ہرگز مت سوچا کرو!"

یہ کہہ کر وہ مسکرائی، فاخرہ بدستور خاموش کھڑی ہوئی تھی پروین نے پھر اسے

"کئی دفعہ کہہ چکی ہوں وہ ہمارے منیجر صاحب جو ہیں ذرا ان کا خیال رکھا کرو

"دیکھتی تو ہوں آپا!"

"کیا رکھتی ہو، یہ جاڑے کا جاڑا دیکھو اور سوتی شیروانی پہن کر دن رات باہر

جانا دیکھو، کہیں نمونیہ ہو گیا تو غضب ہو جائے گا، انھیں تو کچھ ہے نہیں

ہلکان ہوں گے، مفت میں اخبار میں میں نے دیکھا آج کل نمونیہ کے کیس بھی ہو رہے

———— تم ایک کام کرو کل صبح اٹھ کر رام چندر کے ہاں سے

سیاہ رنگ کی دو شیروانیوں کا اونی کپڑا منگا لو اور اپنا درزی رحمن جو ہے اُسے

سینے کے لیے دیدو اور تاکید کر دو کہ جس طرح ہو سکے ایک شیروانی تو کل ہی تیار کر دے

...نے نشترو سے شغل شروع کر دیا کچھ دیر کے بعد اس نے سگار سلگاتے ہوئے کہا

"آپ کو اگر فرصت ہو تو کچھ اہم معاملات طے کرنے ہیں؟"

"معاملات؟ اور مجھ سے؟"

"جی ہاں! صرف آپ سے اور وہ بھی بے حد اہم!"

پیالی ٹرے میں رکھتی ہوئی وہ بولی

"فرمائیے ـــــــ خیریت تو ہے!"

"جی ہاں خیریت تو ہے اور اسی خیریت کے باقی رکھنے کے لیے ان معاملات

کو طے کر لینا ضروری ہے"

"وہ تو میں سن چکی، اب ان کا ذکر تو کیجئے، بتائیے تو کیا معاملات ہیں وہ؟"

"...میں تمہیں کو جلد از جلد بلانا چاہتا ہوں!"

"...مبارک خیال ہے، کل کے بلانے آج اور آج کے بلاتے ابھی بلائیے میں

...نے کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہوں!"

"...نی پڑے گا، شادی کے انتظامات اور کون کرے گا؟"

"شادی کے انتظامات؟ کیا شادی کر رہے ہیں آپ؟"

"ارادہ تو عرصہ سے تھا، اب وہ فیصلہ کی صورت اختیار کر چکا ہے؟"

...ن پھر ذرا شوخ ہو چلی تھی، اس نے کہا

"...کے آویزے پھینک کر جو بُندے آپ پہنائیں گے وہ میرے

...سنبھال کے رکھے ہیں!"

"...رکھے رہیئے، بہت جلد کام میں لائے جائیں گے وہ!"

باب ۳۹

مات

پروین ابھی ابھی تھکی ہاری تربیت گاہ سے واپس آرہی تھی، سہ پہر کی چائے دُلاری نے لا کر سامنے رکھی تھی، اس نے ایک گھونٹ پیا تھا کہ فیاض نمودار ہوا اسے دیکھ کر پروین کے ماتھے پر شکن پڑ گئی، اب اس نے فیاض کو منہ لگانا بالکل چھوڑ دیا تھا، جس دن سے اس نے خواہ مخواہ اشفاق کی بُرائی کی تھی، اور اسے برطرف کر دینے کا مشورہ دیا تھا، اُس دن سے وہ فیاض سے کھٹکنے لگی تھی، اس کے بعد وہ کئی مرتبہ آیا، اور پروین اِس سے ملی بھی لیکن ذرا کھنچی کھنچی، رُکی رُکی لیکن اپنی بے تکلفی کے جوش میں فیاض اس کی تبدیلی کو محسوس نہ کر سکا، وہ اسی طرح آتا رہا اور "کس بشنود یا نشنود، من ہائے وہوئے می کنم" کے زریں اصول پر عمل کرتا رہا۔

آج بھی آتے ہی اس نے ہیٹ اُتار کر دُور پھینکی اور پروین کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا

پروین چاہتی تھی اس سے چائے کے لیے کہے لیکن اس نے خود ہی اس کا ارادہ بھانپ کر کہا

"جی نہیں، شکریہ، مَیں اس وقت چائے نہیں پیوں گا ابھی پی کر آیا ہوں"

پروین نے سنگترہ کی قاشیں اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"چائے نہیں تو یہی سہی!"

"جی ہاں! اس میں کوئی مضائقہ نہیں!"

"اور حیران ہو کر بولی

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"شکریہ اور بہت بہت شکریہ، مجھے امید بھی یہی تھی، تو اب تاریخ بھی مقرر کر

یجیے؟"

پروین نے قدرے برافروختہ ہو کر کہا۔

"آپ کا ان باتوں سے مطلب کیا ہے؟"

"شادی اور کیا؟"

"کس سے؟"

"آپ سے اور کس سے!"

پروین کا خوبصورت چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا، اس نے کہا

"کیا آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے ——— شادی آپ مجھ

سے کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی ہے؟ مدتوں سے یہی طے کیے ہوئے بیٹھا ہوں ——— آپ نے

بچپن کے زمانہ میں ایک کہانی سنی ہوگی، کہ ہندوستان کا شہزادہ ملک چین کی شہزادی

کے حسن کا ذکر سن کر نادیدہ عاشق ہو گیا تھا، بالکل یہی کیفیت میری ہوئی، تحسین

سے آپ کی صورت اور سیرت کا ذکر سنتے سنتے بالکل غیر ارادی طور پر میرے دل میں

شوق پیدا ہوا، میں نے خاص طور پر کوشش کر کے اپنا تبادلہ آپ کے شہر میں

کرایا، یہاں آکر موقع کا منتظر رہا کہ آپ سے اجازت لے لوں تو باقاعدہ

پیغام دوں، آج وہ موقع میں نے پیدا کر لیا ——— "

" کب ہو رہی ہے شادی ——— اور کس سے اور کب اور کہاں "

" یہی تو طے کرنا ہے آپ سے ؟"

" مجھ سے ؟"

" جی ہاں !"

" یہ بھی خوب رہی، شادی کریں آپ اور معاملات طے ہوں مجھ سے ؟"

" آپ کو بھی ایک فریق بننا ہے !"

" کیا مطلب ؟"

" اب میں معاملہ گومگو کے عالم میں نہیں رکھنا چاہتا بہتر یہی ہے کہ ہر بات اس سلسلہ میں واضح کر دی جائے۔ اور طے کر لی جائے !"

" لیکن آپ حسبِ عادت نہ کوئی بات واضح کرتے ہیں نہ طے کرتے ہیں۔ صرف پہیلیاں بجھوا رہے ہیں اور مجھے ہو رہی ہے دیر !"

" تو یہ مجلس آج برخاست ہو سکتی ہے، کل سہی ؟"

" کل تو مجھے بالکل فرصت نہیں ہے جو کچھ کہنا ہے آج ہی کہہ ڈالیے۔ آخر وہ کون سی ایسی اہم بات ہے جسے آپ اتنے دنوں سے کہہ رہے ہیں لیکن کہہ نہیں پاتے، چبا چبا کے رہ جاتے ہیں !"

" بات یہ ہے کہ آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے ؟"

وہ حیران ہو کر بولی

" کاہے پر ؟"

" شادی پر !"

"خوب معلوم ہے آپ ایک بیہودہ اور بدتمیز شخص ہیں!"

"میں اس شہر کا ایگزیکٹیو انجینیئر ہوں، میں یہاں کے حکام کا لنگوٹیا یار ہوں، میں
...کو زیر و زبر کر سکتا ہوں، تباہ و برباد کر سکتا ہوں!"

"تو انتظار کاہے کا ہے جو کچھ آپ کر سکتے ہیں وہ کرتے کیوں نہیں؟"

"مجھے تو صرف تحسین کا پاس ہے!"

"میں بھی صرف اُسی کا لحاظ اب تک کر رہی ہوں!"

"میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں آپ اشفاق جیسے دو کوڑی کے آدمی
...ے محبت کرتی ہیں اور اس کے مقابلہ میں مجھے ٹھکرا رہی ہیں!"

اب پروین کی برہمی ضبط سے باہر تھی، اُس نے چیخ کر کہا

"نکل جاؤ بدمعاش، تم اس قابل نہیں ہو کہ کسی شریف کے گھر میں قدم رکھ سکو!"

ریاض غصہ میں تن کر کھڑا ہو گیا، اُس نے کہا

"میں جاتا ہوں اور آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ پھر آؤں گا، لیکن آج تک جس طرح
...آتا رہا ہوں، اس طرح نہیں، ایک فاتح کی حیثیت سے!"

پروین نے پھر گرج کر کہا

"شٹ اپ، گیٹ آؤٹ ——"

ریاض نے اپنی ہیٹ اٹھائی، جلتا ہوا سگار فرش پر پھینکا اور غصہ کے عالم
...باہر کی طرف چلا، جب وہ دروازہ پر پہنچا، تو کچھ سوچ کر ٹھٹکا اور اس نے پروین سے کہا

"میں پھر آپ کو غور کرنے کا موقع دیتا ہوں، اگر آپ اب بھی فیصلہ بدل دیں تو
...ہو سکتی ہے!"

ابھی فیاض کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ پروین نے اسے روک کر کہا

" اگر آپ تحسین کے بھائی نہ ہوتے تو ذلیل کر کے اس گھر سے نکلوا دیا جاتا
بہتر یہی ہے کہ گفتگو کا سلسلہ بند کیجئے اور تشریف لے جائیے اور آئندہ اس
گھر کا دروازہ ہمیشہ اپنے لیے بند سمجھئے "

" آخر کس جرم میں ؟ "

" آپ اتنے بیہودہ ہیں کہ آپ کو گفتگو کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے آپ
ہو آئے ہیں لیکن یہ بھی نہیں جانتے کہ عورتوں سے گفتگو کس طرح کی جاتی ہے
شرم نہیں آتی آپ تحسین کی ایک بہن سے اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں "

" تو کیا ہوا ؟ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ میری شریک حیات بن سکیں "

" کوئی مرد بھی اس قابل نہیں ، اور آپ تو خاص طور پر نہیں "

" میں جاہل نہیں ، بد صورت نہیں ، غریب نہیں آخر مجھ میں کیا کمی ہے "

" عقل کی ! "

اب ذرا فیاض نے بھی مرد بننے کی کوشش کی ۔

" آپ میری کئی دفعہ توہین کر چکی ہیں ، اور آج پھر کر رہی ہیں ! "

" اگر آپ خاموش نہ ہوئے تو ابھی اور کروں گی ! "

" میں ہرگز یہ سلوک برداشت نہیں کر سکتا "

" اگر واقعی آپ نہیں برداشت کر سکتے تو تشریف لے جائیے اور اگر
کچھ زیادہ برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں تو تشریف رکھیے ! "

" آپ کو معلوم ہے میں کون ہوں "

ب ۴۰

تعارف

اشفاق سے کل رات جو باتیں ہوئی تھیں، فاخرہ انھیں کو بیٹھی ہوئی سوچ رہی
نے اشفاق کے بارے میں جب التفات اور توجہ کا مطالبہ کیا تھا، فاخرہ
کے متعدد پہلوؤں پر غور کر رہی تھی، اب تک وہ یہ سمجھتی تھی کہ پروین کی رحمت عام
سے وہ کا مستحق سمجھتی ہے، مدد کرتی ہے جیسے بے سہارا دیکھتی ہے پناہ دیتی ہے
بات نہیں پوچھتا، وہ اس کی دلداری کرتی اور اس کا خیال رکھتی ہے لیکن
ب اس کے دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ شاید اشفاق کے ساتھ جو توجہ ہے وہ
ک کی ہے یہ سوچتے سوچتے اس کے دل نے اسے ڈانٹا، پروین تیری
اس کے متعلق ایسے ناپاک خیالات نہیں آنے چاہئیں وہ بھی انسان ہے
سینے میں بھی دل ہے اس کا دل بھی امیدوں اور آرزوؤں کا گنجینہ بن سکتا ہے
سے محبت بھی کرتی ہے تو عیب کیا ہے تجھے نہ اس کی رقیب بننا چاہیئے
ضرورت پڑے تو اس کے لیے اسے خوش رکھنے کے لیے دل کیا چیز
بھی قربان کر دینی چاہیئے، اس کی خوشی تیری خوشی بن جانی چاہیئے اور اس
کو یاد کر وہ پروین ہے جس نے تجھے شرافت اور عزت کے ساتھ زندہ
دیا، ورنہ آج تو زمانہ کی ٹھوکریں کھا رہی ہوتی!

" میرا فیصلہ ہمیشہ اٹل ہوتا ہے اور میرا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ آپ اب اس گھر
میں کبھی نہ آئیں گے کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کیجیئے!"

" میں آپ کے اس فیصلے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا مجھ میں وہ طاقت ہے!"

" تو جب آپ وہ طاقت پیدا کر لیں، تب تشریف لائیے گا، لیکن اس سے پہلے نہیں"

" بہت بہتر میں آپ کا یہ چیلنج منظور کرتا ہوں!"

یہ کہہ کر اس نے وہیں کھڑے کھڑے ایک دوسرا سگار سلگایا اور سگریٹ سرے
رکھ کر پروین کے بجائے فرش زمین کو کچلتا اور ٹھوکر لگاتا ہوا چلا گیا۔

چائے ابھی نا تمام تھی، پروین نے مشکل سے چند گھونٹ پئے ہوں گے کہ دنیا بھر
سے باتیں چھڑ گئیں اور وہ باتیں غیظ و غضب کے طوفان پر ختم ہوئیں دلاری آئی تو
نے دیکھا چائے تو یوں ہی رکھی ہے، وہ ادب کے ساتھ بولی

" چائے پی نہیں سرکار!"

اس نے تیوری چڑھائے چڑھائے جواب دیا۔

" پی لی، لے جاؤ!"

دلاری نے حیرت کے ساتھ ایک نظر پروین پر ڈالی، ٹرے اٹھایا اور آہستہ
آہستہ موقع واردات سے غائب ہو گئی!"

○

معائنہ کیا کہ اس ادارہ کی لڑکیاں کس خوبی کے ساتھ ایک نئی زندگی سے آشنا ہو رہی ہیں پڑھنے کا بھی انتظام ہے اور کھیلنے کا بھی ہنر سیکھنے کا بھی اور گھریلو زندگی بسر کرنے کا بھی اس درسگاہ کی لڑکیاں اگر ایک طرف کھانا پکانے میں طاق ہیں تو دوسری طرف حفظانِ صحت کے اصولوں سے بھی پورے طور پر واقف ہیں اگر وہ کڑھائی سلائی کا کام بہتر طریقہ سے جانتی ہیں تو انھیں یہ بھی آتا ہے کہ صحت کے قائم رکھنے کے لیے ورزش عمل سے کس طرح دلچسپی لی جاتی ہے اور عریاں اور حیا سوز فیشن سے متنفر ہیں لیکن سادگی کے زیور سے لدی ہوئی ہیں وہ اگر مرد سے اپنی عزت کرانا چاہتی ہیں، تو خود بھی اس کی عزت کرنا جانتی ہیں وہ صرف یہی نہیں جانتیں کہ گھر کس طرح صاف رکھا جاتا ہے گھر کا نظام کس طرح استوار کیا جا سکتا ہے وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور دنیا کے نئے رجحانات کیا ہیں: انھیں معلوم ہے کہ گھر دوزخ کس طرح بنتا ہے اور جنت کس طرح بنایا جا سکتا ہے: انھیں اگر اپنی عفت، حیا اور عصمت پر فخر ہے تو ان میں اتنی خودداری بھی ہے کہ یہی جوہر مرد میں تلاش کریں اور اگر وہ کھوٹا ثابت ہو تو اسے ٹوک دیں، وہ مرد کو اپنا غلام بنا کر نہیں رکھنا چاہتیں، تو خود بھی اس کی کنیز بننے کو عار سمجھتی ہیں وہ خدا سے ڈرتی بھی ہیں اور زندگی کی دلچسپیوں سے لطف بھی لیتی ہیں وہ نماز بھی پڑھتی ہیں اور ٹینس بھی کھیلتی ہیں، وہ اپنی زینت کی نمائش نہیں کرتیں لیکن جو ان کی زینت پر للچائی ہوئی نظر ڈالے اس کی آنکھ پھوڑ دینے کا حوصلہ رکھتی ہیں انھیں جھاڑو دینا بھی آتا ہے اور جھاڑو پھیرنا بھی!

مسز فاروقی نے کہا

"میں آپ کو دلی مبارکباد دیتی ہوں آپ نے ایک سال کی مدت میں وہ کر لیا ہے

دفعتاً اسے خیال آیا کہ آج تربیت گاہ کا سالانہ جلسہ ہے اور اس جلسے
انتظامات میں مجھے پورا حصہ لینا ہے، وہ تربیت گاہ جانے کے لیے اُٹھی اور
جاتے اس نے دُلاری کو تاکید کر دی کہ "دیکھو اشفاق میاں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو
پائے، ان کے کھانے اور سہ پہر کی چائے کا خیال رکھنا!

تربیت گاہ میں آج عجیب چہل پہل اور گہما گہمی کا عالم تھا، لڑکیوں
اُستانیوں نے، پروین اور فاخرہ نے آج کے جلسہ کو کامیاب بنانے میں کوئی
فروگذاشت نہیں کیا تھا، نمائش کا بھی انتظام تھا جس میں لڑکیوں کی دستکاری
بہترین نمونے رکھے گئے تھے، جو دیکھتا تھا تعریف کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔
قدیم طالبات کی تقریروں کا بھی پروگرام تھا اور یہ بھی بہت کامیاب ثابت ہوا
کا عنوان تھا "مرد کی زندگی میں عورت کا حصہ" اس پر بڑی کامیاب اور
تقریریں ہوئیں، مسز فاروقی جلسہ کی صدر تھیں، ان کے اور ماہ رُخ کے اصرار
پروین نے آج کوئی تقریر نہیں کی۔ اس نے کہا میں تقریر کر کے الفاظ کا جادو
جاگانا نہیں چاہتی ہوں، تو یہ چاہتی ہوں کہ سال بھر کی مدت میں اس ادارہ نے میری نگرانی میں
ہے اسے آپ دیکھیں اگر وہ قابلِ تعریف ہے تو میری حوصلہ افزائی کیجئے اور
کچھ خامیاں ہیں تو میری رہنمائی کیجئے!

جلسہ کے بعد مسز فاروقی نے شہر کی بعض دوسری خواتین نے تربیت گاہ کی
ایک ایک چیز کا معائنہ کیا۔ رہنے کے کمرے، پڑھنے کے درجے، باورچی خانہ، سلائی
کتب خانہ، دستکاری کے اعلیٰ اور بہترین نمونے، یہ سب دیکھ کر لڑکیوں سے ملیں
ان کی باتیں سن کر حیران رہ گئیں، انھوں نے دل کھول کر پروین کو مبارکباد دی

ماہ رخ نے کہا

"جی یہ اس کام میں بڑی ماہر اور مشاق ہے!"

روین نے پوچھا۔

"یہ تم نے کیسے جانا؟"

"اں سے پوچھ لو، اس کے شوہر نامدار صاحب بھی اپنے وقت کے فرعون
سمجھے جاتے تھے، اب اللہ میاں کی گائے بنے ہوئے ہیں!"

ب ہنس پڑیں، ریحانہ نے ماہ رخ کو چھیڑتے ہوئے کہا

"اں ٹھیک کہتی ہو، وہ اللہ میاں کی گائے بن گئے ہیں لیکن تمہارے وکیل
بھیگی بلی بننا انھیں نہیں آتا!"

روین نے کہا

"یہ سب غلط فہمیاں ہیں، جب تک مرد خود چاہتا ہے، بھیگی بلی بنا رہتا ہے۔
جی بدلتا ہے پھر شیر بن جاتا ہے، جب تک خود مرضی ہوتی ہے اللہ میاں
کی گائے بنا رہتا ہے جب جی گھبراتا ہے پھر بھیڑیا بن جاتا ہے ——
—— در اصل وہ عورت کے ساتھ کھیلتا ہے جیسے
بلی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے لیکن جہاں اس نے دیکھا کہ کھیل ختم ہونے کا
ہے فوراً اپنے اصلی رنگ میں آجاتا ہے!"

نزہ فاروقی نے کہا۔

"میں تمہارے خیالات سے میں بڑی حد تک متفق ہوں، لیکن دیکھتی ہوں مرد کی
دشمنی میں بعض وقت انصاف کا خون کر دیتی ہو!"

جیسے کوئی ایک صدی میں بھی نہیں کرسکتا، اگر ایسی سلیقہ شعار اور ہنرمند، خود مختار اور خود
تیز اور طرار لڑکیاں ہمارے دیس میں پیدا ہونے لگیں، تو کایا پلٹ جانے میں
ان لڑکیوں کے کام دیکھ کر اور ان کی بے جھجک لیکن سراپا زندگی کی باتیں
کر حیران رہ گئی ——————!"

ماہ رخ نے کہا

"ان کی ہمت اگر اسی طرح بڑھتی رہی تو مردوں کو راہِ راست پر آنا ہی پڑے گا!"

ریحانہ بھی اس گروہ میں موجود تھی، وہ بھلا کیوں چپ رہتی، بولی۔

"میری رائے ہے اس تربیت گاہ کی ایک شاخ اور کھول دو!"

پروین نے پوچھا، اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہاں صرف مردوں کی تربیت کا انتظام کرو!"

مسز فاروقی اور پروین مسکرائیں، اس نے کہا

"سچ کہتی ہوں، عورتوں سے زیادہ مردوں کو اچھی تربیت گاہ کی ضرورت ہے
یہ جو اپنے کو فرعون اور نمرود سمجھنے لگے ہیں اور عورت کو مچھر اور بھنگے کی طرح مسلتے
رہتے ہیں یہ غلط تربیت ہی کا نتیجہ ہے!"

پروین مسکراتی ہوئی بولی۔

"مجھے تربیت گاہ کی ایک نئی شاخ مردوں کے لیے کھول دینے میں کوئی
نہیں لیکن ایک شرط ہے!"

"وہ کیا؟"

"وہاں کے فرعونوں اور نمرودوں کو آدمی بنانے کا کام تمھیں انجام دینا پڑے گا۔

…ے آپ کو اندازہ ہو جائے گا، کہ مرد کس طرح حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع
…ہے اور کس طرح شیر بن جاتا ہے"
…ح اور ریحانہ بھی مسز فاروقی کے اشتیاق میں شریک ہو گئیں، سب نے کہا
…یا ثبوت ہے تمھارے پاس؟"

…نے کہا
…یحانہ میں جلسہ کے وقت میرے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ سفید
…اور ٹھے ؟
…م نے دیکھا تھا انھیں، کون ہیں وہ؟"
…ہوال میں معلمہ بن کر آئی ہیں اور میں انھیں بہت عزیز رکھتی ہوں!"
…یحانہ نے کہانی سننے کے انداز میں کہا
…پھر کیا ہوا؟"

…نے کہا
…عظیم کی بیوی ہیں، ان کے ناک نقشہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جوانی
…قیامت ہوگی، اس قیامت کے سامنے ڈاکٹر نے سر جھکا دیا۔ اولاد پیدا
…ی قیامت کو اپنا خدا مانتے رہے، ڈاکٹر صاحب کی نیاز مندی
…ان بیوی سے اس طرح ڈرتے تھے جیسے تھانیدار سے دیہاتی!"
…نہیں پڑی، پروین نے کہا
…چاپ سنتی رہو، یہاں تک کہ سترہ سال گذر گئے، یہ مدت معمولی نہیں
…عرصہ میں عظیم نامی ایک مرد صفیہ نامی ایک عورت سے کھیلتا رہا

پروین نے کہا

"کوشش کرتی ہوں کہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کروں، لیکن اگر میں غلطی کروں تو آپ ٹوک دیجیے، بتایئے، میں نے کیا غلط کہا؟"

"میں تمھاری اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ مرد عورت سے کھیلتا ہے، وہ اگر محبت کرتا ہے تو نبھا بھی دیتا ہے!"

"آپ متفق نہ ہوں، یہ دوسری بات ہے لیکن میری رائے صرف جذبات پر مبنی نہیں ہے، تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے، میری یہ پختہ رائے ہے کہ مرد اسی وقت تک عورت سے محبت کرتا ہے، جب تک وہ اس قابل رہتی ہے کہ اس سے محبت کی جائے، جب وہ یہ قابلیت کھو بیٹھتی ہے، پھر اگر محبت نبھاتا ہے تو اس لیے نہیں کہ محبت کرتا ہے، اس لیے اور صرف اس لیے، کہ حالات اور مصلحت —— مثلاً غربت، آمدنی کی کمی، خاندان کی مشکلیں، اولاد کی کثرت، بیوی کے عزیزوں کا ظلم کبھی کبھی رحم اور مروت —— کا تقاضا یہی ہوتا ہے!"

مسز فاروقی مسکرائیں، اس مسکراہٹ کا مطلب یہ تھا، کہ تم ضد کر رہی ہو، ورنہ تمھاری یہ بات کچھ دل کو لگی نہیں، پروین یہ مفہوم سمجھ گئی، اس نے کہا

"بات یہ ہے کہ میں چونکہ مرد کی فطرت سے واقف ہوں، اس لیے اس کے کاٹھ کباڑ کو بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرتی ہوں اور آپ لوگ سرسری نظر میں معاملہ کو ٹال دیتی ہو"

"مثلاً؟ کوئی ثبوت؟"

وہ بولی

"ثبوت تو بہتر سے ہیں لیکن دو ثبوت ایسے ہیں جو ابھی تربیت گاہ میں موجود ہیں!"

…ے منع کیا، لیکن وہ مرد کیا جو دوسری شادی کا ارادہ ترک کردے ———
…کیوں نہ ہو؟ پہلی شادی کے وقت مرد اتنا بے تاب نہیں ہوتا، جتنا دوسری شادی
…ن ہوتا ہے ——— روپیے میں بڑی قوت ہوتی ہے، لڑکی
…ے ڈورے ڈالے گئے، اس نے بھی سوچا، اچھا بیوقوف پھنس رہا ہے۔ راضی
…اصل تماشہ اب شروع ہوتا ہے، حکیم صاحب اپنی پہلی بیوی کے ———
…ے معتقد تھے اور اب تک ان کی حکومت کی وفادار اور جاں نثار رعایا تھے، لیکن
…لڑکی سے شادی کا فیصلہ کرنے کے بعد اپنی حکومت کے پاس ایک بڑا سا
…ے کر بغاوت کی دھمکی دیتے ہوئے پہنچے، اور فرمایا تم دوسری شادی کی ہنسی
…اجازت دو، ورنہ یہ طلاق نامہ لکھا ہوا ہاتھ میں ہے اس پر دستخط کیے دیتا
…غریب نے سوچا، اگر میں نے طلاق لے لی، تو ان ننھے ننھے کیڑوں کا کیا حشر
…میرے پیٹ سے نکل کر حکیم صاحب کے گھر میں رینگ رہے ہیں انھیں
…لے جاتی ہوں، تو کوئی پناہ نہیں دے گا، چھوڑ جاتی ہوں تو زندگی اجیرن بن
…گی، یہ سوچ کر اس نے ہنسی خوشی اپنے عالیجاہ شوہر کو دوسری شادی کی اجازت
…حکومت کے تخت سے اتر کر اولاد کی محبت میں کوتے ہکنی بن گئی، اب جو
…حکیم صاحب پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ دوسری شادی کی آپ کو کیا سوجھی تو فرماتے
…جب میری بیوی کو اعتراض نہیں تو آپ پوچھنے والے کون؟"

…داغ نے کہا

…قدر کی تیری زبان!"

…بولا۔

اسے بناتا رہا، اسے دھوکہ دیتا رہا، ساری آمدنی لاکر اس کے ہاتھ میں رکھ دیتا تھا، حجامت کے لیے پیسے بھی گھر سے منگاتا تھا، دوست احباب کے لیے بیٹھ کر اگر گھر سے پان منگاتا تھا اور وہاں سے تعمیل نہیں ہوتی تھی تو ہمت نہیں ہوتی تھی کہ یاد دہانی کرائے، اور پھر کسی کو پان کے لیے اندر بھیجے لیکن سترہ سال کے بعد جب وہ پینتیس ۳۵ سال کی ایک بے رنگ و بُو عورت رہ گئی جس کے ہونٹوں اور گالوں کا رس خشک ہو چکا تھا، اور جس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ چکی تھی جس کا پیٹ بڑھ چلا تھا، اور جس کا نازک بدن اب موٹا ہو چلا تھا، تو اس کھلاڑی مرد نے دھوکہ سے اپنی چہیتی بیوی کو میکہ بھیجا، اور اس کی عدم موجودگی میں ایک نوجوان اور طرحدار نرس سے شادی کر لی، اور پھر جب صفیہ اپنی چھٹی ہوئی نکہت میں پہنچی، تو اس کا وہی حشر ہوا، جو بچہ سقہ کے ہاتھوں اماں اللہ خان کا ہوا تھا بھاگ کھڑی ہوئی بے چاری اور اب اس ادارہ میں موجود ہے ——— جاؤ پوچھ لو، مَیں غلط تو نہیں کہتی!"

تھوڑی دیر تک اس مختصر سے مجمع پر سکوت چھایا رہا، پھر روپن نے کہا۔

"ڈاکٹر عظیم کے ذکر پر حکیم مرزا علی محمد یاد آگئے، آپ کی عمر پچاس ہے، خاندانی اور صدری نسخوں کا استعمال مریضوں کے ساتھ ساتھ اپنے اوپر بھی کرتے رہتے ہیں اب تک کاٹھے بنے ہوئے ہیں مطب میں ایک روز ایک ایرانی ز… آئی، علاج کرتے کرتے خود اس کے مریض بن گئے ——— بیوی… خبر سے کئی بچے بھی تھے، مچل گئے، ہم تو اس گڑیا سے کھیلیں گے، دوستوں نے…

"تو ہمیں کب سننے سے انکار ہے!"

ماہ رخ نے تقاضا کیا۔

"تو پھر کہہ ڈالو!"

ریحانہ نے ضد کی۔

"نیک کام میں دیر کاہے کی، چل میرے خامے بسم اللہ!"

پروین بولی۔

"واقعی ایک بڑا عجیب قصہ یاد آگیا، اور اس کہانی کی ہیروئن بھی ابھی چند روز ہوئے میری پناہ گاہ میں آئی ہے ——— یہ تربیت گاہ تو اب ردی کی طرح بھگوڑے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی پناہ گاہ بنتی چلی جارہی ہے جس حکومت کی اینٹ سے اینٹ ہٹلر یا مسولینی نے بجائی، اس کے بادشاہ سلامت اپنی مرحوم حکومت کا جنازہ جیب میں رکھ کر لندن پہنچ گئے۔ ایسے ہی میں دیکھ رہی ہوں کہ جس مرحوم گورنمنٹ پر کوئی شوہر ہٹلر یا مسولینی بن کر چھاپہ مارتا ہے اس کی ملکہ معظمہ اپنی مرحوم حکومت کا جنازہ اپنے پلو میں باندھے ہوئے سیدھی یہیں پہنچتی ہیں۔"

ماہ رخ نے تنک کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تمھیں دنیا جہاں کی خبر ہے ——— اصل کہانی تو سناؤ!"

پروین نے کہا

"یاد ہوگا، آج کے مباحثہ میں عارفہ نے مرد کی حمایت میں تقریر کی تھی؟"

"ہاں یاد ہے، پھر؟"

"اور اس کی مخالفت میں ایک خوبصورت بالوں اور خوبصورت گالوں والی لڑکی

"داستان سرائی تو کوئی تم سے سیکھ لے!"

مسز فاروقی نے کہا

"ان باتوں کو داستان کہو یا قصہ کہانی، لیکن ان کی سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا!"

"شاید وہ اپنے انجام سے غیر مطمئن ہو گئی!"

پروین نے یہ دیکھ کر کہ مسز فاروقی کی بدگمانی اب دور ہوئی جاتی ہے اور وہ راستہ پر آئی جاتی ہیں، پہلو بدلتے ہوئے کہا

"کیا کیا مصیبتیں پیدا کر دی ہیں مردوں نے عورتوں کے لیے، انھیں جب دیکھو ہوں یا ان کا ذکر سنتی ہوں، تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں!"

ماہ رخ نے پوچھا۔

"یعنی کیا مطلب؟"

"عورت کا فرض ہے کہ مرد کی محبت کے آگے سر جھکا دے اور اس کے ... کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اس جھکے ہوئے سر کو ٹھوکر مارتے مارتے لہولہان کر دے"

ریحانہ نے کچھ سوچتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا

"ہم سمجھ گئے!"

پروین نے پوچھا

"کیا سمجھیں؟"

"اب ضرور کوئی پھڑکتا ہوا قصہ سناؤ گی، ہے نا یہی بات؟"

مسز فاروقی مسکرائیں، انھوں نے پان کا بیڑا منہ میں رکھتے ہوئے کہا

ہوگئی، دونوں مالدار گھرانے کے چشم و چراغ تھے، دونوں کے ماں باپ نے جی کھول
دان، جہیز، مہر، دعوت، جلسے، ہر چیز میں امیرانہ ٹھاٹھ کے جلوے
گئے۔

شادی کے بعد بھی کچھ دن بڑے مزے میں گذرے، لڑکی یہ سمجھ رہی تھی کہ اسے
کچھ مل گیا جس کی وہ تمنا کر سکتی تھی اور لڑکا یہ سوچنے لگا کہ جو کچھ مل گیا ہے
ہے لیکن اس سے زیادہ بھی تو مل سکتا ہے، یہ بہت کبھی زیادہ کے سامنے
سکتا ہے یہاں تک کہ یہ دونوں ایک ننھے سے کھلونے کے ماں باپ بن گئے۔
کے عقیقہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی، دور اور نزدیک کے
کے اصرار پر شرکت کے لیے آئے، ان آنے والوں میں ایک پری چہرہ
لڑکی بھی تھی۔ اس سے آنکھیں ملیں، آنکھوں نے دل کی مخبری کی اور دل
کر گھر اجڑ گیا۔ دونوں کو اس نے محبت کے دُرّے مارنے شروع کر دیئے
دیکھتے عاشق جانباز ستمگر بن گیا، کل تک وہ جس کے قدموں پر سر رکھ کر
کرکے اپنی محبت کا یقین دلایا کرتا تھا، اب وہ پُرانے خدا کو چھوڑ کر نئے
کرنے لگا تھا، پُرانے بُت نے یہ دیکھا، اور بُت کی طرح خاموش رہا، نئے
خاموشی سے پورا فائدہ اٹھایا اور رفتہ رفتہ وہ واقعی معبود بن گیا، اب
سکتا تھا جو معبود کی عبادت کرے، سکینہ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ
بنا رہے کر بھاگے گی یا جوتے کھائے گی، اور ذلت و نامرادی کی
کی اس نے اپنی محبت کا واسطہ دیا، اور اپنے بچہ کو شوہر کے
رو رو کر آنکھیں سُجا لیں، فاقے کر کرکے بے حال ہو گئی، نگاہِ لطف

نے بڑی ستھری اور اچھی تقریر کی تھی!"

"یہ بھی یاد ہے، آگے؟"

"اس لڑکی کا نام ہے سکینہ!"

"تم تو شجرہ نسب لے بیٹھیں، بات بتاؤ کیا ہے؟"

"سکینہ کی روتی ہوئی آنکھوں اور لرزتے ہوئے ہونٹوں کا بیان ہے کہ وہ میں حکومت سے بے دخل کر دی گئی، اور اگر یہاں بھاگ نہ آتی، تو جنگی مجرم نمبر ایک بنا کر عدالت میں پیش کی جاتی، اور وہاں اسے موت کی سزا سے کم سزا نہ ملتی"

ریحانہ نے کشمکش انتظار سے بے تاب ہو کر کہا

"توبہ اللہ! وہی استعارے کنائے، اور بات کچھ نہیں!"

"سکینہ کے گھر سے ملا ہوا ایک گھر تھا، اس گھر میں اس کے ایک دور کے رشتہ دار رہتے تھے ان کا ایک لڑکا تھا، کالج کا بانکا، سجیلا جوان ان دونوں میں محبت ہو گئی، وہ آگ کی طرح پھیلنے اور سیلاب کی طرح بڑھنے لگی، لڑکا اگر ایک قدم بڑھتا تھا تو لڑکی دو قدم بڑھتی تھی، دونوں اسی طرح بڑھتے رہے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ ان کے آنسو رات کی تاریکی میں قہقہے بن جاتے تھے، لڑکا کھیل رہا تھا اور لڑکی اس کھیل میں اپنی ہر چیز ہار رہی تھی۔ لڑکا یہ سمجھ رہا تھا، آج کے بعد کل کبھی نہیں آئے گا اور لڑکی کا یہ عقیدہ تھا کہ آج کی تاریکی کل روشنی میں بدل جائے گی دونوں جب ملتے تھے تو ہنستے ہوئے ملتے تھے، جب بچھڑتے تھے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں کی گنگا جمنا بن جاتی تھیں۔

دن گزرتے رہے، ہفتے گزرتے رہے، مہینے گزرتے رہے یہاں تک کہ دونوں

ور کیا!"

اب تو آرام سے گذرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے

مزدارو قی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آخر اس مصیبت کا علاج کیا ہے؟"

یمان نے کہا

"وہی جو کہ میں کہہ چکی ہوں، یعنی مردوں کے لیے ایک جداگانہ تربیت گاہ کا

جب تک پروین یہ کام نہیں کریں گی، کچھ نہیں ہوگا"

پروین نے کہا

"تم تو دیوانی ہو ابھی خاصی اری پاگل یہ لوگ تربیت سے نہیں سنبھل سکتے، نازیول

عقیدہ ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے کہ ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے

لیے ہیں کہ حکومت کریں اور دوسرے اس لیے ہیں کہ محکوم بنیں، ہماری غلامی

تو آخر انھیں کس طرح کیا جا سکتا ہے؟"

"صرف ایک ہی طریقہ ہے!"

کون سا طریقہ؟"

تلوار ——— تلوار نکال لو اور میدان میں آجاؤ، اگر یہ لڑیں

تو لڑیں، تو تم بھی اپنی تلوار میان میں رکھ لو ——— ظالم

سے نہیں مانتا، مگر نفرت سے مانتا ہے!"

اور نظرِ کرم کی بھیک مانگتے تھک گئی، لیکن جب تک مجنوں رہے۔ قابو میں رہتا ہے جب وہ مسولینی بن جائے تو اسے کوئی قابو میں نہیں رکھ سکتا، نہ آہ و زاری سے متاثر ہوتا ہے نہ منت سماجت سے اس کا دل یہ سمجھتا ہے وہ پرانی حکومت کو برداشت کر کے نئی حکومت بنا لیتا ہے سکینہ کے شوہر نے بھی یہی کیا، وہ تاجِ شہر یاری شوہر کی نئی محبوبہ کے سر پر رکھ کر یہاں بھاگ آئی، تم نے خود دیکھا ہوگا۔ اس کی تقریر میں کتنا درد اور کتنا جوش تھا وہ یہاں نہ آتی تو زندگی بھر شوہر کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگا کرتی، اور خدا کا شکر ادا کرتی کہ وہ سہاگن تو ہے لیکن یہاں آنے کے بعد چند ہی روز میں اس کا باطن جاگ گیا، اب وہ اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہے اور خود اپنا سہاگ توڑنے کے لیے ماں باپ کی مرضی کے خلاف، شوہر کو وکیل کے ذریعہ نوٹس دے چکی ہے، ماں باپ اس فکر میں تھے کہ بات گھر سے باہر نہ پھوٹے۔ اور وہ یہ طے کر چکی ہے کہ اگر شوہر صاحب راہِ راست پر نہ آئے تو ان کا کچا چٹھا اخبارات میں شائع کرا دے گی، شوہر صاحب اب تک اپنے نشہ میں مست ہیں، اپنی نئی محبوبہ کے ساتھ کورٹ شپ کیے جا رہے ہیں ———— سچ کہا

اب بھی، مانو گی کہ مرد کھلاڑی ہوتا ہے، جب تک مصلحت دیکھتا ہے بھیگی بلی بنا رہتا ہے جب وقت دیکھتا ہے تو شیر بن جاتا ہے!"

ریحانہ بولی

"ہم ان باتوں کو سوچتے بھی نہیں کون خواہ مخواہ ایسی باتیں سوچ سوچ کر اپنے کو ہلکان کرے!"

ماہ رخ نے کہا

باب ۴۱

حملہ

رات کو دیر میں پروین اور فاخرہ تربیت گاہ سے واپس آئیں، اور اپنے اپنے کمرہ میں چلی گئیں۔ فاخرہ اس لیے کہ مغموم تھی اور تنہائی چاہتی تھی، پروین اس لیے کہ تھکی ہوئی تھی۔ اور اب خاموشی کے ساتھ اپنے کمرہ میں آرام کرنا چاہتی تھی۔

دفعتہً دلاری دوڑی ہوئی آئی۔ اور اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"غضب ہوگیا سرکار!"

"کیا ہوا؟"

"وہ مر گئے، وہ مار ڈالے گئے، کسی نے ان کا کام تمام کر دیا!"

پروین گھبرا کر کھڑی ہوگئی، اس نے مضطرب لہجہ میں پوچھا۔

"کون؟ کسے کہہ رہی ہے تو؟"

"اشفاق میاں! چلیے، دیکھ لیجیے، سانس بند ہے، خون میں لت پت پڑے ہیں۔ ہائے میرے اللہ! یہ کیا ہوگیا!"

یہ کہہ کر وہ رونے لگی، رونے کی آواز سن کر فاخرہ بھی اپنے کمرہ سے آگئی اس نے دلاری کو روتے ہوئے اور پروین کو گم صم کھڑا ہوا دیکھا تو وہ گھبرا گئی۔ متعجب ہو کر پوچھا۔

"لیکن ہمارے پاس نہ تلوار ہے نہ گھونسہ !"

"اسی کو تو میں احساس کمتری کہتی ہوں، کیوں نہیں ہے سب کچھ ہمارے پاس ؟"

ریحانہ نے کہا۔

"سب سے بڑی چیز تو تم ہو ہمارے پاس، ہم عورتوں کی چڑیل —— تمہیں سلامت رکھے دشمن کو شاندار پسپائی اختیار کرنا پڑے گی !"

ماہ رخ بولی

"میں صفیہ اور سکینہ سے ملنا چاہتی ہوں چلو ملا دو !"

پروین نے کہا

"کیا کرو گی مل کر، کون گھر ہے جس میں ایک آدھ صفیہ اور سکینہ موجود نہ ہوں، اگر نگاہ رکھتی ہو تو تمہیں قدم قدم پر صفیہ اور سکینہ بکھری ہوئی ملیں گی !"

مسز فاروقی نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا

"ہم خود بھی تو صفیہ اور سکینہ کے سوا کچھ نہیں رہیں ؟"

ریحانہ چونکی۔

"ابھی سے ؟ —— پنتیس ۳۵ برس کی عمر تک تو پہلے پہنچ لیجے !"

مسکراہٹوں اور قہقہوں کے شور میں مجلس برخواست ہو گئی۔

ہے اور گردن میں ایک انچ، اگر یہ زخم ذرا اور بڑھ جاتا تو جان کی خیر نہیں تھی مریض
ہے اور سخت خطرہ میں ہے، زندگی کی کوئی خاص امید نہیں لیکن آخر وقت
ش کرنا ہمارا فرض ہے۔"

ہرہ نے بے تابی کے ساتھ پوچھا۔

"بچ جائیں گے ـــــ جس طرح بھی ہو انھیں بچائیے، ڈاکٹر صاحب!"

پروین نے زبان سے کچھ نہیں کہا، لیکن ڈاکٹر صاحب کا جواب سننے کے
نگاہ اٹھائی، کر صاف معلوم ہو رہا تھا، اس سوال کے جواب پر اس کی
موت کا انحصار ہے۔ ڈاکٹر نے دونوں کی کیفیت بھانپ لی، اور کہا

"جب تک سانس تب تک آس۔ ـــــ لیکن بہتر یہ ہے کہ انھیں
ہوم میں بھیج دیجیے، یہاں ان کی پورے طور پر دیکھ بھال نہیں ہو پائے گی!"

ہرہ نے کہا

"ہم دیکھ بھال کرلیں گے ڈاکٹر صاحب ـــــ میں دن بھر اور
رات ان کی پٹی سے لگی رہوں گی!"

پروین بولی

"مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے، ان کا صحیح علاج وہیں ہو سکے گا، آپ
گاڑی منگائیے اور اپنے ساتھ انھیں لیتے جائیے!"

ہرہ نے بے بسی کے ساتھ پروین کو دیکھا اور خاموش ہو گئی۔ ڈاکٹر داور دوسرے
ٹیلیفون کرنے چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد انسپکٹر شیخ نے پروین سے کہا

"اس حادثہ پر آپ کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں؟"

"اری کیا ہوا کیوں رو رہی ہے ؟"

"کیا بتاؤں ؟ سب کچھ بتا چکی، چلو دیکھ لو چل کر اپنی آنکھوں سے"

فاخرہ نے پروین سے کہا۔

"یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے آؤ!"

تینوں اشفاق کے کمرہ میں پہنچیں واقعی وہ خون میں لت پت پڑا تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر فاخرہ اور پروین کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی پروین نے جلدی سے بڑھ کر اشفاق کو ٹٹولا، اور دلاری سے کہا۔

"جلدی سے گرم پانی لاؤ"

اور فاخرہ سے بولی

"ابھی سانس چل رہی ہے میں ابتدائی مرہم پٹی کرتی ہوں، تم ٹیلیفون کر کے ڈاکٹر داور کو فوراً بلالو اور پولیس کو بھی اطلاع دو جلدی جاؤ!"

فاخرہ الٹے پاؤں واپس گئی، پروین نے اپنی ساری کا پلو پھاڑا، اور گرم پانی سے اشفاق کے زخم دھونے لگی، گردن اور سر میں گہرا زخم آیا تھا جسم کے اور بھی کئی حصوں پر خراشیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اشفاق پر اچانک حملہ ہوا لیکن اس نے آخر وقت تک مقابلہ کیا، زخم دھو کر پروین نے گدی رکھ دی اور پٹی باندھ دی، فاخرہ ٹیلیفون کر کے واپس آ چکی تھی اس نے بھی پروین کا ہاتھ بٹایا لیکن اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور یہی حالت پروین کی بھی تھی۔۔۔۔

اتنے میں ڈاکٹر داور اور انسپکٹر شیخ پہنچ گئے، سب سے پہلے ڈاکٹر داور نے مریض کا معائنہ کیا، پھر باقاعدہ مرہم پٹی کی، انھوں نے کہا، سر میں ڈیڑھ انچ گہرا

"اس سے پہلے بھی تم نے باورچی اور خدمتگار کو اِدھر آتے دیکھا تھا؟"

"جی نہیں!"

"ان دونوں بدمعاشوں کو اگر پھر دیکھو تو پہچان لوگے؟"

"پہچان لوں گا!"

پھر انھوں نے پروین سے پوچھا۔

"فیاض اور ارشاد سے تو کوئی دشمنی، اشتفاق کی نہیں تھی؟"

"بالکل نہیں ——————— اگر تھی تو مجھ سے!"

"کیوں، کس لیے؟"

"ارشاد سے خانگی نزاع چلی آرہی ہے"

اور فیاض صاحب میری ایک سہیلی کے بھائی ہیں لیکن مزاج اور رفتارِ طبیعت کے لحاظ سے اپنی بہن کی بالکل ضد ہیں، وہ میرے یہاں آتے جاتے رہتے تھے، پھر میں نے ان کا آنا جانا بند کردیا!"

"آپ کو ان دونوں میں سے کسی پر یا دونوں پر شبہ ہے؟ اس حرکت میں ان کا ہاتھ ہو سکتا، آپ کے خیال سے؟"

"ممکن ہے ہو، ممکن ہے نہ ہو، یہ آپ کا کام ہے کہ تحقیق کریں، ہے یا نہیں؟"

"ٹھیک کہتی ہیں آپ، معاملہ کافی پیچیدہ ہے لیکن میں سراغ لگا کر رہوں گا۔"

"آپ اگر مجرمین کا سراغ لگالیں گے تو ذاتی طور پر میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔"

وہ مسکرائے، انھوں نے کہا

"آپ بے فکر رہیے، پتہ چل جائے گا؟"

"میں بھی اتنا جانتی ہوں، جتنا آپ!"

"اِن سے کسی کی لڑائی تھی؟"

"بالکل نہیں، فرشتے کسی سے لڑا نہیں کرتے!"

"کوئی دشمن تھا ان کا؟"

"جو اپنے دِل میں سب کی محبت رکھتا ہو اس سے کوئی دشمنی کیا کر سکتا ہے۔ میں کیا جانوں؟"

"میں گھر کے ملازمین کا بیان لینا چاہتا ہوں؟"

پروین نے دُلاری، کلو اور گھر کے دوسرے نوکروں کو سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ دلاری نے بیان دیا، رات کے دس بجے میں کھانے کو پوچھنے اشفاق میاں کے کمرہ میں گئی، تو میں نے دیکھا وہ خون میں تر بتر زمین پر پڑے ہوئے ہیں میں بھاگی بھاگی گئی اور سرکار کو خبر کر دی اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی"!

پھر انسپکٹر صاحب دوسرے ملازمین کی طرف متوجہ ہوئے، سب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، البتہ فقیر نے بیان دیا، کئی دن ہوئے، جب میں نے فیاض میاں کے باورچی اور ارشاد میاں کے خدمتگار کو اِدھر چکر کاٹتے ہوئے دیکھا تھا، ان دونوں کے دو آدمی اور تھے مسٹنڈے مسٹنڈے قسم کے جن کے چہرے بشرے سے معلوم ہوتا تھا یہ بدمعاش ہیں، پھر میں نے باورچی اور خدمتگار کو تو نہیں دیکھا، لیکن ان دونوں بدمعاشوں کو اور بھی کئی مرتبہ وقت، بے وقت اِدھر آتے جاتے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے پایا، بس مجھے تو یہی معلوم ہے۔"

انسپکٹر نے پوچھا۔

”اتنی رات گئے کیسے تکلیف کی آپ نے؟“

”خیریت مزاج دریافت کرنے آ گیا!“

”خدا کا شکر ہے اچھی ہوں!“

یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی، اس نے کہا

”آپ نے میری خیریت معلوم کر لی بس آپ تشریف لے جا سکتے ہیں!“

نیازی مسکراتا ہوا اٹھا، اس نے کہا

”میں آپ سے ہمدردی بھی کرنے آیا تھا!“

”کیسی ہمدردی؟“

”ابھی انسپکٹر شیخ میرے گھر پر گئے تھے میں اس وقت ارشاد سے —— —— آپ تو خوب جانتی ہوں گی انھیں —— بیٹھا بعض ور گفتگو کر رہا تھا، ان سے معلوم ہوا کہ اشفاق صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے ون کی حالت نازک ہے یہ سن کر مجھے بھی بڑا صدمہ ہوا، اور ارشاد کو بھی ہم دونوں ے کیا، اس حادثہ میں آپ ہمدردی کی مستحق ہیں، وہ باہر موجود ہے —— میں گیا!“

”میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں، اور ارشاد صاحب کا بھی —— —— آپ نے دونوں فرض ادا کر لیے؟ خیریت بھی معلوم کر لی اور ہمدردی بھی اب تو شاید یہاں سے تشریف لے جانے میں آپ کو تامل نہیں ہوگا!“

”کہاں یہ خوشگوار فریضہ میں نے ادا کر لیا، اب میں جاتا ہوں!“

وہ باہر چلا گیا، اور پروین پھر اپنے کمرہ میں آ کر خاموشی کے ساتھ بستر پر بیٹھ گئی!

اتنے میں ایمبولنس کار آگئی اور ڈاکٹر داور اشفاق کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو
گئے، وہ جب مردے کی طرح گھر سے باہر لے جا کر ایمبولنس کار میں رکھا گیا تو
لگی پروین نے جلدی سے پیٹھ پھیر لی اور اپنے کمرہ میں واپس آگئی، آنسو اس کی آنکھوں
بھرے ہوئے تھے لیکن انھیں اجازت نہیں کہ گھر سے باہر قدم نکال سکیں۔

کمرہ میں واپس آکر پروین سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی، اس کی آنکھوں کے سامنے
اس وقت معصوم اور بے گناہ اشفاق کی تصویر پھر رہی تھی، وہ سوچ رہی تھی یقیناً اس
حادثہ کی تہ میں فیاض اور ارشاد کا ناپاک اتحاد کام کر رہا ہے، معلوم ہوتا ہے
کی مایوسی نے ارشاد کو اس کا دوست بنا دیا ہے، اور دونوں نے مل کر راستے
کے اس کانٹے کو ہٹانا ضروری سمجھا، ان بیوقوفوں نے یہ نہ سمجھا کہ ان کے راستے
کا کانٹا اشفاق نہیں ہے، میں خود ہوں، فرض کر لیا جائے کہ میں اشفاق سے محبت
ہوں ———— فیاض بھی سمجھتا ہے ———— لیکن
محبت شادی کے لیے نہیں ہے، میں جن مقاصد کو لے کر اپنی زندگی کا نصب العین
بنا کر اٹھی ہوں، ان ہی تکمیل اگر میرے پیش نظر ہے تو میں اس شخص سے بھی
نہیں کر سکتی، جس سے میرا دل محبت کرتا ہو، انھیں اگر حملہ کرنا تھا تو مجھ پر کرتے
مر جاتی تو شاید انھیں کچھ روپیہ مل جاتا، لیکن اشفاق کو مار کر یہ کیا کریں گے
نہ میں مل سکتی ہوں، نہ روپیہ!

یہی سوچ رہی تھی کہ دلاری نے اطلاع دی فیاض میاں آئے ہیں
کمرہ سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں گئی، وہاں فیاض پہلے سے بیٹھا ہوا تھا
کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسرت کھیل رہی تھی، پروین نے سرد مہری کے ساتھ

فیصلہ کر رہا ہے لیکن سسکیوں اور ہچکیوں سے کشمکش ہو رہی ہے، اس نے

...رہی ہے۔

...رہی ۔ ——— تھوڑی دیر کے لیے فاخرہ بھی رو نا

...سوچا بھی، وہ اس وقت اشفاق کے بارے میں نہیں، پروین کے بارے

...رہی تھی۔

...رہ رہ کر اپنے اوپر غصہ آنے لگا، میں اب تک بستر پر کروٹیں بدلتی

...رہی مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ فون پر دو لفظ خیریت کے دریافت کر

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز

اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

...ہے یہ شعر میرے ہی لیے کہا گیا ہے۔

وہ سوچنے لگی فیاض کے اس وقت یہاں آنے کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ یہ بتائے اس حادثہ کی تہ میں میرا ہاتھ ہے اور انسپکٹر صاحب کے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ انہیں میں نے جیب میں رکھ لیا، اب تم میرا کچھ نہیں کر سکتیں!

ادھر فاخرہ اپنے کمرہ میں بستر پر لیٹی ہوئی کروٹیں بدل رہی تھی کبھی کچھ سوچنے لگی تھی، سوچتے سوچتے رونا اور روتے روتے سوچنا بس یہی دو کام تھے جنھیں وہ بستر پر لیٹی ہوئی انجام دے رہی تھی۔

یہاں تک کہ رات کے دو بج گئے، وہ اب تک روئے جا رہی تھی، سوچے جا رہی تھی اتنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے پاس کے کمرہ میں کوئی ٹیلیفون کا نمبر ملا رہا ہے پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے رسیور اٹھا لیا، پھر اُس کے کان میں آواز آئی۔

"ہیلو!"

"ہیلو ہیلو!!"

"جی ہاں نرس کو بلایئے!"

"ڈاکٹر داور سو گئے، آپ اس وقت انچارج ہیں؟"

"یہ بتایئے جو نیا مریض زخمی حالت میں ڈاکٹر صاحب لائے ہیں، اس کی کیا حالت ہے؟"

"جی ہاں اس کا نام اشفاق ہے!"

"یہ رات بہت بھاری ہے؟"

پھر رسیور کے رکھنے کی اور ٹیلیفون بند کرنے کی آواز آئی۔ پھر ایسا معلوم

ہے کا فرق ؟

اصل اور نقل کا !"

خرہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا وہ سمجھی میری خاطر داریوں کی تعریف ہو

پھول کی طرح کھل گئی اس نے خیال کیا میری عنایتوں کی طرف ——

—— یہ لطیف سا اشارہ ہے وہ بولی ۔

کمرہ میں بیٹھے بیٹھے آپ پر حملہ ہوا کس طرح ؟"

اطمینان سے بیٹھا ہوا ایک ناول پڑھ رہا تھا کہ دفعتہً دو آدمی چاقو ہاتھ

ئے اندر آئے اور بغیر کچھ کہے سنے حملہ کر بیٹھے !"

خرہ بولی

دیکھ کر آپ بھاگے نہیں ؟"

بولتا جب بھی نہ بھاگتا ، لیکن میں انھیں دیکھ کہاں پایا میں تو کتاب پڑھ رہا تھا "

نے کہا

بے خودی خدا نہ کرے جان چلی جاتی تو ؟"

میں ایک چاقو سر پر ایک گردن پر پڑا ، پھر میں اٹھ بیٹھا ، اور گھبرا

بھاگ کھڑے ہوئے "

نے کہا

مردہ سمجھ کر !"

نے پوچھا ،

تھے وہ ؟"

باب ۴۲

نیا معرکہ

آج کوئی بیس روز کے بعد اشفاق نرسنگ ہوم سے واپس آیا تھا۔ زخم
ابھی تک پورے طور پر مندمل نہیں ہوئے تھے، لیکن تیزی سے مندمل ہو رہے تھ
اب وہ خطرے سے باہر ہو چکا تھا، اور صحت کی رفتار بہت زیادہ اطمینان بخش تھ
پروین اور فاخرہ کی خوشی حدِ بیان سے باہر تھی، فاخرہ کی خوشی میں بچوں کی سی بے قرا
تھی، پروین کی خوشی میں سنجیدگی اور رکھ رکھاؤ تھا، ایک وفورِ مسرت سے دیو
ہوئی جا رہی تھی، دوسری بے انتہا مسرور تھی، لیکن ضبط اور وقار کے
ساتھ۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد اشفاق، پروین اور فاخرہ تینوں باتیں کرنے
لگے، آدھی رات گذر گئی، لیکن ان کی باتیں ختم نہ ہوئیں، مدت کے بعد بچھڑے ہوئ
ملے تھے فاخرہ نے کہا

"کہیئے ہسپتال میں کیسے گذری؟"

"دیکھ لیجئے، موت سے کشتی لڑتا ہوا گیا تھا جیت کر واپس آیا ہوں!"

"بڑی خاطریں ہوتی رہی ہوں گی، وہاں تو آپ کی؟"

"کیوں نہیں، لیکن یہاں میں اور وہاں میں فرق تو بہر حال تھا!"

"مجھ بدبخت کے سبب آپ کو اتنی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا!"

"کوئی حرج نہیں مجھے اس کا افسوس نہیں، اس پر فخر ہے، آپ کی زندگی بڑی قیمتی ہے، آپ خدا کی اس مظلوم اور بے بس مخلوق کی حمایت میں جہاد کر رہی ہیں، جسے خدا کے نیک اور بڑے بندوں نے مل کر تختۂ مشقِ ستم بنا لیا ہے، آپ زندہ رہیں گی تو یہ مظلوم طبقہ زندہ رہنے کا گر سیکھ لے گا!"

فاخرہ بولی

"اور آپ؟"

"میرا کیا، نہ تین میں نہ تیرہ میں، میں کیا کسی کے کام آسکتا ہوں، جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں!"

پروین نے ایک تاثر کے عالم میں کہا

"یہ نہ کہیے، آپ کی زندگی بھی بڑی قیمتی ہے مردوں میں ایک آپ ہی کو میں نے ایسا انسان پایا، جس کے پہلو میں دل ہے، ہلاکو اور چنگیز نہیں!"

وہ مسکرایا، اس نے کہا

"آپ کے خیال میں مردوں کے سینہ میں دل کی بجائے ہلاکو اور چنگیز دھڑکا کرتے ہیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی

"میرا خیال تو یہی ہے ——— لیکن آپ ان لوگوں میں نہیں ہیں!"

فاخرہ نے کہا

"آپ دونوں کی زندگی قیمتی ہے آپ دونوں بڑے اچھے ہیں، ایک ہم ہیں

" مجھے کیا معلوم یہ تو آپ کے انسپکٹر شیخ بھی نہ بتا سکے !"

" وہ کیا بتائیں گے، ان کی مٹھی تو گرم ہو چکی ہے لیکن سب جانتے ہیں یہ حرکت فیاض اور ارشاد کی تھی "

" جی ہاں خیال تو میرا بھی یہی تھا، فیاض صاحب خواہ مخواہ مجھ سے اُلجھا کرتے تھے اور ارشاد صاحب مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیا کرتے تھے، حالانکہ ان میں سے کسی کا میں نے کچھ نہیں بگاڑا تھا !"

پروین کچھ سوچتی ہوئی بولی

" میں نے تو بگاڑا ——— میرا غصہ آپ پر اُتار اگیا ہے !"

اشفاق نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا

" اگر یہ بات ہے تو میں ہزار بار زخمی ہونے کو تیار ہوں !"

پروین کا چہرہ سُرخ اور فاخرہ کا رنگ زرد ہو گیا، پروین نے پوچھا۔

" کیوں ؟"

" آپ کی ہر بلا شوق سے میں اپنے سر لینے کو تیار ہوں، شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم !"

فاخرہ کے چہرہ کا رنگ بالکل اُڑ چکا تھا، لیکن پروین اور اشفاق نے اس کی طرف دیکھا نہیں۔

وہ شرماتے ہوئے بولی

" لیکن میں بہت نادم ہوں !"

" کس لیے !"

تھی وہ اپنے اوپر ملامت کر رہی تھی کہ پروین اور اشفاق کی گفت گو جب اپنایت
... تب کا رنگ اختیار کرتی تھی، تو میری حالت کیوں غیر ہونے لگتی تھی میرے
... کا رنگ کیوں اُڑ جاتا تھا؟

حقیقت اب شک و شبہ سے بالا ہے کہ پروین اشفاق سے محبت کرتی ہے
... کو بھی اس سے محبت کرنی چاہیے اور یقیناً وہ اس سے کرتا بھی ہے، کیا اب
... عزت اور انسانیت کا تقاضا یہی رہ گیا ہے کہ میں اشفاق جیسے نیک نیت اور
... جیسی ایک ہستی کے راستہ میں پتھر بن جاؤں؟ مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ اسی سے
... لگوں جیسے پروین چاہتی ہے؟ ہرگز نہیں، محبت دل سے نہیں نکل سکتی
... تمنائیں دل سے نکل سکتی ہیں، میں اگر اشفاق کو چاہنے سے باز نہیں آسکتی، تو
... پانے سے دست بردار ہو سکتی ہوں، اگر کہیں پروین کو معلوم ہو گیا کہ مجھے اشفاق
... محبت ہے، تو میں اُسے کیا منہ دکھاؤں گی، اگر اشفاق نے یہ بھانپ لیا
... ہے چاہتی ہوں، تو کیسا ذلیل سمجھے گا مجھے؟ اب مجھے اشفاق سے اس طرح
... ہئے جس طرح پروین کی کوئی بہن ہوتی اور ملتی، یہی سوچ کر تو میں نے دل کے
... کے باوجود اشفاق پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں جو کچھ کرتی ہوں پروین کے حکم سے
... تاکہ وہ جان لے، اس خدمت اور خاطر داری میں میرے دل کو ذرا بھی دخل
... پروین کے حکم کا نتیجہ ہے یہ سب کچھ۔

ادھر اشفاق اور پروین بھی اپنے بستروں پر لیٹے، اسی فاخرہ کے بارے میں
... تھے، اشفاق سوچ رہا تھا، میں بھی کتنا بے وقوف ہوں کہ کئی مرتبہ شبہ کر
... فاخرہ کہیں اپنی طرف مجھے مائل تو نہیں کرنا چاہتی ہے اسی لیے اس نے ذرا اشارہ دل

بے قیمت بُرے!"

اشفاق نے جواب دیا،

"کون کہتا ہے؟ کون کہہ سکتا ہے یہ، مَیں تو آپ کو مسبب الاسباب سمجھتا ہوں

پروین نے پوچھا

"وُہ کیسے؟"

"میری ہر چیز کی نگہداشت انہی نے تو اپنے ذمے رکھی ہے ——

—— مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا، کہ کپڑے میرے پاس کتنے ہیں اور کھا

مَیں نے کھایا یا نہیں!"

دونوں ہنسنے لگیں، فاخرہ نے کہا

"آپا کو دُعا دیجئے، جنھوں نے آپ کی ہر فکر اپنے ذمے رکھی ہے، مَیں تو انھیں
کے حکم سے کرتی ہوں، جو کچھ کرتی ہوں"

اشفاق نے پروین کے عالمِ آشوبِ حسن کا نظّارہ کرتے ہوئے کہا

"اتنے اچھے لوگ دُعا کے محتاج نہیں ہوتے!"

پروین اُٹھ کھڑی ہوئی، اس نے کہا

"یہ مشاعرہ اب کل کے لیے ملتوی ہوتا ہے رات زیادہ آگئی، اور ڈاکٹر کی تاکید
ہے کہ آپ کو ذرا بھی بے احتیاطی نہیں کرنی چاہیئے، چلیئے سو رہیئے!"

اشفاق اپنے کمرہ میں چلا گیا، اور فاخرہ اپنے کمرہ میں اور پروین اپنے کمرہ میں
فاخرہ اپنے کمرہ میں پہنچی، تو اسے اپنی وہ کمزوری یاد آگئی، جو کھانے کی میز پر
اس سے ظاہر ہوئی تھی، کوئی اور اس کمزوری کو نہ تاڑ سکا، لیکن وہ خُود اسے بُری طرح محسوس

"اور کسے کہہ رہی ہوں ـــــ شادی بھی تو کر لی وہ بھی ایک نہیں چار چار!"

"...ا چار چار؟ یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"کچھ جھوٹ ہے؟"

"سفید جھوٹ؟"

"اچھا لو گنو ـــــ ایک تو میں خود، تم چاہے جو کچھ کہو۔
چاہو جتنی بے وفائی کرو اور چاہے جو کچھ سمجھو، لیکن میں اپنے تئیں تمھاری بیوی ہی
سمجھتی ہوں ـــــ"

"اچھا ایک ـــــ اور؟"

"دوسری بلقیس!"

"اس سے تو میں نے شادی نہیں کی!"

"دیکھو اب مکرنا نہیں، نکاح نہیں پڑھایا، یہ سچ ہے، لیکن شادی تم نے
...ہیں کی، اس سے انکار ہے؟"

وہ مسکرایا، اس نے کہا

"مان لیا، دو ہوئیں، اور؟"

"تیسری وہ جس کا ڈولہ بھری خلقت کے سامنے اپنے گھر لائے ہو!"

"یہ تو تین ہوئیں بھئی، لیکن اب چوتھی نہیں گنوا سکتیں!"

"واہ! اور پروین؟"

"کس مُردار کا نام لے لیا تم نے ہٹو!"

"اسے چھوڑو، یہ بتاؤ تم نے اس شادی کی کوشش نہیں کی؟ اس کے پیچھے پیچھے

اشاروں اور باتوں باتوں میں اپنے دل کی کیفیت اس پر واضح کر دینی پڑی، تاکہ وہ غلط فہمی میں نہ رہے، اگر اس نے میرا یہ مقصد سمجھ لیا ہوگا، تو کتنا ذلیل اور مجبور سمجھ ہوگا، اور پروین سوچ رہی تھی، فاخرہ کا دل کتنا نیک اور صاف ہے، آخر اس کی ضرورت ہی کیا تھی، کہ یہ سب خاطر داریاں میرے اشارہ سے ہوتی ہیں، ایسے اس اعلان سے اشفاق غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتا، وہ جانتا ہے، میں کسی سے محبت نہیں کرتی، اس سے محبت کرتی ہوں، یہ صرف مجھے معلوم ہے، اور میری محبت اتنی بے خطر ہے کہ اگر اشفاق کیا ساری دنیا بھی اسے جان لے، تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، کیونکہ میری محبت طلب و تقاضا سے بے نیاز ہے، وہ کچھ مانگتی نہیں صرف اپنی ہستی قائم رکھنا چاہتی ہے اور مجھے اس حد تک کوئی اعتراض نہیں میں ان کی بن گئی، لیکن اسے اپنا نہیں بنانا چاہتی، دل جلتا ہے جلے، رہا بے چین ہوتا ہے، ہو، سینہ میں آگ بھڑکتی ہے، بھڑکا کرے، اس آگ کی لپٹ سینہ سے باہر نہیں نکل سکتی، یہ بے چینی میرے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکتا، یہ جلن صرف میں محسوس کر سکتی ہوں اور کوئی نہیں —— پھر بھی فاخرہ کو ایسی باتیں کرنا نہیں چاہیئیں، کسی وقت اسے سمجھا دوں گی کہ ہر بات اس قابل نہیں ہوتی کہ منہ سے نکال دی جائے۔

اور عین اسی وقت جب فاخرہ پروین اور اشفاق دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے اپنے مستقبل سے غافل اور حال میں مست تھے، ارشاد سے فیروزہ کہہ رہی تھی

"جب سے گئے گئے، آج آئے ہو بے مروت، بے وفا!"

"یہ مجھ سے کہہ رہی ہو؟"

"ارے نہیں بھئی، کچھ ضروری باتیں کرنا تھیں!"

"تو یہ رات ہے کس لیے؟ باتیں کرنے کو منع کس نے کیا ہے، اور یہ باتیں
ہی کر رہے ہو، تو کیا کر رہے ہو، تم بھی اللہ قسم بس یونہی ہو، ہاں!"

ارشاد نے سنجیدہ لہجہ میں کہا

"فیروزہ!"

وہ قریب آ کر اپنا کان منہ کے پاس لے گئی۔

"انڈیل دو اس میں ساری باتیں ——— کہتے کیوں نہیں؟"

وہ اسی سنجیدہ لہجہ میں بولا۔

"میرا آج کا آنا دوسری قسم کا آنا ہے!"

"اوئی میرے اللہ، یہ دوسری اور پہلی قسم کا آنا میں نہیں سمجھی!"

"میں اس وقت سوداگر بن کر آیا ہوں، روپیہ خرچ کرو اور اشرفیاں لو!"

"وہ کیسے؟"

"حالات پھر پلٹ رہے ہیں۔"

"تو صاف کہو نا!"

"پرانی جائداد پھر ہاتھ آ رہی ہے!"

اس نے سرد مہری سے کہا

"میں کیا کروں؟"

"میں چاہتا ہوں اسے تم لے لو!"

"مول لے لوں، بک رہی ہے؟"

نہیں دوڑے؟ اسے شیشہ میں اُتارنے کے لیے زمین و آسمان ایک نہیں کر دیئے؟ دوسری بات ہے وہ راضی نہیں ہوئی، ورنہ تم تو سہرا باندھ کر پہنچ ہی گئے تھے۔ اس کے ہاں!"

"اچھا بھئی مان لیا، جھگڑا ختم کرو!"

"ختم کر دیا، اب یہ بتاؤ، تم یہاں آ کیسے گئے آج؟"

"آ گیا؟"

"بیگم صاحبہ کو اس غیر حاضری کا کیا جواب دو گے؟"

"کچھ نہیں!"

"اگر انھوں نے پوچھا، رات بھر کہاں رہے تو کیا جواب دو گے؟"

"سارا گھر جانتا ہے، اگر میں رات کو غائب ہوتا ہوں تو فیروزہ کے سوا اپنا ٹھین کسی کو نہیں بتاتا!"

"اور اگر اُنھوں نے مارا تو؟"

"کسے؟"

"تمھیں اور کسے؟"

"کچھ پاگل ہوئی ہو؛ میری بیوی مجھے مارے گی؟"

"پٹنے کے کام کرو گے تو مارے گی کیوں نہیں؟"

ارشاد نے عاجز آ کر کہا

"لاحول ولاقوۃ، تم نے وہ ساری باتیں بھلا دیں جنھیں میں سوچ کر آیا تھا!"

"جو سوچ کے آتے ہو ہمیشہ وہ کر کے جاتے ہو، بھول لیں گے اور یہ کوئی اور بات نہیں؟"

...نہیں جاتی بھاڑ میں جائے ایسی جائداد نہیں مانتے تو کرو مقدمہ، ہیں کیا

...تو؟

...رف یہ کرو کہ مقدمہ کے مصارف اپنے ذمہ سے لو!"

...یہ کیوں؟

...ت رسول نصیب نہ ہو، اگر تم سے دھوکہ کروں آدھی جائداد تمہاری!"

...سوئی ہوئی غیرت ذرہ پھر جاگنے لگی؛ اس نے ایک پھریری لیتے ہوئے کہا

...خدا بچائے ایسی جائداد سے، میرے پاس اللہ کا دیا، مالِ حرام کچھ کم

...ادی کروں!"

...دولت چاہے جتنی زیادہ ہو، ہمیشہ یہی جی چاہتا ہے کہ اور بڑھے!"

...تو بڑھاؤ خدا مبارک کرے!"

...لیکن یہ کام تمہاری مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا، روپیہ چاہیئے!"

...اپنا روپیہ کیوں نہیں لگاتے؟"

...ہے کہاں؟

...بیوی کے پاس؟"

...اس سے میں مانگنا نہیں چاہتا، نہ وہ دے گی!"

...میں دوں گی؟ اتنی بھولی بھالی تو نہیں ہوں!"

...انکار کی وجہ؟

...بگڑتے ہوئے کہا

...کیوں کسی کی تباہی میں حصہ لوں؟"

" ہاں وہ بھی نہایت سستی !"

" کس طرح ؟"

" میں نے ایک جعلی دستاویز تیار کرائی ہے، اس پر مسعود میاں کے دستخ
اس دستاویز کی رو سے جائداد پر پروین کا ذرا بھی حق نہیں ہے۔ اختری خا
گے دونوں بچوں کا حق ہے !"

" پھر اختری خانم زندہ ہو گئیں ؟"

" اُونھ وہ مری کب تھیں !"

" لیکن وہ تو ہار چکی ہیں مقدمہ !"

" ہارا ہوا مقدمہ بھی جیتا جا سکتا ہے، اگر ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے !"

اس نے ذرا خفگی کے لہجہ میں پوچھا

" آخر تم چاہتے کیا ہو ؟"

" میں نے اپنے دوست فیاض کو آگے بڑھایا ہے، وہ بڑا یار باش آ
ہے تمام حکام اُس کی مٹھی میں ہیں"

" پھر ؟"

" اس مرتبہ ہار نہیں ہو سکتی، ضرور جیت جائیں گے ہم !"

" میں کہتی ہوں آخر تم پروین کے ہاتھ دھو کے پیچھے کیوں پڑے ہو ؟"

" جائداد کے لیے !"

" تمہاری نئی بیوی بھی تو بڑی دولت مند ہیں ؟"

" لیکن میں تو نہیں ہوں !"

...کام تمام ہوگیا، لیکن ایسے بے غیرت مرتے بھی تو نہیں، ہسپتال میں پندرہ
...رہا، اور لوٹ پوٹ کر اچھا ہوگیا، اب دندنا رہا ہے!"

"...کوئی چمار ہے؟"

"...بھی مہمل بات، چمار کیوں ہوتا؟"

"...پروین اگر اس سے محبت کرے اور شادی کرے تو تم کیوں جلتے ہو؟"

"ان باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ مقدمہ کے مصارف دوگی یا نہیں؟"

"ہرگز نہیں!"

"...یہ آخری جواب ہے؟"

"بالکل آخری!"

"...میں مایوس ہوجاؤں؟"

"...آخری جواب کے بعد میں کچھ نہیں کہنا چاہتی!"

"...اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے تمہارے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو
...گے!"

"...ہوجائیں، بلکہ سچ پوچھو تو ہوگئے ہیں، میں فیصلہ کر چکی ہوں —— جو
...رہی ہوں، میری عاقبت بگاڑنے کے لیے وہی بہت ہے، اس سے
...ضرورت نہیں، میں ہرگز پروین کے خلاف تمہاری مدد نہیں کرسکتی!"

"...جاتا ہوں!"

...تمہارے —— پہلے جب تم گئے تھے تو اس گھر کا، اور میرے
...انتظار میں ہر وقت کھلا رہتا تھا، آج سے یہ دونوں دروازے

"اپنے بننے کے لیے ؟"

"بھاڑ میں جائے ایسا بننا، میں باز آئی !"

"میرے بننے کے لیے !"

"تمھیں میں دس نہیں پندرہ ہزار دے دوں لیکن اس کام کے لیے ایک پائی بھی نہیں دے سکتی، سن لو کان کھول کے !"

"سوچ لو فیروزہ، تم کیا کہہ رہی ہو ؟"

"خوب سوچ لیا !"

"تم اپنی ضد سے میری زندگی برباد کر رہی ہو ؟"

"میں تو نہیں، تم اپنی ضد سے ایک بے گناہ کو برباد کرنے کی تیاریاں کر رہے ہو اس نے تمھارا کیا بگاڑا ہے ؟"

"اس نے خاندان کی ناک کٹا دی !"

"تم سے شادی نہ کر کے ؟"

"فریدہ کو پال کے، اشفاق سے محبت کر کے !"

"اشفاق کون ؟"

"منیجر ہے اس کا ———— میں نے بھی وہ مزہ چکھایا ہے کہ یاد کرے گا، اُلّو کا پٹھا عمر بھر !"

"کیا مزہ چکھایا ہے تم نے ذرا بتاؤ تو ؟"

"دو بدمعاشوں کو مسلط کر دیا، ایک روز ان دونوں نے گھس کر جو چھری اور چاقو سے تواضع کی ہے، تو حضرت کی جان کے لالے پڑ گئے، وہ دونوں تو یہی سمجھے

...کے ساتھ اپنے نازک ہاتھوں پر روک لیا

...ہو بھی !

...

...ذرا دُور سے آج مجھے ان باتوں میں کچھ مزہ نہیں آرہا ہے"

...رت ہو گئی ہے مجھ سے ؟"

...تم سے نہیں ہر مرد سے !"

...دل سے اپنی دکان اُٹھا دو گی ؟"

...سودا دشمن کے ہاتھ بھی بیچا جاتا ہے !"

...ات ہے ——— اچھا میں جاتا ہوں ، اب اس روز

...جس دن پروین کی بوٹی میرے ہاتھ میں ہو گی ؟"

...ب مجھ سے کسی دن ملنے کی ضرورت نہیں ؟"

...نہیں تو مجھے ہے !"

...اچھا تو جا رہا لینا !"

...اس دن تمھاری گفتگو کا یہ انداز نہیں ہو گا !"

...سر رکھ دوں گی تمھارے قدموں پر ؟"

...نہیں تمھاری وہ ساری بہنیں جو دکان کھول کر بیٹھی ہیں میرے قدموں پر سر

... ——— ان کے سر میں اپنے سینہ سے لگا دوں گا لیکن تمھارے سر پر ٹھوکر لگا دوں گا"

...خدا وہ دن تو لائے !"

...اُستاد نے کچھ جواب نہیں دیا ، خفگی اور غصّہ کے عالم میں باہر نکل گیا

ہمیشہ کے لیے بند ہوتے ہیں!"

"فیروزہ فیروزہ ——————"

"معاف کرو، بھرپایا، میں اب کچھ نہیں سننا چاہتی!"

"تم ایک چڑیل کے بیسے مجھے چھوڑے دے رہی ہو؟"

"کاش! ہندوستان کی ہر عورت ایسی ہی چڑیل بن جائے، اور خدا کرے کوئی مرد تمھارا ایسا نیک نہ بنے!"

"پھر تم حد سے بڑھنے لگیں!"

"اس کی سزا گفتگو نہیں ہے ترک تعلق ہے، وہ تم دے چکے میں لے چکی!"

ارشاد کو صورت حال کی نزاکت کا احساس ہوگیا، اس نے کہا

"میں نے تو یونہی ایک بات کی تھی!"

"لیکن میں نے جو کچھ کہا وہ یونہی نہیں کہا، سوچ سمجھ کر کہا ہے!"

"تمھیں کیا ہوگیا ہے فیروزہ، میری طرف دیکھو!"

"بہت دیکھ لیا، اب دیکھنے کی ہوس نہیں رہی!"

"تم روپیہ نہ دو، لیکن ایسی اکھڑی اکھڑی باتیں نہ کرو!"

یہ کہہ کر ارشاد فیروزہ کی طرف درازدستی کی نیت سے بڑھا، وہ جانتا تھا یہ انجھر کبھی ناکام نہیں ہوا، وہ میری بھوکی ہے، مجھ سے محبت کرتی ہے، مرتی ہے مجھ پر، میں اس کی طرف بڑھوں، تو وہ مجھے جھٹک نہیں سکتی، جس طرح پیاسا گلاس کی طرف لپکتا ہے وہ میری طرف لپکنے پر مجبور ہے، لیکن آج یہ آزمایا ہوا نسخہ بھی ناکام ہوا، ارشاد رندانہ ولولہ کے ساتھ آگے بڑھا۔ اور فیروزہ نے

گردن جھکا لیتی تھی، پہلے یہ نوکر اس کے ایک اشارے پر کام کو موجود رہتے تھے
بار بار بلائے جاتے ہیں لیکن سنی کی ان سُنی کر دیتے ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتی
بات نہیں تھی، کہ وہ منصور یا ارشاد کے ٹکڑوں پر پڑی ہو، اس کی ماں کا جائداد میں
حصہ تھا وہ اپنے حق کا کھاتی تھی، لیکن حق پر بھی اگر کوئی ناحق قبضہ کر لے تو حق
والا منہ تکتا رہ جاتا ہے اور کچھ نہیں کر پاتا۔

ادھر چند روز سے بلقیس کی طبیعت بہت خراب تھی، یوں تو جب سے ارشاد
سے شادی ہوئی تھی وہ مغموم اور ملول ہی رہتی تھی، لیکن کچھ عرصہ سے وہ صاحبِ فراش
ہو گئی تھی، ہر وقت چکر آیا کرتے تھے، پیٹ میں عجیب ہولناک قسم کا درد ہوا کرتا
تھا بعض دفعہ تو اس کی جان پر بن جاتی تھی، ہر قسم کے چورن کھائے اور دوائیں
استعمال کر ڈالیں لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آج جب اس کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو رضیہ بیگم نے منصور سے کہا
"بھیا بلقیس کو نہ جانے کیا روگ ہو گیا ہے طبیعت ہے کہ گرتی جا رہی ہے
مرض ہے کہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، میری پلی پلائی جوان جہان لڑکی کہیں روٹھ کر چل نہ
دے اس دنیا سے اپنی اولاد کا صدقہ کسی لیڈی ڈاکٹر کو بلا دو ——— !

وہ اس وقت مرزا بدھن کے یہاں جا رہا تھا، یہ مداخلت ناگوار معلوم ہوئی
اس نے کہا

"لیڈی ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے حکیم بشیر کا علاج کافی ہے !"
رضیہ بیگم پھر رحم کی اپیل کرنے والی تھیں کہ خادمہ آئی، اس نے کہا
"دلہن بیٹیا کہتی ہیں، کئی دن سے نزلہ زکام ہے، پہلے مس ڈاکٹرنی کو بلا دیجیے"

باب ۴۲

چوراہے پر

جس گھر میں رضیہ کا چراغ جلتا تھا، اور بلقیس حکومت کرتی تھی، وہاں اب یہ دونوں اجنبی مسافر کی طرح رو رہی تھیں، اب ارشاد کی دلہن کی حکومت تھی، اسی کا سکہ چلتا تھا، اسی کا حکم مانا جاتا تھا، یہ نئی بیوی امیر باپ کی بیٹی تھی، سب اس سے ڈرتے تھے سب اس کا لحاظ کرتے تھے، منصور تک کی سٹی اس کے سامنے گم ہو جایا کرتی تھی، ارشاد اپنی رند مشربی آوارہ گردی میں چاہے جتنا وقت ضائع کرے، یہ دوسری بات تھی لیکن گھر میں قدم رکھنے کے بعد اس کی حیثیت بیوی کے سامنے بندہ کمترین سے زیادہ نہیں رہ جاتی تھی۔

رضیہ اور بلقیس یہ سارے مناظر دیکھتی تھیں اور دم بخود تھیں، رضیہ تو اب صبر شکر کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی، غم کو سہہ لینے کی عادت اس نے ڈال لی تھی بلقیس اگرچہ خاموش تھی، لیکن اس کا دل اندر سے برابر سلگتا رہتا تھا، ایک خلش سی ہر وقت محسوس ہوا کرتی تھی، وہ ارشاد کو دیکھتی تھی اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتی تھی، یہ وہی ارشاد تھا جو کبھی اس کا بندۂ بے دام بنا ہوا تھا، لیکن اب بات بھی نہیں پوچھتا، وہ اس کی دلہن کو دیکھتی تھی اور دل پکڑ کر رہ جاتی تھی۔ یہ وہ عورت تھی جس نے اس کے تختِ حکومت پر قبضہ کر لیا تھا، وہ گھر کی نوکرانیوں اور نوکروں کو دیکھتی تھی

مس صاحبہ کے ساتھ دلہن بھی اپنی بلندی سے بلقیس کے ڈھونگ کا تماشہ دیکھنے نیچے اُتریں، وہ واقعی اب تک بے ہوش پڑی تھی اور ایک عجیب کرب کا اظہار اس کے چہرہ سے ہو رہا تھا۔ مس صاحبہ نے خوب اچھی طرح بلقیس کا معائنہ کیا پھر سب کو باہر بھیج کر تنہائی میں معائنہ کیا، پھر سب کو اندر بلا کر کہا۔

"چار مہینہ کا حمل ہے!"

"حمل؟" ——— رضیہ بیگم کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"چار مہینہ کا حمل!" ——— دلہن نے شرم کو بالائے طاق رکھ کر پوچھا۔

جتنی خادمائیں کھڑی تھیں انھوں نے دانتوں تلے انگلی داب لی، اور آپس میں کہنے لگیں، یہ اندھیر دیکھو، سب خاموش ہوگئے، آخر اس پر اسرار سکوت کو مس صاحبہ کی جنبش لب سے توڑا، انھوں نے کہا

"لیکن بچہ پیٹ ہی میں مر چکا ہے!"

یہ خوشخبری دلہن نے سنی، اور رضیہ بیگم کی طرف دیکھ کر مس صاحبہ سے کہا

"ہا بیچاری، اپنے نواسے کی ولادت پر مبارکباد بھی نہ لینے پائی تھیں کہ موت کی خبر سن لی، حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے"

مس صاحبہ نے دُلہن کے گال میں چٹکی لی، اور کہا

"چُپ بھی رہو!"

پھر رضیہ بیگم سے بولیں۔

"اس کا علاج آپریشن کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ بھی فوراً ورنہ زچہ کی خیر نہیں!"

رضیہ بیگم سوچنے لگیں ایسی ننگِ خاندان لڑکی کا مر جانا ہی اچھا ہے مر جائے تو

پھر کہیں جائیے"!

منصور نے اچکن پہنتے پہنتے بہن سے کہا

" ابھی دلہن کو دیکھنے مس پریرا آئیں گی بلقیس کو بھی دکھا دینا"!

وہ چلے گئے اور تھوڑی دیر میں مس پریرا، اونچی ایڑی کا جوتا پہنے ہاتھ میں ایک خولصورت سا بیگ لیے کھٹ کھٹ کرتی اور دلہن کے کمرہ میں چلی گئیں یہ مس پریرا دلہن کی پرانی دوست تھیں، چھینک بھی آجاتی تھی تو بھی بلائی جاتی تھیں دلہن نے اپنی بیوگی کے زمانہ میں جو کھیل کھیلا تھا، اس میں رلیفری کے فرائض انھیں نے انجام دیئے تھے۔

نسخہ لکھنے کے بعد وہ دلہن سے ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھیں، کہ رضیہ بیگم گھبرائی ہوئی پہنچیں انھوں نے کہا

" بلو بے ہوش پڑی ہوئی ہے، چلو بیٹی ذرا دیکھ لو اسے چل کر"!

مس صاحبہ نے اجازت طلب نظروں سے دلہن کی طرف دیکھا لیکن تائید کا اشارہ نہ پاکر، سرد مہری سے بولیں۔

" مجھے مطب جانے کی دیر ہو رہی ہے پھر کسی وقت آجاؤں گی"!

رضیہ بیگم نے روتے روتے کہا

" جو تیری فیس ہوگی، اس کی ڈبل میں دے دوں گی بیٹی، لیکن ذرا چل کے دیکھ لے میری بلو کو وہ بے ہوش پڑی ہے"!

ڈبل فیس کا نام سنکر مس صاحبہ فوراً پسیج گئیں! انھوں نے کہا

" چلیئے"!

جائے گا!"

ڈاکٹر داور نے مس پریرا سے کہا۔

"چلیئے ———— اور جاکر کوئی مس بھیج دیجئے، دوچار روز
...نگ کی ضرورت رہے گی، ورنہ مریضہ کا بچنا مشکل ہوجائے گا!"

"ابھی بھیج دوں گی چلیئے!"

دونوں چلے گئے، مجمع بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا، تھوڑی دیر کے بعد منصور اور
شنادائے، انھوں نے جو یہ مجمع دیکھا تو سیدھے اسی طرف آگئے، ایک عجیب
...ت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا، در و دیوار پر، منصور نے رضیہ سے پوچھا،

"بلقیس کی طبیعت کیسی ہے"

دلہن کے اشارہ پر ایک ملازمہ بولی

"وہ تو بچ گئیں، لیکن بچہ مر گیا!"

منصور نے سراپا حیرت بن کر کہا

"بچہ؟ کس کا بچہ؟ کیسا بچہ؟ یہ کیا بک رہی ہے تو؟"

اس نے کہا

"بلو بٹیا کا بچہ، اور کس کا، ابھی تو ڈاکٹر صاحب آپریشن کر کے گئے ہیں!"

"خیر! میں یہ کیا سن رہا ہوں؟"

رضیہ بیگم میں جواب دینے کی سکت کہاں تھی، انھوں نے بھائی کی طرف دیکھا
بیہوش ہو کر گر پڑیں، انھیں بھی اٹھا کر احتیاط سے بلقیس کے قریب ایک دوسری
پلنگ پر لٹا دیا گیا، اور حاضر الوقت خواتین سے چند نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے

باپ کٹے، لیکن دلہن کے دل میں ہمدردی چٹکیاں لے رہی تھی، وہ چاہتی تھی بلقیس زندہ رہے تاکہ زندگی میں بار بار بلکہ روز روز اسے طعنے دے کر نئی موت مارا جائے، یہ مرنا کیا کہ ایک دفعہ مر گئی اور سارا قصہ ختم ہو گیا، اس نے کہا

"تو کیجیے آپریشن!"

"نا بابا، ایسا سیریس کیس میں اکیلی ہاتھ میں نہیں لے سکتی، ڈاکٹر داور کو بلاؤ۔"

فوراً ڈاکٹر داور بلائے گئے وہ اس خاندان کے پرانے جاننے والوں میں تھے سب سے اچھی طرح واقف تھے، پروین کے فیملی ڈاکٹر اب تک وہی تھے، یہاں اگر یہ عجیب و غریب کیس جو انھوں نے دیکھا تو دنگ رہ گئے، لیکن ان کا کام مریض کی جان بچانا تھا، اس کے کردار سے انھیں کوئی تعلق نہیں تھا، یہ لوگ پھر کمرہ سے نکال دیئے گئے، مس صاحبہ اور ڈاکٹر صاحب نے چمٹا اور چاقو لے کر مرا ہوا بچہ پیٹ کے بل سے نکال ہی لیا، تھوڑی دیر میں پھر سب لوگوں کو اندر آنے کی اجازت مل گئی، بلقیس جاں بلب تھی، لیکن اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا، ادھ کچرے بچے کی لاش سے سب چمٹے ہوئے تھے، ہمدردی اور محبت کے جذبہ سے نہیں، تماشہ پسندی اور عجائبات پرستی کے جذبہ سے، جیسے نمائش میں کوئی عجیب و غریب چیز رکھی ہو، اور خلقت اسے دیکھنے کے لیے ٹوٹی پڑ رہی ہو، یہ سب آپس میں رائے زنی بھی کرتی جا رہی تھیں، رضیہ کے کاٹو تو لہو نہیں بدن میں، خاموش اور دم بخود کھڑی تھیں صاف معلوم ہو رہا تھا، اگر اس وقت کسی طرح زمین پھٹ جائے تو بڑے شوق سے اس میں سما جائیں گی، زمین تو نہیں پھٹی آسمان پھٹ پڑا، بیچاری پر رہی سہی کسر دلہن نے پوری کر دی۔

"زیادہ رنج نہ کیجیے، خدا بلقیس کو سلامت رکھے اس مرحوم بچہ کا نعم البدل پھر

استغفر اللہ!"

معلوم نہیں یہ کھیل کہاں کھیلا گیا ہے، لیکن بدنام گھر ہی کے لوگ ہوں گے کوئی
ل ماجرہ تو پوچھنے آئے گا نہیں، سب کہیں گے، گھر کے کسی آدمی سے پھنسی
گی!

گھر میں تمھارے سوا کون ہے؟"

کیوں؟ سلارو نہیں ہے، جمن نہیں ہے، غفور نہیں ہے، یہ سب آخر کس مرض
ا ہیں؟

یہ نوکر ہیں!"

تو اس سے کیا ہوتا ہے اور سچ پوچھیے تو ادھمائی ہوئی لڑکیاں نوکروں ہی سے
بے تکلف ہوتی ہیں، میں نے کئی بار دیکھا، جمن اور سلارو سے بلقیس ہنس ہنس کے
یا کرتی تھی۔ ——— خدا نے مجھے بال بال بچا لیا، اگر کہیں شادی
ی اور پھر یہ معاملہ کھلتا، تو میں خودکشی کیے بغیر نہ رہتا!"

میرا تو اب بھی یہی جی چاہ رہا ہے کہ خودکشی کر لوں!"

ایسی بات آپ کیوں سوچتے ہیں، علاج تو ہے!"

کیا علاج؟"

دو چار روز میں ماں بیٹی کو گھر سے چلتا کر دیجیے، نہ رہے گا بانس، نہ بجے
نسری!"

لیکن چلتا کیسے کر دوں، گھر صرف میرا ہی تو نہیں ہے!"

اس سے کیا ہوتا ہے!"

منہ پر مارنا شروع کر دیئے۔

منصور نے دلہن سے کہا

"بیٹا تم اس ناپاک جگہ کیوں آئیں، چلو اپنے کمرہ میں!"

پاکدامن دلہن سہم کر اُدھر چلی گئی، اس وقت اسے اپنا پرانا زمانہ یاد آرہا تھا۔ جب ایسی ہی مصیبت میں وہ گرفتار ہوئی تھی، لیکن خدا نے رسوا ہونے سے بچا لیا اور اندر ہی اندر ایک بے گناہ کو مار ڈالا گیا، اور ایک گنہگار بچ گیا، وہ اب تک زندہ ہے اور اس کا بچہ جو اب سال بھر کا ہوتا، جنت میں ماں کا انتظار کر رہا ہے کہ وہ آئے تو دامن پکڑ کر روک لے اور اسے جہنم میں نہ جانے دے۔

منصور نے ارشاد سے کہا

"یہاں کیا کھڑے ہو چلو ——— دیکھ لیا تم نے؟ اب کیا کسر رہ گئی ہے ناک کے کٹنے میں!"

"کچھ نہیں وہ تو کٹ ہی گئی!"

"میں تو پروین کو رو رہا تھا، یہاں دوسرا گل کھل گیا"

"کیا عرض کروں؟"

"تم کیا عرض کرو گے ——— میں کہتا ہوں، کہیں یہ پاپ کی خبر چھپ سکتی ہے؟ سب کے سامنے گردن جھک گئی ہماری!"

"میرا تو جی چاہتا ہے گھر سے نکلنا چھوڑ دوں!"

"میں کہتا ہوں آخر اس بلجنس کی بچی کو کھیل کھیلنے کا موقعہ کیسے اور کہاں مل گیا!"

"یہ نہ کہیئے، جو ینده یابنده!"

"آخر یہ شرارت ہے کس کی؟"

سامنے میز پر، ارشاد کی تصویر رکھی تھی، وہ اس کی طرف دیکھنے لگی ماں نے پوچھا،

"ارشاد کی؟"

اس نے تائید میں گردن ہلائی، اور پھر رونے لگی، روتے روتے وہ لپک

کر بستر سے اٹھی، ماں نے اسے روکا اور پوچھا۔

"کہاں جا رہی ہے بیٹی؟"

"اُس کا گلا گھونٹنے!"

"کس کا؟ ارشاد کا؟"

"ہاں!"

"وہ تیرا گلا گھونٹ دے گا!"

"میرے کمزور ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے کہ اُس پاپی اور لٹیرے کا گلا گھونٹ

...نے مجھے سبز باغ دکھائے، اسی نے شادی کا جال بچھایا، اس نے محبت

...ہی اسی نے مجھے بہلایا پھسلایا اور غارت کر دیا، میں اُسے مار ڈالوں گی اور

...پر چڑھ جاؤں گی، مجھے جانے دو، نہ روکو، میں جاؤں گی، ضرور جاؤں گی

———————!"

...تے کہتے وہ نڈھال ہو کر چارپائی پر گر پڑی، ماں نے روتے روتے کہا

...دل سے نکال بیٹیا، تو عورت ہے، وہ مرد ہے"

...میں جواب دینے کی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی، اس کی سانس زور زور

...آنکھوں سے آنسوؤں کی ندی بہ رہی تھی، لیکن اس وقت ارشاد باپ کے

"ابھی سے تو سب کچھ ہوتا ہے بٹیا!"

"جی نہیں، رضیہ پھوپھی کو جہاں عزت اور غیرت کا واسطہ دلایا گیا، اسی طرح غائب ہوں گی، جیسے گدھے کے سر سے سینگ!"

"شاید!"

"شاید کیا، یہ تو ہو کر رہے گا، لیکن ذرا احتیاط کی ضرورت ہے؟"

"احتیاط کیسی؟"

"میرا مطلب ہے، بجائے اس کے کہ غصہ کر کے نکالا جائے، سمجھایا اس طرح جائے کہ وہ خود راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں!"

"دیکھا جائے گا میری تو عقل اس وقت خبط ہے؟"

کئی دن گذر گئے، رضیہ اور بلقیس سے گھر میں اچھوتوں کا سا برتاؤ ہو رہا تھا کھانا، پانی کمرہ میں پہنچ جاتا تھا، باہر نکلنے کی نہ اجازت تھی نہ ہمت جب بلقیس میں ذرا سکت آئی، تو اس نے روتے روتے ماں کی طرف دیکھا، اس حادثہ کا رضیہ بیگم کو بڑا قلق تھا، ان کی ناک چوٹی پر جیسے کٹ گئی تھی، وہ بلقیس کو بڑا پارسا اور نیک سمجھتی تھی، لیکن نکلی وہ باپ کی گٹھری، بیٹی کی اس رسوا کن حرکت نے اس کے دل میں نفرت اور غصہ کی آگ بھر دی تھی، لیکن اس وقت اس کی بے بسی کے آنسوؤں نے وہ بھڑکتی ہوئی آگ بجھا دی، وہ خود بھی اس کے ساتھ رونے لگیں، دور بیٹھیں تھیں قریب آگئیں اور بولیں۔

بلقیس نے ماتھے کی طرف اشارہ کیا کہ قسمت کا لکھا ہوا پورا ہوا، اور پھر لہک لہک کر رونے لگی ماں نے اپنے دوپٹہ سے اس کے آنسو پونچھے اور کہا

سکتا تھا؟ وہ غصہ سے بے قابو ہو کر کھڑا ہو گیا، اس نے کہا

"یہ کیا بیہودگی ہے؟"

نفیس میں نہ جانے کہاں سے طاقت آگئی تھی وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی، اس نے کہا

"بیہودگی نہیں، ایک کمینے اور ذلیل شخص کی سزا ہے!"

صورت حال کی نزاکت ارشاد کی سمجھ میں آگئی، وہ شیرِ غرّاں سے بھیگی بلّی بن گیا

گیا

"ہمدردی کرنے آیا تھا!"

"ہمدردی کرنے یا زخموں پر نمک چھڑکنے؟"

"میرا مقصد یہ تھا کہ ذرا طوفان دب جائے تو پھر آ جانا، گھر تمھارا ہے تمھیں

کون روک سکتا ہے؟"

"یہ سوال بعد میں ہو گا، مجھے یہاں رہنے سے کون روک سکتا ہے؟ ذرا

میں بھی تو سنوں؟"

"نہیں، میں تو صرف طوفان ——————"

"کس کو، طوفان سے ڈرو تم، میں نہیں ڈرتی طوفانوں سے، تم سے بڑا طوفان

کون؟ جب میں نے اسے سہہ لیا، تو اب پھر کسی طوفان کے نام سے میرے

دل میں دہشت نہیں پیدا ہوتی۔"

"بدنامی اور رسوائی کے خیال سے ——————"

"بدنامی، کس کی رسوائی؟ میں ان دھمکیوں میں بھی آنے والی نہیں، جو مجھے

دی جا رہی ہیں، چاہیے کہ تمھارا منہ نوچ لیں، جو مجھے رسوا کرتے ہیں، ان کا

مشورہ سے رضیہ بیگم کو سمجھانے آیا، کہ وہ اس گھر کو، اس شہر کو چھوڑ دیں کہیں اور
جائیں جا کر، ان کے حِصہ کی آمدنی برابر اِن کے پاس پوری پابندی کے ساتھ
رہے گی:

ارشاد جب کمرہ میں پہنچا تو اس کی آنکھیں بلقیس سے چار ہوئیں، لیکن فو
جُھک گئیں وہ کرسی کھینچ کر رضیہ بیگم کے پاس بیٹھ گیا اور بڑے نرم لہجہ میں ان سے
" اب کیا حالت ہے اُن کی؟"

جواب ملا ایک ٹھنڈی آہ کے ساتھ۔

" تمھیں جو کچھ کرنا تھا تم نے کر لیا، اب حال کیا پوچھتے ہو اس بدقسمت کا
ارشاد سمجھ گیا ارشارہ کس طرف ہے اس نے بات کا پہلو بدلتے ہوئے
" پھوپھی اس وقت سب سے اہم سوال یہ ہے کہ رسوائی اور ذلت کے اس
کو کیوں کر دُور کیا جائے، جس نے ہمارے گھر کی چار دیواری کو گھیر لیا ہے ——
—— مَیں آپ کا خادم ہوں مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے تو اٹھایئے
میرا سر حاضر ہے مَیں ہر قسم کی تلافی کرنے پر آمادہ ہوں، لیکن فی الحال مناسب
کہ آپ اور بلقیس اگر اس گھر کو، اس شہر کو چھوڑ دیں، آپ کے حِصہ کی آمدنی برابر آپ
پہنچتی رہے گی، بلکہ اگر کچھ زیادہ کی بھی ضرورت ہو گی، تو مَیں اور ابا آپ کی خدمت
سے باہر نہیں ہیں!"

رضیہ بیگم واقعی بدنامی اور رسوائی سے بہت ڈرتی تھیں بادل نخواستہ
اس تجویز پر صاد کرنے والی تھیں کہ تڑاق کی آواز ان کے کان میں آئی، بلقیس کے
کی اونچی ایڑی ارشاد کے گال کو چومتی ہوئی پھر اپنی جگہ پہنچ چکی تھی، اس توہین کو بھلا

"یہ میرا بھیجا ہُوا آیا تھا، تم نے کیا جواب دیا، جاؤ گی یہاں سے یا نہیں ؟"

"ہرگز نہیں !"

"تمہیں جانا پڑے گا !"

"مجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بھیج سکتی !"

"یہاں رہنے میں رسوائی اور ذلت ہے !"

"کس کی ؟"

"تمہاری !"

"اور اس ڈاکو کی ؟"

"کون ڈاکو ؟ ارشاد ؟"

"جی ہاں !"

"اس نے کیا کیا ہے ؟"

"میں نے کیا ہے ؟"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم اور ارشاد ——————"

"یہی مطلب ہے ——————— میرے ساتھ اسے بھی جانا پڑے گا اور میرے بستر کے ساتھ اس کا بستر بھی بندھے گا !"

"لیکن یہ غلط ہے، اتہام ہے، جھوٹ ہے !"

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کے بھولے بھالے بچے پر تہمت لگا رہی ہوں !"

"ہاں ——————— کیا ثبوت ہے تمہارے پاس ؟"

"پہلا ثبوت تو اس کا مجرمانہ سکوت اور شرمندہ چہرہ ہے، دوسرا ثبوت خُدا

فرض ہے کہ تمھیں سولی چڑھا دیں ———— میری کیا منصو

یہی ناکہ میں تمھارے فریب میں آ گئی، تمھاری بن گئی، تم پر میں نے بھروسہ کر لیا ———

——— یہ نہ سمجھنا کہ میں بے زبان ہوں اُچپ رہوں گی، اور تم پاک صاف ب

رہو گے، میرے ساتھ تمھیں بھی بدنام ہونا پڑے گا، میں اگر اس گھر سے نکلوں گی

تمھیں بھی بوریہ بستر باندھ کر میرے ساتھ چلنا پڑے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ میں بدنامی

کی چادر اوڑھ کر یہاں سے چلی جاؤں اور تم بے غیرتی کے تخت پر بیٹھے حکومت کر

بلقیس زور زور سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کی آواز سن کر منصور بھی کمرے میں

اس نے برہمی کے ساتھ کہا

"چوری اور سینہ زوری، تو چیخ کیوں رہی ہے؟"

بلقیس منصور کا بڑا لحاظ کرتی تھی، لیکن اس وقت وہ ہوش میں نہیں تھی، ا

حجاب کے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ چکے تھے، منصور اور ارشا

اصلی چہرہ اسے نظر آ رہا تھا، اس نے کہا

"چور اور لٹیرا یہ بیٹھا ہے کرسی پر، آپ کے سامنے!"

ارشاد کا رنگ زرد پڑ گیا، منصور کے منہ سے جھاگ اُڑنے لگے اس نے ک

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ستر چوہے کھانے کے بعد بھی بلی حج کو نہیں جاتی بلکہ الٹا اُ

چوہے کو نصیحت کر کے اسے حج کرنے کا مشورہ دے رہی ہے"

"میں بے کار باتیں سننا نہیں چاہتا، صاف کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"مجھے آپ سے کچھ کہنا نہیں ہے، اس لٹیرے سے کہہ چکی ہوں سب کچھ"

اس سے کہئے یہ بھی میرے ساتھ بدنامی کا تاج اپنے سر پر رکھے اور میرے قدم
بڑھنے سے پہلے یہ گھر خالی کر دے"؟
تم پروین ———— یہ تم نہیں بول رہی ہو، پروین بول رہی ہے
بچنے کی کوشش نہ کرو، اسے اس کے کئے کی سزا مل چکی ہے، اور ملنے والی ہے پھر
مقدر مورہا ہے اس مرتبہ وہ جیت نہیں سکتی، اس کی جائداد اسی گھر میں آئے گی۔
اور اس میں جتنا حصہ ارشاد کا ہوگا اتنا ہی تمہارا بھی ہوگا ————"
شکریہ! اس سخاوت کا، لیکن مجھے پروین کی جائداد کا ایک حصہ بھی نہیں چاہئیے
———— آپ میرے سامنے پروین کا نام بھی نہ
لیجئے اتنا پاک نام اور ایسی ناپاک زبان پر جب آتا ہے، تو مجھے تکلیف ہوتی ہے"
منصور نے سمجھ لیا، اس وقت مزید گفت گو کرنا خطرہ کو دعوت دینا ہے
اس نے کہا
"میں زبردستی نہیں کرتا، رہنا چاہتی ہو تو رہو"؟
یہ کہہ کر وہ واپس جانے کے لیے چلا، اس کے کان میں بلقیس کی آواز آئی۔
"آپ زبردستی کر بھی نہیں سکتے، میں یقیناً یہاں رہوں گی، اور بہتر یہ ہے
آئندہ اس قسم کی بات مجھ سے کبھی نہ کی جائے"!
منصور چلا گیا، ارشاد بھی اس کے ساتھ اٹھا، دروازہ پر جب یہ دونوں
پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ دلہن تیزی سے کوٹھے کی طرف جا رہی ہے، یہ سمجھ
گئے دلہن نے سب کچھ سُن لیا، سب جان لیا، فخر کی گردن اس کے سامنے نیچی
ہو گئی لیکن معاً دونوں کو خیال آیا، سن لیا اور جان لیا، تو کیا ہوگیا؟ وہ بھی تو اس

اور رسول ہے یہ قرآن ہاتھ میں لے کر کہہ دے کہ اگر یہ جھوٹ بولے تو کوڑھی ہو جائے اور پھر کہہ دے کہ میں جھوٹی ہوں، میں چپ چاپ یہاں سے نکل جاؤں گی، ورنہ اس سے کہیئے کہ یہ بھی اپنے منہ پر تھوڑی سی سیاہی مل لے اور میرے ساتھ چلے؛

باپ بیٹے دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں، اب باپ نے بھی وہی محسوس کیا، جو بیٹے نے محسوس کیا تھا، یعنی ضرورت سختی کی نہیں، نرمی کی ہے اور اس نے یہ بھی سمجھ لیا، کہ یہ مشورہ دیتے وقت پسر سعادت کی مصلحت کیا تھی؛

منصور نے دفعتاً اپنی آواز میں روئی کی سی نرمی اور ریشم کی سی ملائمت پیدا کر کے کہا

"آخر تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں تو کچھ بھی نہیں چاہتی، جو آپ چاہتے ہیں، اس کا جواب یہ نے دے دیا"

"میں نے تو یہ رائے نیک نیتی سے دی تھی، صرف تمھیں بدنامی اور رسوائی سے بچانے کے لیے!"

"آپ یہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ بدنامی صرف میری ہے؟ میں اگر بدنام ہوں تو وہ کیسے بچ جائے گا جس کے سبب میں بدنام ہو رہی ہوں!"

"اچھا مان لیا، یہ نالائق مجرم اور گنہگار ہے سزا دے لو اسے جو چاہو لیکن اس کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگانے سے تمھیں کیا مل جائے گا؟"

"دل کو تسلی ہو جائے گی کہ مجرم کو سزا مل گئی!"

"تم جو سزا کہو میں اسے دینے کو تیار ہوں!"

۴۴

آؤ چلیں

بلقیس پر جو کچھ گزری تھی، پروین کو اس کی خبر مل چکی تھی، اس حادثہ میں اس کے
کوئی ندرت نہ تھی، ارشاد اور بلقیس اپنے ماحول میں رہ کر یہی کر سکتے تھے
نے کیا، لیکن اسے بلقیس سے ہمدردی تھی، اسے یقین تھا، اس حادثہ
کی آوارہ مزاجی کا اتنا دخل نہیں ہے جتنا ارشاد کی صیادی کا بزرگان
طرف سے بلقیس کی تربیت اور نگہداشت کے بجائے بے مقصد لیکن
شادی کا چرچا ہوا، وہ اپنے جوان جذبات کو زیادہ عرصہ تک عفاف
محفوظ نہ رکھ سکی تو اس نے اپنے تئیں وقت کے دھارے پر چھوڑ دیا، جدھر بھی وہ

ایک روز پروین، ماہ رخ کے ہاں پہنچی، وہاں اتفاق سے ریحانہ بھی موجود تھی۔
ریحانہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔
"تم نے ادھر کی بھی سنا؟"
"کیا نئی خبر؟"
"بالکل نئی، انوکھی، دلچسپ ——————"
"ہوگی یا اشتہار ہی دیتی رہو گی؟"

منزل سے گزر چکی ہے، پھر کس منہ سے گرہ کٹ پر اعتراض کر سکتا ہے؟

ارشاد اور منصور کے جانے کے بعد رضیہ بیگم نے اطمینان کا سانس لیا، جو کچھ ان کے دل میں تھا سب کچھ بلقیس نے کہہ دیا تھا، ان کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا، انھوں نے پیار بھری نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا اور کہا

"اب تو سو جا، بہت ہلکان ہو گئی ہو گی، ان موؤں کا مقابلہ کر کے، لیکن تُو نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا، یہ رنگے سیار ہیں، تُو نے ان کا رنگ اُتار دیا!"

بلقیس واقعی بہت نڈھال ہو چکی تھی، اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

ماں کا دل، ماں کا دل ہوتا ہے، رضیہ بیگم جب تک بلقیس کو ننگ خاندان سمجھتی تھیں، اس کی صورت سے بیزار تھیں، لیکن جب ان پر یہ منکشف ہو گیا کہ ان کی لڑکی بےگناہ ہے، وہ بہکی نہیں ہے، بہکائی گئی ہے، تو ان کی ممتا کا سویا ہوا سمندر جاگ اٹھا، اور لہریں مارنے لگا، بلقیس کروٹ بدلے ماں کی طرف پیٹھ کئے لیٹی تھی اور ماں اس چاؤ سے اسے دیکھ رہی تھی، جیسے زلیخا نے کبھی یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہو گا۔

کون ؟ جانتی ہو تم اسے ؟

جانتی تو عرصہ سے ہوں، پہچانا آج !"

شروع ہو گیا فلسفہ

"یہ وہ صاحبزادی ہیں جو میرے ساتھ کالج میں پڑھتی تھیں عورتوں کی بڑی ہمدرد
کی بڑی دشمن تھیں، اور آج ایک عورت کی سوت بن کر آئی ہیں"

"تو اس سے کیا ہوا ؟ بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو عوام کے لیے جیل جایا
کرتے لیکن جب انھیں کوئی بھڑکتا ہوا عہدہ مل گیا، تو حکومت کے ساتھی بن گئے
اور لاٹھیاں برسانے لگے —————— تمھاری مردو لابھی جب تک
کمشنر صاحب کے بنگلہ تک نہیں پہنچی تھیں، سب کچھ تھیں جب ایک ڈپٹی کمشنر مرد
اور اس نے انھیں کمشنری کا عہدہ پیش کیا تو وہ مرد کی رفیق زندگی بن گئیں اور
کھیلنے لگیں اپنے لاٹھی چارج سے ——————"

"تو دنیا کی پرانی ریت ہے، حیرت کیوں کرتی ہو ؟"

ماہ رخ بولی

"میرا تو جی کڑھ رہا ہے بے چاری مسز فاروقی پر کتنی شریف اور نیک تھیں !"

ریحانہ نے کہا

"بے شک تھیں لیکن ان کا جرم بھی کتنا بڑا تھا یہ تو سوچو !"

"جرم ؟"

"ہاں اور کیا، یہ کوئی معمولی جرم تھا کہ ان کی جوانی ڈھلتی چلی جا رہی تھی عمر بڑھتی
جا رہی تھی ؟"

"ڈپٹی کمشنر کے گھر کمشنر آ گیا، اور اس نے آتے ہی پرانے عملہ کو برخاست کر دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر فاروقی پرانے عملہ میں شامل تھیں، برخاست ہو گئیں، نئے کمشنر نے ڈپٹی کمشنر کو حکم دے دیا ہے کہ خبردار جو پرانے عملہ سے بات بھی کی!"

تمہارا مطلب یہ ہے کہ مسٹر فاروقی نے شادی کر لی کوئی دوسری؟"

"پہلی شادی انھیں کب راس آئی تھی کہ دوسری کرتے؟ اب کی انھوں نے سول میرج کا شوق فرمایا ہے، یعنی قاضی کے بجائے رجسٹرار کے سامنے مس مردولا کا ہاتھ پکڑا ہے!"

"مردولا؟ مس مردولا؟"

"ہاں بڑی اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون ہیں، یہاں نیشنل وار فرنٹ کے سلسلہ میں خواتین کی تنظیم کرنے بھیجی گئی تھیں، انھوں نے سوچا لگے ہاتھوں ہوم فرنٹ کی بھی تشکیل ہو جائے۔"

ماہ رخ ہنسنے لگی، ریحانہ نے کہا۔

"ہنستی کیا ہو، کچھ جھوٹ تھوڑے کہہ رہی ہوں؟ یہ دیکھ لو نیوز اینڈ ویوز کا تازہ پرچہ، پہلے صفحہ پر جو جوڑا پھولوں کے ہار پہنے کھڑا ہے کون ہے؟ یہ ہے ڈپٹی کمشنر صاحب مسٹر فاروقی، اور یہ رہیں مس مردولا"

پروین نے تصویر دیکھی تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ارے یہ تو وہی ہے؟"

ریحانہ نے پوچھا

کیسی آگ لگائی تھی، اس نے ؟ آخر خود ایک فریدہ کی ماں بن گئی !"

"یہ نہ کہو، وہ طنز و تعریض کی نہیں، ہمدردی کی مستحق ہے، میں نے ایک بار کہا تھا وہ خود بری نہیں ہے، اس کا ماحول برا ہے، جو کچھ کیا ہے، ماحول نے کیا ہے، اس نے نہیں !"

"ہم نہیں مانیں گے، ثبوت ؟"

"سب سے بڑا ثبوت، اس کی وہ بہادری ہے، جس کا مظاہرہ اس نے ارشاد اور منصور چچا کے سامنے کیا !"

پھر وہ سارا قصہ بتا کر اس نے کہا

"اب بلقیس کا عورت پن جاگ گیا ہے، اب وہ زندگی کے موڑ پر کھڑی ہے، اگر وہ ٹھیک راستہ پر اٹھا تو پروین بن جائے گی، اگر غلط راستہ پر پڑا، تو امراؤ جان ادا بن جائے گی !"

"یہی وقت رہنمائی کا ہے، پھر تم آگے بڑھ کر اسے بچاتیں کیوں نہیں ؟"

"اس لیے تو آئی تھی !"

"لیکن یہ گھر تو ماہ رخ کا ہے، بلقیس کا گھر تو یہاں سے بہت دور ہے !"

"اتنا میں بھی جانتی ہوں —— یہاں سے وہیں جا رہی ہوں، چلو تم بھی چلو !"

"بخشو، جتنے آنسو تھے، وہ مسز فاروقی کی گود میں ڈال آئی، جب وہ دلہن ہو کر سسرال کے بجائے اپنے میکے جا رہی تھی، جتنے قہقہے تھے، میں نے یہاں بکھیر دیئے، اب بلقیس کے پاس کیا لے کر جاؤں گی ؟ تم دونوں کے آنسوؤں کا خزانہ بھرپور ہے، جاؤ اور جل تھل ایک کر دو !"

"خود فاروقی صاحب کی جوانی نہیں ڈھل رہی ہے، عمر نہیں بڑھ رہی ہے۔"

"کبھی نہیں وہ سنو برس کی عمر میں بھی جوان رہیں گے۔"

"یہ کیسے؟"

"یہ بڑے بڑے حکیم جو قیمتی قیمتی کشتے اور معجونیں اور نہ جانے کیا الم غلم بنا یا کرتے ہیں ان کا استعمال جوانی کو قائم کر دیتا ہے اور عمر کی رفتار کو روک دیتا ہے ——— میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں بھی حکمت پڑھوں اور ایسے ایسے کشتے اور فلک سیر معجونیں تیار کر ڈالوں کہ ستر برس کی بڑھیا کھائے تو سترہ برس کی چنچل چھوکری بن جائے ——— لیکن کریں کیا بے بس ہیں ہمیں حکمت سکھائے کون؟ سکھانے والے بھی تو یہی کمبخت مردوے ہیں خدا انہیں غارت کرے۔"

ماہ رخ نے کہا

"اری پگلی تیرا میاں بھی تو مرد ہے، میرا شوہر بھی تو مرد ہے، سب کو کوس رہی ہے، تیرے منہ میں خاک!"

"اوں ہوں! ہم دونوں کے شوہر تو اس وقت مرد بنیں گے، جب دوسری شادی کر لیں گے، ابھی تو نہ وہ عورت ہے نہ مرد!"

پروین نے کہا

"میں تو بلقیس پر افسوس کر رہی تھی، تم نے یہ ایک اور خبر سنا دی!"

"ہاں ٹھیک ہے وہ بھی تمہارے لیے ایک خوشخبری ہی ہے!"

"یہ کیوں؟"

"جو جیسا کرتا ہے، ویسا آگے آتا ہے، یاد ہے، فریدہ غریب کے بارے میں کیسی

"تم چلو میں آتی ہوں، ذرا آدمی تو بن لوں!"

ارشاد نیچے اُتر گیا، اور اس کی دُلہن نے "آدمی" بننے کی تیاری شروع کر ی درجہ کا ریشمی جوڑا، زیب تن کیا، اچھے اچھے گہنے پہنے، ہونٹوں پر سرخی گالوں پر پوڈر تھوپا ——— اس طرح آدمی، آدمی سے ملنے کے لیے ہوا، دلہن کو اپنی نمائش کے ساتھ ساتھ پروین کے دیکھنے کا اشتیاق تھا، یہ رت تھی جس نے سارے خاندان کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا، اور سارے شہر ہیا ڈنکہ بجا دیا تھا۔

بن سنور کر دلہن نیچے پہنچی تو معلوم ہوا، رضیہ کے کمرے میں محفل گرم ہے وہ یدھی وہیں پہنچ گئی، لیکن وہاں اس نے فضا بدلی ہوئی پائی، پروین بلقیس کے ے تکلفی سے بیٹھی ہوئی تھی، اور اس سے کہہ رہی تھی۔

یں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں کہ تم نے ٹھوکر کھائی، لیکن ٹھوکر لگانے والے کے ر نہیں جھکایا!"

بلقیس بولی

ٹھوکر کھانے کے بعد ٹھوکر لگانے کی قوت بھی مجھ میں پیدا ہو گئی ہے۔"

یہ کہہ کر مختصر الفاظ میں بلقیس نے منصور اور ارشاد سے اپنے جھگڑے کی ساری انی سنا ڈالی، جو اس روز ہوا تھا جب اسے تلقین کی جا رہی تھی کہ وہ یہ گھر ر چھوڑ دے!

پروین نے کہا

اگر تم اس غیر معقول اور ذلیل مطالبہ کو قبول کرتیں تو مجھے تم سے ذرا بھی ہمدردی

"چلونا، ابھی چلی آنا!"

"نا بابا، میں گھر جارہی ہوں دیر ہورہی ہے، مجھے وہ آتے ہوں گے اپنے ہاتھ سے انہیں چائے پلاؤں گی جاکر!"

"اے ہے، اتنے ننھے بچے!"

"بچے تو ہیں ہی مچل گئے، اگر کسی دوسرے کھلونے پر تو یہ سارا ہنسی مذاق دھرا رہ جائے گا، اور میں بھی مسز فاروقی بن کر رہ جاؤں گی ـــــ تم جاؤ میں چلی!"

اور واقعی ریحانہ چلی گئی، اب کافی دیر ہو چکی تھی، لہٰذا پروین نے بھی اپنا ارادہ بدل دیا۔

دوسرے روز وہ سویرے سویرے بلقیس کے گھر پہنچی، سر مسعود حسین کے انتقال کے بعد سے اب تک پروین نے رضیہ اور منصور کے مشترک گھر میں قدم نہیں رکھا تھا آج بے سان وگمان جو وہاں پہنچی، تو ایک ہلچل سی مچ گئی، سارے گھر میں۔ منصور مرزا بڈھن کے یہاں گیا ہوا تھا، ارشاد اپنے کمرہ میں بیوی سے چہلیں کر رہا تھا، اس نے جو یہ خبر سنی تو بیوی سے کہا۔

"چلو آج تمھیں ایک تماشہ دکھاؤں؟"

"کیسا تماشہ!"

"پروین بیگم نے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا ہے؟"

"تماشہ دکھانے کے لیے؟"

"ہاں سمن مل گیا ہوگا، بھاگی بھاگی آئی ہیں لیکن میں پسیجنے والا نہیں ـــــ

ـــــ چلو تو ذرا، ابھی چلی آنا!"

۔ ضرور چلتی تمہارے ساتھ، مگر مجبور ہوں، تربیت گاہ کا کام میرے بغیر رُک

ہیں سکتا، یہاں کا رُک جائے گا!"

۔ یہاں کیا کام کر رہی ہو تم؟"

۔ کود دوں دَل رہی ہوں، دشمنوں کے سینے پر مجھے دیکھتے ہیں تو شرم، غصہ اور
ت سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں، آج تم آئیں تو دشمنوں کے قدم بھی تمہارے استقبال
لیے یہاں آ گئے، لیکن دیکھ لو، چہرہ پر پھٹکار برس رہی ہے اور نیچی آنکھوں
گ کے شعلے نکل رہے ہیں، بس چلے تو مجھے کچا چبا جائیں، لیکن کریں کیا، مجبور ہیں!"

پروین نے کہا

۔ مجھے تمہاری رائے سے ذرا بھی اتفاق نہیں ہے ——— ہم اپنی
ت دشمن کے سینے پر کود دوں دلنے میں کیوں ضائع کریں؟ وہی قوت اپنی تنظیم و اصلاح
یں کیوں نہ صرف کریں، کود دوں دَل کر تم صرف ایک دشمن کو نیچا دکھا سکتی ہو۔ لیکن
بیت گاہ میں پہنچ کر دشمنوں کی اس پوری قوم کے سینہ پر کود دوں دَل سکتی ہو، آؤ چلیں
تمہارے رہنے کے قابل نہیں ہے!"

یہ کہہ کر پروین نے بلقیس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچا، وہ بولی

۔ اچھا چلی چلوں گی!"

۔ تو کب؟ ابھی چلو میرے ساتھ!"

"اپنا فاضل سامان یہاں منتقل کرنا ہے ——— میں اپنے حصہ پر
ی کو قابض تو ہونے دوں گی نہیں ——— اور ضروری سامان
تھ لے چلنا ہے!"

نہ ہوتی، پھر میں تمھیں مبارکباد دینے نہ آتی، تم نے وہ کیا جو ایک عورت کو کرنا چاہئے میرے دل میں اب تمھاری محبت پیدا ہوگئی ہے ——— "

رضیہ بیگم نے کہا۔

" خدا تجھے سلامت رکھے بیٹی، تُو آئی تو تُو نے ہمدردی کے دو بول تو کہے۔ یہاں یہ حالت ہے کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے جس موئے نے میری بیٹی کو غارت کیا، وہی چڑھ چڑھ کے آ رہا تھا، میری بچی کو اس گھر سے اس دیس سے نکالنے اور لڑنے!"

پروین نے کہا

" مرد کی بھی تو دھاندھلی ہے وہ اپنی مونچھ کبھی نیچی نہیں کرتا، چاہے جتنی بڑی غلطی کرے ——— لیکن بلقیس تم نے جس بہادری اور ہمت سے مرد کے کمینہ پن کا مقابلہ کیا، اس کے بعد تمھاری جگہ یہ گھر نہیں ہے، تربیت گاہ ہے!"

یہ سُن کر بلقیس کا چہرہ وفور مسرت سے گلنار ہوگیا، وہ اب واقعی پروین اور تربیت گاہ میں ایک کشش سی محسوس کرنے لگی تھی۔ اس نے اس طرح جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے، کہا

" کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

" کیوں نہیں، چلو ابھی چلو!"

دفعتہً بلقیس کو خیال آیا کہ میرا جانا، ارشاد کی خوشی کا سبب ہوگا، اس نے اپنا ارادہ بدل دیا، اور کہا

"یہی تھیں، آپ کی پروین بیگم؟"

لیکن شوہر خوش نہیں ہوُا، بھڑک اُٹھا۔

"اِس ذلیل عورت کا مَیں نام بھی سننا نہیں چاہتا، تم بھی کس کا قصہ لے بیٹھیں!"

وہ خاموش ہو گئی، لیکن اس کا دل سکرا رہا تھا، آج کے تماشہ" پر جسے دکھانے
کے لیے اصرار کر کے ارشاد اُسے لے گیا تھا۔

"یہ سب پھوپھی کرتی رہیں گی، وہ شام تک اطمینان سے اپنے آجائیں گی تم تو میرے ساتھ چلو! میں تمھیں اب ایک پل بھی یہاں ٹھہرنے دینا نہیں چاہتی —— آؤ —— پھوپھی آپ بھی شام تک ضرور آجائیے گا!"

پروین، بلقیس کو اپنے ساتھ لے کر چل دی، ارشاد منہ دیکھتا رہ گیا، اس کی دلہن بھی منہ دیکھتی رہ گئی، ان دونوں سے پروین نے بات بھی نہیں کی، مخاطب بھی نہیں ہوئی۔

رضیہ بیگم اٹھیں اور سامان سفر درست کرنے لگیں آج وہ پھر ایک عرصہ دراز کے بعد ایک مدت کی لڑائی اور دشمنی کے بعد پروین کے گھر جارہی تھیں لیکن آج کا جانا اس سے پہلے کے جانے سے کتنا مختلف تھا، پہلے وہ پروین کو لوٹنے کی اسکیم بناکر جاتی تھیں آج وہ لٹ کر جارہی تھیں، پہلے وہ نفرت لے کر جاتی تھیں آج وہ محبت کا تحفہ لے کر جارہی تھیں۔

ارشاد اور اس کی دلہن نے رضیہ بیگم کو مصروف دیکھا، تو بغیر کوئی بات کیے ہوئے اٹھے، اور پھر اپنے بالاخانہ میں پہنچ گئے، ارشاد سوچ رہا تھا کہ اس حرام زادی پروین اور بلقیس سے اس تازہ توہین کا بدلہ جلد از جلد کیونکر لیا جائے اور اس کی بیوی سوچ رہی تھی، اور آج پہلی مرتبہ سوچ رہی تھی، بلقیس لاکھ بری سہی لیکن وہ مظلوم تو ہے، پروین میں ہزار عیب سہی لیکن اس میں ایک آن تو ہے، پھر اس نے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سوچا، دو چار گالیاں دے دے پروین کو، تاکہ اس کا دل ٹھنڈا ہو جائے اور شرمندگی دور ہو جائے، تمہید کے طور پر اس نے کہا۔

جو زیادتیاں میں نے تمھارے ساتھ کی ہیں، ان کی معافی چاہتی ہوں، اور جب تک تم انھیں
معاف نہ کر دو گی، میرے دِل کو قرار نہ آئے گا!"

فاخرہ نے جواب دیا
"آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپا! مَیں آپ کی خادمہ پہلے بھی تھی، اب بھی ہوں، اور
رہوں گی!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ننھی فریدہ دوڑتی ہوئی آئی، اور پروین کی ٹانگوں سے
لپٹ کر کھڑی ہو گئی، اس نے اسے گود میں اٹھا لیا، اور پیار سے پوچھا
"تم نے اپنی بلقیس آپا کو سلام کیوں نہیں کیا۔ فریدہ، بری بات ہے!"
اس نے بڑے ادب اور سنجیدگی سے ہاتھ اٹھا کر ماتھے پر رکھ لیا، بلقیس نے
اسے پروین کی گود سے چھین کر اپنی گود میں لے لیا اور پوچھا۔
"یہی ہے فریدہ؟"
"ہاں ——— بڑی شریر ہے!"
"شریر کی تربیت میں رہ کر اور کیا ہو گی؟"
فاخرہ اور پروین کھلکھلا کر ہنس پڑیں، یہ ہنس رہی تھیں کہ ماہ رخ آ گئی۔
پروین نے کہا
"خوب آ گئیں تم ماہ رخ اس وقت، یہ دیکھو ہماری بلو آئی ہیں، ان سے ملو۔
یہ یہیں رہیں گی، میں نے سوچا ہے تربیت گاہ کا بوجھ کچھ فاخرہ اٹھائے ہوئے
ہیں، کچھ ان پر ڈال دوں!"
ماہ رخ نے فریدہ کے گال پر ایک ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے کہا

باب ۴۵

سوال و جواب

پروین بلقیس کو اپنے ساتھ لے کر آئی اور سیدھی فاخرہ کے کمرہ میں پہنچی، وہ اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی، پروین نے بلقیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"انھیں پہچانتی ہو تم؟"

وہ مسکرائی

"کیوں نہیں پہچانتی، مدتوں ان کے ساتھ رہی ہوں انھیں نہ پہچانوں گی؟"

"یہ وہ بلقیس نہیں ہے جس کے ساتھ تم مدتوں رہی ہو، یہ وہ بلقیس ہے، جس نے کھویا ہوا وجود پا لیا ہے میں تمھیں خوشخبری سناتی ہوں، آج سے اس گھر میں ایک نئی اور اچھی بہن کا اضافہ ہوا ہے، اس بہن سے پھوپھی اور چچا کا رشتہ نہیں ہے انسانیت کا ہے یہ میری بہن ہے۔ تمھاری بھی، ہر عورت کی بہن ہے —— تم اسے آپا کہتے ہوئے جھجکتی تھیں، اب تم ——

اسے آپا کہو گی تو یہ بہت خوش ہو گی!"

بلقیس نے فاخرہ کو گلے لگایا اور کہا

"پروین نے سچ کہا، میں واقعی وہ بلقیس نہیں ہوں، جو پہلے تھی، پہلے میری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے، اب وہ اٹھ گئے ہیں اپنے زمانہ میں جو بدسلوکیاں اور

"بیہوش ہوگئے ہیں ؟"

"اور کیا ——— کیا مطلب ؟"

وہ مسکرائی

"میں نے کہا ہوش کھو چکے ہوں گے اپنا، اور کیا ؟"

کھانے کے بعد ماہ رخ نے اشفاق کی تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہی ہیں تمہارے اشفاق صاحب ؟"

"ہاں یہی ہیں، کیوں ارادہ کیا ہے؟ کہیں پسند تو نہیں آ گئے ؟"

"میرا پسند کرنے کا زمانہ نہیں رہا۔ یہ موقع تمہیں حاصل ہے ———

——— اچھا ایک بات تو بتاؤ ؟"

"فرمایئے !"

"تم اب بھی مردوں سے نفرت کرتی ہو ؟"

"نفرت تو میں کبھی نہیں کرتی تھی، بیزار ہوں، اس قوم سے !"

"اچھا بیزار سہی، ہو نا ؟"

"بے شک !"

"اشفاق صاحب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟"

"یعنی ؟"

"وہ مرد ہیں یا عورت ؟"

"تمہارا تجربہ کیا ہے ؟"

ماہ رخ جھینپ گئی، اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ری، اپنی نئی آپا کی گود میں پہنچ کر ہمیں بھول گئی"۔

اب فریدہ بلقیس کی گود سے ماہ رخ کی گود میں آ چکی تھی

پروین نے فاخرہ کو ہدایت کی کہ وہ سامنے کے دو بڑے کمرے بلقیس
پھوپھی کے لیے صاف کرا دو، بلقیس نے کہا۔

"کمرے صاف ہوتے رہیں گے پہلے میں تربیت گاہ دیکھنا چاہتی ہوں"۔

"جاؤ دیکھ آؤ۔ فاخرہ کے ساتھ میں تو اب ماہ رخ آ گئی ہے ہمیں رہوں گی"
فاخرہ بلقیس کو لے کر تربیت گاہ چلی گئی، اور پروین ماہ رخ کو لے کر اپنے
کمرے میں آ گئی، دونوں میں باتیں ہونے لگیں بڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔
کچھ ریحانہ کی یاد، کچھ مسز فاروقی کا ذکر، کچھ منصور اور ارشاد کا تذکرہ، اتنے میں
کھانے کا وقت آ گیا، دونوں ساتھ ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گئیں۔

کھانا کھاتے کھاتے پروین نے دلاری سے پوچھا۔

"اشفاق میاں کو کھانا دے آئی"؟

"ابھی تو نہیں"!

"کیوں"؟

"فاخرہ بٹیا آ جائیں"!

"فاخرہ کی کیا ضرورت ہے؟ وہ بھوکے بیٹھے رہیں گے جب تک —
دلاری اشفاق کو کھانا کھلانے چلی گئی، پروین نے ماہ رخ سے کہا
"عجیب چیز ہیں ہمارے اشفاق صاحب بھی، اگر چار بجے تک کھانا
جاتا، وہ یونہی بھوکے بیٹھے رہتے، رموش ہی نہیں ہے کچھ"!

ہے، باقی محبت کا جو معیار تمھاری نظر میں ہے اس کے پیش نظر تو واقعی
...تاق کیا کسی سے بھی محبت نہیں کر سکتی"

...یہ کیوں؟"

...اس لیے کہ شادی کروں گی نہیں، اور تمھارے نزدیک محبت اور شادی

...لزوم ہیں!"

...کیوں نہیں کروگی شادی؟"

...کیوں کروں؟"

...سب کرتے ہیں!"

...لیکن بہت سے نہیں کرتے!"

...اچھا خیر شادی اور محبت چھوڑو، یہ تو تمھیں بھی ماننا پڑے گا کہ کچھ نہ کچھ

...خیال ضرور ہے تمھارے دل میں!"

...کچھ نہ کچھ نہیں، بہت، بہت زیادہ!"

...کیوں؟ کس لیے؟"

...اگر تمھیں اُن کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہو، تو تم بھی ان کا خیال ضرور رکھنے

...ے نوج، واہ ہٹو بھی!"

...کا ———— جو شخص ایسا نادار اور تنہا ہو کہ لاکھوں

...ے وارے نیارے کر سکتا ہو، مگر کبھی ایک پائی پر ہاتھ نہ ڈالے،
...حریف ہو کر کبھی آنکھ اُٹھا کر بات نہ کرے جو فرض شناس ایسا ہو کہ

"اُونھ بتاؤ تو، ایک بات ہے!"

"کیا بات ہے؟"

"پہلے ہمارے سوال کا جواب دو!"

"پہلے وہ بات بتاؤ؟"

"بتا دوں؟"

"ضرور، فوراً؟"

"تم اشفاق سے محبت تو نہیں کرتیں؟"

پروین کے چہرہ پر خون دوڑ گیا، اُس نے کہا

"اس سوال سے تمھارا مطلب؟"

"تم جواب دو، سوال مت کرو؟"

"مَیں بے کار باتوں کا جواب نہیں دیتی!"

"نہ دو، ہم سمجھ گئے!"

"کیا سمجھیں؟ یہی کہ مَیں اشفاق سے محبت کرتی ہوں؟"

"ہاں!"

"تمھیں اختیار ہے جو چاہو سمجھو!"

"تمھیں بھی اختیار ہے، جب تک شادی نہ ہو جائے، خوب چھپاتی رہو یہ راز ————"

ماہ رخ تمھارا یہ خیال غلط ہے، چھپائی وہ چیز جاتی ہے، جو گناہ ہو جرم ہو، بُری ہو، محبت کرنا نہ گناہ ہے نہ خلافِ قانون ہے نہ کوئی بُری

ٹ ڈالتا، ذرا بھی رعایت نہ کرتا، اس چاند سے مکھڑے کی"!

اس مردانہ لب ولہجہ پر پروین ہنس پڑی۔

ماہ رخ نے کچھ دیر بعد اپنے چہرے پر فکرمندی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا

"وہ کہہ رہے تھے، اختری خانم کے بچوں کی طرف سے ہتبہ نامہ۔۔ کی تنسیخ

وی پھر ارشاد نے کر دیا ہے"۔

"ہاں مجھے سمن بل چکا ہے"!

"پھر اب کیا ہوگا"؟

"جو کچھ ہوگا، ٹھیک ہوگا، ارشاد اکیلے کیا کم تھے، اب تو ان کے ساتھ

ں صاحب بھی مل گئے ہیں، کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا"!

"خدا غارت کرے اس موئے فیاض کو، میں کہتی ہوں اسے کیا ہوگیا ہے

تمہاری جیسی سہیلی تحسین کا بھائی ہے"!

"تو اس سے کیا ہوتا ہے"؟

"کچھ تو خیال کیا ہوتا اس نے؟ اور تحسین بھی اسے کچھ نہیں کہتی"!

"اول تو اس غریب کو خبر کیا، وہ بمبئی جیسے دور دراز شہر میں پڑی ہے۔

سے ہوتی بھی تو کیا کر لیتی، حضرت نوح جب اپنے بیٹے کو راہ راست پر نہ

تو تحسین اپنے بھائی کو کیا خاک آدمی بنا سکے گی"!

"بہت چاہتی ہو تحسین کو"؟

"کیوں نہیں! وہ کتنی شریف اور محبت کرنے والی ہے اسے صرف میں جانتی ہوں"!

دن رات کام کرتا رہے جو شخص دوسروں پر رحم کرتا ہو، لیکن اپنے اوپر ظلم کرتا ہو، بھوکا رہے کھانا تک نہ مانگے، جو وفادار اتنا ہو، کہ جان پر کھیل جائے جس کے بھولے پن کا یہ عالم ہو کہ جس کی جو بات اچھی لگے اُسے پوری معصومیت کے ساتھ کہہ گذرے، اس کا خیال کون دل میں نہ رکھے گا ——— تم نے ابھی پوچھا تھا، اشفاق صاحب کو میں مرد سمجھتی ہوں یا عورت، اس کا جواب یہ ہے کہ نہ میں انھیں مرد سمجھتی ہوں نہ عورت، وہ اس خاکی دنیا کی مخلوق نہیں ہیں، وہ فرشتہ سیرت رکھتے ہیں"

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں، وہ بھی ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں، مقدمات کے سلسلہ میں اشفاق صاحب برابر ان سے ملتے رہتے ہیں ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ فرشتہ آدمی کے روپ میں اگر دیکھنا ہو تو اشفاق کو دیکھو اسی دن میں نے سوچا تھا کہ تم آدمی سے تو شادی کرو گی نہیں، شاید فرشتہ سے کرو اسی لیے میں نے آج تمھیں ٹٹولا، لیکن معلوم ہوا کہ اس سینہ میں دل ہی نہیں ہے ——— اچھا یہ بتاؤ، اگر خود اشفاق صاحب تم سے محبت کرنے لگیں تو؟"

"کریں، میں انھیں منع کرنے والی کون؟"

"اگر وہ شادی کی تمنا ظاہر کریں!"

"تو وہ فرشتے نہیں رہیں گے مرد بن جائیں گے، اور تم جانتی ہو، میں مردوں سے بیزار ہوں، ان سے بھی بیزار ہو جاؤں گی۔"

"خدا کا لاکھ لاکھ کروڑ کروڑ شکر ہے کہ میں مرد نہ ہوئی، ورنہ چاقو چل جاتے

باب ۴۶

ہار

جب سے بلقیس آئی تھی، پروین بہت مطمئن اور خوش تھی، وہ بڑے جوش و ولولے کے ساتھ ادارہ سنبھالے ہوئے تھی، وہ مجنونانہ جذبہ کے ساتھ تربیت گاہ کی لڑکیوں کی خدمت کر رہی تھی، اس کا دل دکھا ہوا تھا، وہ چاہتی تھی، ان لڑکیوں کو ایسا مضبوط بنا دے کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کا دل نہ دکھا سکے۔ اس کی مستعدی و کارگذاری اس کی پرجوش اور ولولہ انگیز تقریریں، اس کے ستھرے اور نکھرے ہوئے خیالات، اس کا بے باک اور سرفروشانہ عزم، اس کی ہمدردی اور دلسوزی کی ملنساری اور اپنایت، ان سب چیزوں نے پروین پر تو اثر کیا ہی، لیکن خود تربیت گاہ کی معلمات اور طالبات کا یہ حال تھا کہ وہ اس پر جان چھڑکنے لگی تھیں، پروین کے بعد وہ جس کی سب سے زیادہ عزت اور وقعت کرتی تھیں وہ بلقیس کے سوا کوئی نہ تھا۔

اور خود بلقیس کا یہ عالم تھا کہ گھر کو اس نے سرائے بنا لیا تھا، رات کو آتی، سو رہتی، اور سویرے سے اُٹھتے ہی تربیت گاہ چلی جاتی، ناشتہ کر کے جاتی اور رات کا کھانا وہاں سے کھا کر آتی۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ رضیہ بیگم اس کی جدائی سے کتنی بے قرار ہیں پروین اس کی غیر حاضری میں کیا کرتی ہے؛ اور فاخرہ نے اپنے ذمہ کیا کیا کام لے رکھے ہیں؟ وہ

"وہ سب کچھ ہوئی، ہم کچھ نہ ہوئے، کیوں، یہ قدر ہے ہماری؟"

"جل گئیں؟"

"رقیب سے تو بڑے بڑے علیہ الرحمتہ شاعر جلا کئے ہیں، پھر میں تو بے چا
ایک عورت ہوں"

اتنے میں بلقیس ناظرہ کے ساتھ تربیت گاہ کا معائنہ کر کے واپس آ گ
اس نے ماہ رخ کو دیکھ کر کہا۔

"ارے تم اب تک بیٹھی ہو؟"

"اچھا بھئی خفا نہ ہو، جاتے ہیں لے چلے جاتے ہیں اے یار چلے جاتے ہ
وہ مسکراتی ہوئی اٹھی اور جانے لگی، پروین نے دامن پکڑ کر بٹھا لیا۔

"بیٹھو بھی چلے جانا!"

"واقعی بہت دیر ہو گئی، یہاں بیٹھے بیٹھے، اب جاتی ہوں پھر آ جاؤں گی، کبھی
یہ بھی میرا گھر، وہ بھی میرا گھر، کبھی اس گھر میں آ نکلے کبھی اس گھر میں جا نکلے:
وہ چلی گئی اور بلقیس و پروین تربیت گاہ کے بارے میں باتیں کرنے لگیں

○

...موں میں بھی اُلجھی رہتی ہے میں اکیلی اتنا بڑا بوجھ اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتی تھی۔
...گئیں تو میرا بوجھ ہلکا ہو گیا اور تربیت گاہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔"

"ابھی کہاں ترقی کی، ترقی کی اسکیم تو میری جیب میں ہے۔"

پروین مسکرائی۔ اس نے کہا

"کیسی اسکیم؟"

بلقیس ایک لمبی چوڑی اسکیم لے کر بیٹھ گئی، اتنی نئی معلمات آئیں گی اتنی مزید
...ت کا داخلہ کیا جائے گا۔ بہت سی درخواستیں پڑی ہوئی ہیں، آخر کس کس سے انکار
...وئے، یہ یہ سامان آئے گا، غرض کوئی ساٹھ ہزار روپیہ کا مزید بجٹ بلقیس نے
...پروین کے سامنے پیش کر دیا، اور کہا۔

"یہ اضافہ عارضی اور وقتی نہیں ہے مستقل ہے، یہ یاد رہے۔"

"تم اس سے مجھے کیا ڈراتی ہو بلقیس؟ تربیت گاہ ترقی کرے مظلوم اور بے بس
...ت بیدار ہو، مردوں کی ہوس اور خود مختاری کا طلسم ٹوٹے، اس کے لیے ساٹھ
...ر کیا میں ساٹھ لاکھ خرچ کرنے کو تیار ہوں تم مطمئن رہو، یہ بجٹ منظور کر لیا گیا
...اطمینان سے تم اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہناؤ!"

بلقیس کے چہرہ پر مسرت کی روشنی دمکنے لگی، اس نے کہا

"آپا! اگر تم نہ ہوتیں تو بلقیس کی ستم زدہ قوم کیا کرتی؟"

پروین نے کہا

"اپنے جوش اور خلوص سے بلقیس اسے زندہ کر لیتی، میں تو اب یہ دیکھ رہی
...تم مجھ سے بھی آگے نکلی جا رہی ہو ——— ہونا بھی یہی چاہیے، جو تمہارے

اپنے سامنے طالبات کا کھانا پکواتی تھی۔

اپنی موجودگی میں انھیں کھلاتی تھی۔ اس کے آتے ہی بجٹ میں بہت کافی تبد
ہو گئی تھی۔ وہ یہاں کی لڑکیوں کو شہزادی بنا کر رکھنا چاہتی تھی، کھانا اچھے
سے اچھا ہو، کپڑے اچھے سے اچھے ہوں، ورزش اور کھیل کود کا معقول انتظا
ہو، امور خانہ داری اور فنونِ نسوانی کی تعلیم و تربیت کے لیے ماہر فن استانیا
ہوں اصلاح اخلاق اور پختگی کردار کے لیے دختران اسلام کے شاندار کارنامے رہنما
کے لیے موجود ہوں، ان سب کاموں کو انجام دینے کے لیے روپیہ کی ضرورت تھی
اور روپیہ خرچ کرنے میں پروین حاتم تھی، بلقیس نے کوئی فرمائش کی اور اس نے
فوراً تعمیل کی۔

ایک روز رات کے کوئی دس بجے وہ تربیت گاہ سے واپس آ کر
سیدھی اپنے کمرہ میں جا رہی تھی۔ کہ پروین راستہ میں مل گئی، اس نے اس ک
ہاتھ پکڑ لیا، اور ہاتھ پکڑے پکڑے اپنے کمرہ میں لے آئی، یہاں آ کر
اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اتنی محنت نہ کرو بلقیس، بیمار پڑ جاؤ گی!"

بلقیس نے کہا

"آدمی اس محنت سے بیمار ہوتا ہے، جو مرضی کے خلاف ہو، خود اختیاری محنت سے
دل و دماغ مضبوط ہوتے رہیں"

پھر تربیت گاہ پر گفتگو شروع ہو گئی، اس نے کہا

"تم نے واقعی تربیت گاہ کو ایک معیاری ادارہ بنا دیا ہے، فاخرہ عزیز گم

"میں دوں گی، جاتے وقت مجھ سے چپک لے لینا!"

بلقیس شکر گذار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی، پروین نے کہا۔

"اگر کتاب کا مسودہ یہاں گھر میں ہو تو لاؤ۔ ایک سرسری نظر میں بھی اس پر ڈال لوں!"

"مقدمہ تو اس کتاب کا تمھارے قلم سے ہوگا!"

"اچھا یہ بھی سہی، کتاب تو لاؤ"!

بلقیس سیدھی اپنے کمرہ میں پہنچی، رضیہ بیگم نے انتظار کرتے کرتے مایوس ہو کر چادر اوڑھ لی تھی، سونے کے لیے بلقیس کی چاپ سن کر انھوں نے منہ کھولا اور بڑبڑائیں۔

"بیٹی تم نے تو گھر کو مسافر خانہ بنا دیا ہے نوج ایسا بھی پڑھنے پڑھانے کا شوق ہو کسی کو، اے ہاں، نہ اپنی فکر، نہ ماں کا خیال ————"

اور نہ جانے وہ کیا کیا کہتی رہیں، مگر بلقیس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ الماری کے اندر سے کتاب کا مسودہ لیا، اور پھر تیزی کے ساتھ واپس چلی۔ رضیہ بیگم پھر گرجیں۔

"اب کہاں چلیں"؟

بلقیس نے جاتے جاتے کہا

"پروین آپا کے کمرے میں، ابھی آئی میری اماں!"

وہ چلی گئی اور رضیہ بیگم پھر بڑبڑانے لگیں۔ وہ بڑبڑا رہی تھیں کہ کتاب دے کر بلقیس واپس آگئی، اس نے لحاف میں غوطہ لگاتے ہوئے کہا

ردل کو لگی ہے، وہ لگن میرے اندر بھی نہیں ہے"

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر بلقیس نے کہا۔

"ایک اور بات کہنا تھی؟"

"وہ بھی کہہ ڈالو!"

"میں نے ایک کتاب لکھی ہے!"

"کتاب لکھی ہے تم نے؟"

"ہاں بڑی دلچسپ اور بڑی سبق آموز!"

"تم تو چھپی رستم نکلیں، کا ہے پر لکھ ڈالی کتاب یہ تو بتاؤ؟"

"اس کا نام ہے "مرد اور عورت"!"

"بڑا دلچسپ نام ہے!"

"ہے کیا اس میں؟"

"مرد کی ایک سچی تصویر کھینچی ہے کہ اسے دیکھ کر وہ بھی مان جائے۔

اسے کوئی مصوّر ملا تھا!"

"اسے چھپوا کیوں نہیں دیتیں؟"

"یہی تو کہہ رہی تھی، آج میں نے پریس سے تخمینہ منگوایا تھا، پانچہزار روپے

اس کی طباعت پر صرف ہوں گے لیکن مجھے امید ہے کہ یہ رقم مع نفع کے

واپس مل جائے گی، کتاب کا موضوع ایسا ہے کہ خوب بکے گی!"

"ایسے نیک کام میں دیر کا ہے کی؟ فوراً چھپوا ڈالو!"

"اور روپیہ؟"

پروین نے پریشان ہو کر پوچھا

"کیسی خبر؟"

"ہم مقدمہ ہار گئے، ارشاد اور فیاض اپنے مقدمہ میں کامیاب ہوئے اب ...کی جائداد، بنک کے روپیہ کی مالک اختری خانم اور اُن کے بچے ہیں آپ نہیں۔

——— عدالت کا یہی فیصلہ ہے بنک کو ممانعت کر دی گئی ہے، کہ ...آپ کا کوئی چیک منظور نہ کرے جائداد اور مکان پر کل قبضہ کر لیا جائے گا۔

یہ خبر سن کر بلقیس پر سکتہ چھا گیا، لیکن پروین نے نہایت استقلال کے ساتھ کہا

"تو کیا ہُوا، جائداد اور مکان کے چھن جانے کے بعد بھی زندہ رہ سکتی ہوں۔"

اشفاق کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، اس نے کہا

"اور تربیت گاہ؟"

"اب تک میں اسے اپنے صرف سے چلاتی تھی، اب کوشش کروں گی کہ یہ ...بوجھ آپ سنبھال لے ——— ہم سب سلائی اور کڑھائی کا ...جانتے ہیں، اسی کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیں گے۔"

"اس تربیت گاہ کا معیار ختم ہو جائے گا، اس کی بنیاد متزلزل ہو جائے گی ...دوری کر کے آپ تربیت گاہ نہیں چلا سکتیں، اس کے لیے روپے کی بہرحال ...ضرورت ہے۔"

"میں اس ضرورت سے انکار نہیں کرتی، لیکن میں وہی کر سکتی ہوں جو میرے ...س میں ہو، جب تک میرے پاس روپیہ تھا، میں نے پانی کی طرح بہایا، اب ...سے تو بھیک مانگ لوں گی، اپنے لیے نہیں، اپنی قوم کے لیے۔"

"خفا کیوں ہوتی ہو، آ تو گئی!"

"ہاں اور کیا آ تو گئیں ——— ذرا گھڑی تو دیکھو کیا بجا ہے؟"

"ابھی تو صرف بارہ بجے رہیں!"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی، رضیہ بیگم نے جل کر کہا

"اے چل ہٹ دیوانی کہیں کی!"

پھر انھوں نے بھی چادر میں منہ ڈھانک لیا، کمرہ کی روشنی گل ہوگئی اور نیند کا اندھیرا چھا گیا۔

صبح اٹھنے کے بعد بلقیس حسب معمول ناشتہ کر کے تربیت گاہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد پروین بھی وہاں پہنچ گئی اور اپنے کام میں لگ گئی، بالعموم دوپہر کا کھانا یہ دونوں تربیت گاہ میں کھاتی تھیں، کھاتے وقت پروین نے کہا

"تو تم نے وہ چیک نہیں لیا؟"

"ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی، اب سہی لاؤ!"

پروین نے چیک کاٹا، اور بلقیس کے حوالے کر دیا، اتنے میں اطلاع آئی کہ اشفاق میاں آئے ہیں اور اسی وقت ملنا چاہتے ہیں، پروین نے فوراً بلوالیا۔

اشفاق کے چہرے پر اس وقت اضطراب اور غم کی ایسی کیفیت طاری تھی جسے الفاظ میں نہیں بیان کیا جا سکتا، یہ رنگ دیکھ کر پروین گھبرا گئی، اس نے بے تابی کے ساتھ پوچھا۔

"خیر تو ہے؟ آپ اتنے پریشان کیوں نظر آرہے ہیں؟"

"میں آپ کو ایک نہایت افسوسناک خبر سنانے آیا ہوں۔"

دارہ کو چلاتی رہی تو میں نے کیا کیا، سوکھے ٹکڑے کھا کے اور فاقے کر کے
اسے چلاتی رہوں تو ایک بات بھی ہے ——— تم ہراساں کیوں
ہو، جاؤ اپنا کام کرو۔ اور مجھے موقعہ دو کہ میں اپنا بجٹ بناؤں جس کی آمدنی
ہ نہیں ہو گی اور خرچ جوں کا توں قائم رہے گا!"

بلقیس آنسو پونچھتی ہوئی چلی گئی، اور پروین خاموشی کے ساتھ تربیت گاہ
قبل پر غور کرنے لگی، اس کے چہرہ پر فکر و تشویش کے آثار ضرور تھے، لیکن
سرت کی کوئی علامت نہیں تھی۔ وہ یہ سوچ رہی تھی، تربیت گاہ اب کس
لے گی؟ یہ نہیں سوچ رہی تھی، خود اب کہاں رہے گی؟

اشفاق کی آنکھ سے آنسو کے دو قطرے گرے، اور وہ باہر چلا گیا، پروین نے بلقیس سے کہا

"یہ چیک اب پھاڑ دو!"

بلقیس نے چیک پھاڑ دیا، پروین نے اس کی طرف دیکھا، اور ایک سوگوار تبسم کے ساتھ کہا

"تم بھی رو رہی ہو گی کہیں کی!"

بلقیس پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس نے کہا

"آپا یہ بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے تم پر!"

"میں جانتی ہوں، اور اب اس ظلم کو سہہ لینے کی قوت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں!"

"ایک چھوٹی سی دنیا جو تم نے بسائی تھی، یہ نہ اجڑ جائے کہیں"

"جب تک میں زندہ ہوں، ایسا نہیں ہو گا!"

"خود تم کیا کرو گی، اب تک عیش اور حکومت کی زندگی بسر کرتی رہیں، اب کیا ہو گا؟ میری آپا!"

بلقیس پھر رونے لگی، لیکن پروین اس طرح خاموش بیٹھی تھی جیسے ایک چٹان، جس سے طوفان کی سر بفلک موجیں سر ٹکراتی ہیں اور اسے جنبش نہیں دے پاتیں خود ناکام و نا کامیاب واپس چلی جاتی ہیں، بلقیس کو بے تابی اور بے قراری کے ساتھ روتا دیکھ کر پروین نے کہا۔

"یہی وقت ہے میرے امتحان کا۔ اگر میں عیش اور عشرت کی زندگی بسر کر کے

"میں سمجھ گئی آپ کا مطلب ——— اخبار میں میں نے پڑھ لیا ہے۔

وین بیگم مقدمہ ہار گئیں، اختری خانم نے جائداد اور گھر بار پر قبضہ کر لیا

بارک ہو!"

"تم کیا مبارکباد دو گی، ورنہ ہر میرا دوست مجھے مبارکباد دے رہا ہے!"

"یہ آپ کو نہیں، آپ کی نئی دولت کو!"

"یہی سہی ——— افسوس اس دولت میں تمھارا کوئی حصہ نہیں ہے"

"اس کا مجھے صدمہ نہیں، خوشی ہے!"

"خوشی کیوں نہ ہو گی، جب انگور نہیں ملتے تو انھیں کھٹا کہنا پرانی رسم ہے!"

"آپ میرا سر کیوں کھا رہے ہیں جاتے کیوں نہیں؟"

"جاتا ہوں، لیکن پورا قصہ سن لو ——— قسم خدا کی بڑا مزہ آیا جب
ور بستر باندھ کر پروین، بلقیس، فریدہ، فاخرہ اور رضیہ بیگم کا جلوس بنا کر گھر
سے نکلی ہے اور اختری خانم کا مختار کل بن کر میں نے ہر چیز کا چارج لیا ہے لیکن
بے حیائی دیکھو، رسی جل گئی مگر اس کا بل نہیں گیا، سب کچھ چھن گیا لیکن اکڑ وہی تھی۔

"یہ اکڑ نہیں آن ——— جو سچوں اور بڑے آدمیوں میں ہوتی ہے!"

"تم نہ ہوئیں، اس وقت بس یہ کسر رہ گئی!"

"میں ہوتی، کیا ہوتا؟"

"قہقہے لگانے میں مزہ آتا اور کیا، ہنسنے والے صرف دو تھے میں اور
ئق، رونے والے اپنے سارے تھے تم پہنچ جاتیں تو شاید پروین کو تسلی ہو
جاتی ——— دیکھوں گا اب تربیت گاہ کیسے چلتی ہے ڈھول نہ اڑ جائے تو میرا ذمہ"

باب ۴۷

رات کی تاریکی میں

رنڈیوں کے ہاں دن کی روشنی میں کوئی نہیں جاتا، رات کی تاریکی میں بڑے اور چھوٹے، شریف اور رذیل' اپنے اور پرائے پہنچتے ہیں' اور منہ کالا کرکے چلے آتے ہیں۔

ارشاد نے بھی کبھی فیروزہ کے بالاخانہ پر دن میں قدم نہیں رکھا تھا، لیکن آج خلاف معمول وہ ٹھیک دوپہر کے وقت وہاں پہنچا، پچھلی لڑائی کے بعد سے اب تک اس نے فیروزہ کو مشرف نہیں کیا تھا، اس طرح نا وقت آتے دیکھ کر فیروزہ نے خفگی کے لہجہ میں کہا

"آپ پھر آئے' اور وہ بھی اس وقت؟"

وہ ہنستا ہوا بولا

"ہاں اس وقت ——— جانتا ہوں تم خفا ہو، لیکن میں تمہیں خوش کرنے نہیں آیا ہوں، خفا کرنے آیا ہوں۔ بلکہ زیادہ صاف الفاظ میں کہوں تو کہہ سکتا ہوں، جلانے اور چڑانے آیا ہوں!"

فیروزہ خاموش بیٹھی رہی، ارشاد نے کہا

"جو میں نے کہا تھا، وہی ہوا!"

۔ اچھا بھئی لے لینا پانچ ہزار لے لینا، اب تو خوش ہوئیں !"
۔ خوش تو جب ہوتی، جب آپ میرا بقایا بھی ادا کر دیتے !"
۔ بقایا کیسا ؟"
۔ دو سو مہینہ میری تنخواہ مقرر کی تھی، آپ نے یا نہیں ؟"
۔ ہاں کی تھی !"
۔ دی کتنے مہینے ؟"
۔ دو مہینے !"
۔ باقی کہاں گیا ؟"
۔ میری جیب میں !"
۔ تو لائیے رکھ دیجئے سیدھے ہاتھ سے ڈھائی ہزار تب جانوں آپ بڑے
ے ہیں !"
" یہ لو !"
واقعی ارشاد نے ڈھائی ہزار کے نوٹ فیروزہ کے سامنے رکھ دیئے پھر کہا۔
" لیکن یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا ؟"
" لیکن میرا نرخ بڑھ گیا ہے !"
" مہنگائی الاؤنس بھی لے لینا !"
" جی نہیں پانچسو !"
" اب ہر معاملہ میں نہ دباؤ !"
" دو دیجئے، میں آپ کو بلاتی ب ہوں !"

فیروزہ نے برہمی کے ساتھ کہا

"میں کہتی ہوں، آپ جائیے!"

"خفا کیوں ہوتی ہو، چلے جائیں گے، ہم تو ایک بات کہنے آئے تھے، سن لو کم از کم ماننا چاہے نہ ماننا!"

"کہئے! کیا بات کہہ رہے ہیں آپ؟"

"بات یہ ہے کہ ہم چند دوستوں نے آج اس خوشی میں طے کیا ہے کہ فیاض کی کوٹھی پر مجرا ہو، میری نگاہِ انتخاب ظاہر ہے تمہارے سوا کسی اور پر نہیں پڑ سکتی۔ دعوت دینے آیا ہوں بولو منظور ہے یا نامنظور؟"

فیروزہ کا رنگ دفعتہً بدل گیا، وہ مسکرائی، اس نے کہا

"فیس کیا دیجیئے گا؟"

"جو تم مانگو!"

وہ پھر مسکرائی، اس نے کہا

"جو مانگوں؟"

"ہاں ہاں کہہ تو دیا!"

"پانچ ہزار سے کم نہ لوں گی!"

"پانچ ہزار بہت ہیں بھئی!"

"تو تشریف لے جائیے بندی بھی یہاں سے نہیں کھسکتی!"

"جو عام طور پر لیتی ہو، اس کا دوگنا لے لو!"

"کیوں لے لوں آپ کو لاکھوں کی جائداد ملی ہے، پانچ ہزار دیتے ہوئے دم کیوں نکلا جاتا ہے؟"

ر فیروزہ کی فن کاریوں کی داد دے رہا تھا، وہ بھی جی توڑ کے اپنے کمال کا مظاہرہ
کر رہی تھی، گاتی تھی تو اس کی تانیں آسمان تک پہنچی تھیں، ناچتی تھی تو اس کے
ؤں کی دھمک ٹھوکر بن کر دل پر لگتی تھی۔

رات بھر یہ شغل جاری رہا، صبح ہوتے ہوتے مجلس برخاست ہوئی، فیروزہ
یس کے پانچ ہزار کے علاوہ ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ انعام کا وصول کر کے اپنے
خانے پہنچی، مسکراتی ہوئی، اپنے تنہا بستر پر لیٹ گئی، ایسا معلوم ہو رہا تھا،
یسے وہ بہت خوش ہو، جیسے اس نے کوئی بہت کامیابی حاصل ہو، اس نے اخبار
اوہ پرچہ اٹھایا جس میں پروین کے مقدمہ کا حال درج تھا، اسے پڑھنے لگی اور
ھتے پڑھتے سو گئی۔

پروین اپنے گھر سے نکل کر تربیت گاہ میں آبسی تھی، اب یہی اس کا گھر تھا
ی منزل، یہی راستہ،

مہینہ ختم ہو رہا تھا اور دس بارہ ہزار کے ادا کرنے تھے، تربیت گاہ
ے خزانہ میں مشکل سے پانچسو روپیہ ہوں گے، آئندہ معارف کم کر دیئے جائیں گے
ٹھیک ہے لیکن جو ہو چکے ہیں ان کی ادائی کس طرح ہو؟ اور کمی کے باوجود جو
ئندہ ہوں گے وہ کس کی جیب سے ادا کیئے جائیں گے، یہی فکر تھی جو اسے کچھ
پریشان کیئے ہوئے تھی۔

دوسرے روز رات کا وقت تھا، بارش کے ہونے سے سردی چمک گئی
تھی اس وقت بھی بادل گھرے ہوئے تھے اور بجلی چمک رہی تھی، بلقیس اور
اور تربیت گاہ کی لڑکیوں میں گھری ہوئی تھیں، رضیہ بیگم کے سر میں درد تھا وہ پڑ

"تم کیوں بلاؤ گی، ہم ہی بے غیرت ہیں جو چلے آتے ہیں!"

"یہ آپ جانیے، لیکن پانچسو سے کم ایک کوڑی نہیں لینے کی میں ——— ہاں اور نہیں کیا، پہلے جب کچھ نہیں تھا، دوسَو کا وثیقہ مقرر کر بیٹھے، اب لکھ پتی بن گئے ہیں، تو پانچسو نہیں دیئے جاتے ———"

"بہت زبردستی کرتی ہو، اچھا یہ بھی سہی!"

فیروزہ خوش ہو گئی، اس نے اپنے ہاتھ سے پان بنا کر ارشاد کو دیا اور بولی

"بڑے لڑاکو ہو، جب آتے ہو لڑتے ہو!"

"اور تم ———"

اب پھر بے تکلفی شروع ہو چکی تھی، ارشاد کرسی سے اٹھ کر فیروزہ کے بستر پر پہنچ چکا تھا، وہ بھی بڑے شوق سے اس کی پذیرائی کر رہی تھی، لیکن آج اس کے چہرہ پر وہ اشتیاق اور جوشِ محبت نہیں تھا، جو اس سے پہلے ارشاد کو دیکھ کر خود بخود پیدا ہو جایا کرتا تھا، آج اس تپاک میں وہ تصنع تھا جو ایک ہوشیار دکاندار کے اندر ہوتا ہے، وہ ہنس ہنس کر اپنی دکان کی اچھی سے اچھی اور خوبصورت سے خوبصورت چیزیں گاہک کو دکھاتا ہے، اس سے منہ مانگے دام طلب کرتا ہے اور لے کر رہتا ہے، ارشاد اس لطیف فرق کو نہ سمجھ سکا، اس کے لیے یہی بہت تھا کہ فیروزہ نے اپنی ساری دکان اس کے حوالے کر دی تھی۔

رات کو فیاض کی کوٹھی پر بڑا جشن رہا۔ ارشاد اس بارات کا دولہا تھا۔ اور فیروزہ اس انجمن کی روح۔ اس کا ناچ گانا سب کے دلوں پر بجلیاں گرا رہا تھا لیکن ارشاد کی کیفیت ہی کچھ اور تھی، شراب کا دور چل رہا تھا اور وہ جھوم جھوم

"میں اخبار میں سب کچھ پڑھ چکی ہوں، آپ کی نادیدہ پرستار اور تربیت گاہ کی دیرینہ ہمدرد ہوں، اگر میں اپنی آمدنی میں سے کچھ حقیر مدد تربیت گاہ کی کرنا چاہوں تو آپ قبول کرلیں گی؟"

"ایک نیک کام میں اگر تم ہاتھ بٹاؤ گی تو انکار ہم کس طرح کرسکتے ہیں؟"

"تو لیجیے!"

یہ کہہ کر اس نے ایک پوٹلی پروین کے ہاتھ میں رکھی اور واپس چلی، پروین نے کہا

"سنو تو!"

"اب مجھے نہ روکیے، میرے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے آپ حکم دیں تو میں اپنی گردن اتار کے آپ کے سامنے رکھ دوں، لیکن آپ کے سامنے نہیں آسکتی کاش میں اس قابل ہوتی ——————"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی اور پروین اس وقت تک برقعہ پوش سایہ کو دیکھتی رہی، جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوگیا۔

پروین اسی طرح عالمِ حیرت میں کھڑی ہوئی تھی کہ بلقیس اور فاخرہ آگئیں۔ بلقیس نے پوچھا۔

"یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟"

پروین اندر آگئی اور اس کے ساتھ فاخرہ اور بلقیس بھی، پروین نے کہا۔

"ایک عورت آئی تھی، برقعہ میں لپٹی ہوئی، میں نے اندر بلایا، اس نے کہا میں آپ کے سامنے نہیں آسکتی، تربیت گاہ کی مدد کرنا چاہتی ہوں، یہ حقیر امداد

سر سے باندھے چپ چاپ اپنے کمرہ میں پڑی تھیں اور پروین یکہ و تنہا اپنے کمرہ میں بیٹھی سوچ رہی تھی کل کیا ہوگا؟ یہ مایوسی کے بادل جو چھائے ہوئے ہیں ان کے اندر بھی کوئی بجلی چمکتی ہے یا نہیں؟

اتنے میں ایک بجلی چمکی، ایک سایہ سا تاریکی میں بڑھتا ہوا نظر آیا وہ دروازہ پر آکر رک گیا، پروین نے دیکھا کوئی عورت ہے جو برقعہ میں لپٹی ہوئی دروازہ پر آکر کھڑی ہو گئی، پروین دروازہ پر آکھڑی ہوئی، اس نے بڑی ہمدردی کے ساتھ کہا۔

"باہر کھڑی کیوں بھیگ رہی ہو، اندر آجاؤ۔ اگر تم کوئی مصیبت زدہ ہو تو ہم مصیبت زدوں میں ایک کا اور اضافہ ہو جائے گا، ہم تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے اور اگر کوئی اور بات ہے تو کہو۔"

وہ عورت بولی

"آپ پروین بیگم ہیں؟"

"ہاں میرا نام یہی ہے!"

"آپ ہی سے ملنا تھا!"

"تو آجاؤ، باہر کیوں کھڑی ہو؟"

"مجھے یہیں کھڑا رہنے دیجئے میں ناپاک ہوں اپنا روئے نحس آپ کو نہیں دکھا سکتی، آپ کے کمرہ میں قدم نہیں رکھ سکتی ——— میں صرف ایک بات کہنے آئی ہوں!"

"کہو شوق سے کہو!"

باب ۴۰

الوداع

پروین اپنا سب کچھ کھونے کے بعد جب محلسرا سے نکل کر تربیت گاہ کی جھونپڑی میں آ بیٹھی، تو اشفاق اس کے ساتھ نہیں آیا، یہاں صرف عورتیں رہتی تھیں۔ ایک نوجوان اور خوبصورت مرد کیسے رہ سکتا تھا، پھر اب اس کا تعلق بھی کیا رہ گیا تھا پہلے پروین کے پاس جائداد تھی، روپیہ تھا، املاک تھی، اور وہ منیجر تھا، اب پروین ایک فقیرنی تھی۔ وہ منیجری کس چیز کی کرتا؟ اس شہر میں اب اس کا دل بھی نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جلد از جلد یہاں سے چلا جائے گا۔

پروین اپنے دفتر میں بیٹھی تھی کہ بلقیس نے آ کر اطلاع دی، اشفاق میاں آئے ہیں۔ پروین نے کہا بھیج دو، بلقیس چلی گئی، اور اشفاق آ گیا، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، دونوں کی آنکھوں میں طوفان لہریں لے رہے تھے، لیکن پلکوں کے کمزور پردے انھیں، روکے ہوئے تھے۔ اشفاق آ کر سامنے کی کرسی پر بیٹھ گیا، کچھ دیر تک دونوں خاموش رہے، پھر اشفاق بولا۔

"میں آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں!"

پروین کی جان پر بن گئی، لیکن چٹان کی جان پر طوفانوں اور شور لہروں کے

قبول کر لیجیئے۔ ———— یہ کہہ کر اُس نے یہ پوٹلی میرے ہاتھ میں رکھی اور چلی گئی۔

بلقیس نے پوٹلی پروین کے ہاتھ سے لے لی۔ کھولا، تو اس کے اندر کچھ سونے کے زیورات تھے، جن کی مالیت آٹھ دس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ اور بہت سے نوٹ تھے، ہزار ہزار کے، سوسو کے، شمار کیا تو تیس ہزار کی رقم یہ تھی۔

بلقیس اور فاخرہ کا چہرہ کھل اُٹھا، بلقیس نے کہا

" آپا مشکل آسان ہوگئی "

فاخرہ بولی

" خدا نے غیب سے سامان کر دیا! "

پروین بدستور سوچ رہی تھی، اتنے بڑے دل والی وہ کون عورت ہوسکتی جو اپنا منہ دکھاتے ہوئے شرمائے۔

فیروزہ زندگی میں پہلی بار آج خوشی کے اُڑن کھٹولے پر اُڑی چلی جارہی تھی بات بات پر مسکراتی تھی، آج اگر کوئی اسے ایک لاکھ روپیہ دے دیتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی، جو ساری پونجی پروین کے ہاتھ پر رکھ دینے سے حاصل ہوئی تھی۔

"کاروبار میں یہی ہوتا ہے!"

"جی ہاں! میں جانتا ہوں، اسی لیے تو مجھے کچھ غم نہیں ہے!"

"اب بھلا کاہے کو آئیں گے آپ اس شہر میں!"

"یہ نہ کہیے، ضرور آؤں گا، آپ کے جو احسانات اور جو عنایتیں میرے حال پر مبذول رہیں، انہیں میں بھول نہیں سکتا، وہ میرے دل پر نقش ہیں"

"مجھے شرمندہ نہ کیجیے، آپ نہ ہوتے تو میں تباہ ہو جاتی!"

"لیکن تباہی سے آپ میرے ہوتے ہوئے بھی نہ بچ سکیں"

پروین پھر لاجواب ہو گئی، اس نے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا

"آج شام کا کھانا میرے ساتھ کھائیے گا، آخری دفعہ ایک بار اور ساتھ ساتھ کھا لیں!"

آخری کے لفظ پر اشفاق چونکا، پروین نے بھی اسے بھانپ لیا اس نے کہا۔

"آپ اتنی دور جا رہے ہیں، خدا جانے آپ کا کب آنا ہو، ہو بھی یا نہ ہو، کون کہہ سکتا ہے!"

اشفاق کے دل پر ان الفاظ سے آرے چل رہے تھے، لیکن وہ بھی چٹان سے کم نہ تھا، ان آروں کو اس نے سہہ لیا، اور کہا

"میں حاضر ہو جاؤں گا شام کو"

وہ جانے کے لیے اٹھا، اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، نہ جانے کیا بات ہوئی، کہ دونوں کے ہاتھ کچھ کانپ سے گئے۔

اس کے جانے کے بعد فاخرہ آئی، پروین نے اس سے کہا

تھپیڑے سہتے سہتے کیا بنتی ہے، اسے صرف چٹان جان سکتی ہے، کوئی اور نہیں جان سکتا، اس نے کہا

"جا رہے ہیں آپ؟"

"جی ہاں! اب میں جا رہا ہوں، اب میرا کام ہی یہاں کیا رہ گیا ہے؛ پہلے میں آپ کے کام آ سکتا تھا، اب نہیں آ سکتا، پھر رہ کر کیا کروں؟"

وہ شاید ابھی کچھ اور بھی کہتا، لیکن پروین نے گفتگو کا رخ یکسر بدل دیا اس سے پوچھا۔

"کب ارادہ ہے جانے کا؟"

"کل چلا جاؤں گا!"

"کہاں جا رہے ہیں آپ؛ اپنے وطن میرٹھ؟"

"وہاں جا کر کیا کروں گا، فی الحال میرا ارادہ بمبئی جانے کا ہے!"

"بمبئی؟ اتنی دور؟"

"جی بمبئی دور تو ہے لیکن تجارت کا مرکز ہے، اور اب میرا ارادہ یہی ہے کہ تجارت کروں!"

"تجارت! کاروبار ———— لیکن اس میں نفع نقصان دونوں کا احتمال ہے، اگر خدانخواستہ نقصان ہوا تو ————"

"تو کچھ نہیں، میرے پاس کوئی بڑی پونجی تو ہے نہیں، جو تھی اسے ہار چکا دوسری دفعہ بھی اگر ہار گیا تو سہہ لوں گا؟"

پروین کے چہرہ پر ایک ہلکی سی سرخی دوڑ گئی، اس نے کہا

...ں رونے لگتی تھی، لیکن اب وہ عمر بھر کے لیے بھاگا جا رہا ہے، تو نہ اسے رو سکتی
...ے نہ روتی ہے، ایسا کا ہے کو ہوگا، کوئی انسان! یہ انسان سے بڑھ کر ہے
...یں انسان تو ہرگز نہیں ہے۔

رات کو حسبِ وعدہ اشفاق آیا اور اس نے بلقیس اور فاخرہ اور پروین
...ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لیکن آج وہ معمول سے زیادہ کھویا کھویا سا تھا، پروین
...ے نیں سنبھالے ہوئے خاموشی کے ساتھ کھا رہی تھی، اور اشفاق پہ کبھی
...ی دزدیدہ نظر ڈال لیتی تھی، کون جانتا تھا، یہ لقمے حلق سے اتر کر زہر بنتے
...ے جا رہے ہیں؛ کسے معلوم تھا وہ کھانا نہیں کھا رہی ہے۔ لختِ دل کھا
...ہی ہے۔

کھانے کے بعد مجلس برخاست ہوئی، اشفاق نے پھر مصافحہ کے لیے ہاتھ
...ھایا، لیکن پروین ویسے ہی کھڑی رہی، اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا
...س نے صرف اتنا کہا
"الوداع!"

یہ کہا اور خاموش ہو گئی، فاخرہ نہ الوداع کہہ سکی، نہ مصافحہ کر سکی، بلقیس
...ے خدا حافظ بھی کہا، اور مصافحہ بھی کر لیا۔ اشفاق چلا گیا، پروین نے چپکے سے
...ٹھنڈی سانس لی، اور اپنے کمرہ میں آ گئی۔

کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

"اشفاق صاحب بمبئی جا رہے ہیں۔ آج شام کا کھانا وہ ہمارے ساتھ کھائیں گے ——— ان کے کھانے کی دیکھ بھال میں نے تمہارے سر ڈال رکھی تھی۔ اُمید ہے ایک دفعہ اور یہ کام تم خوش اسلوبی سے انجام دے لوگی!"

فاخرہ دل ہی دل میں اشفاق سے دست بردار ہو کر اسے پروین کے حوالے کر چکی تھی، لیکن دل میں محبت کی آگ اب تک سُلگ رہی تھی، وہ اب اشفاق کو نہ اپنا بنانا چاہتی تھی، نہ اس کی بننا چاہتی تھی، مگر یہ کہ اسے دیکھتی رہے، اس سے قریب رہے، اس سے باتیں کرنے کے مواقع اسے ملتے رہیں، آج اس خواہش کا بھی خاتمہ ہو گیا، اب وہ اشفاق کو کبھی نہ دیکھ سکے گی، اس سے کبھی نہ مل سکے گی، کبھی اس کے قریب نہیں جا سکے گی، یہ سوچ کر اس کا دل بھر آیا۔ پھر اس کے کان میں پروین کی آواز گونجنے لگی، "امید ہے آج ایک دفعہ اور تم یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دے لوگی" ان الفاظ میں کتنا درد تھا، لیکن اس کے بے پروا چہرہ کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ دردمند ہے؟ کون کہہ سکتا تھا، اس کا دل دھڑکتا ہے؟ اور اس میں آرزوئیں اور تمنائیں رہتی ہیں۔ وہ خاموشی کے ساتھ اپنے کمرہ میں آئی اور رونے لگی، اسے رونا اپنی محرومی پر بھی آ رہا تھا، لیکن اپنے سے زیادہ پروین پر آ رہا تھا، وہ سوچ رہی تھی، اور دل ہی دل میں غصہ کر رہی تھی، کہ پروین جب اشفاق کو چاہتی ہے تو اُسے جانے کیوں دے رہی ہے۔ اس کا دامن پکڑ کر روک کیوں نہیں لیتی؟ وہ بیمار پڑا تھا، تو دو بجے رات کو ٹیلی فون پر اُس سے خیریت دریافت کرتی تھی، اور پھر اکیلے اکیلے

دے گئے، شریف نے پیلے، نارنگی وغیرہ کی فصل کا انتظام کیا، اور یہ بھی بار آور
ہوں، ہر نئی فصل کے موقعہ پر ان چاروں قطعوں میں سے جو قطعہ بھی بہار پر آتا اس
پھل پھول فروخت کے لیے بازار میں بھیج دیئے جاتے اور ان سے ہر
معقول آمدنی ہو جاتی، اسی طرح اس نے یہ بھی طے کر لیا تھا، کہ ہر طالبہ اور معلمہ
وقت کا ایک حصہ، سوئیٹر بننے، رومال کاڑھنے، بیل دار اور پھول دار
کی چادریں اور تکیہ کے غلاف تیار کرنے، خوشنما جالی کے ریشمی اور
میز پوش اور پردے بنانے میں صرف کرے اور جو جو چیزیں تیار
وہ فوراً بازار بغرض فروخت بھیج دی جائیں، ایک معقول ذریعہ آمدنی
بھی تھا، اس کے علاوہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو مختلف حیلوں اور ذریعوں
ایک مخصوص رقم جو کبھی پانچسو سے کم نہیں ہوتی تھی۔ اسی برقعہ پوش
کی طرف سے پہنچ جاتی تھی، جو ایک مرتبہ ہزاروں روپیہ دے گئی تھی۔
ذرائع آمدنی سے تربیت گاہ کا کام چل رہا تھا، اگر حالت بہت زیادہ
بخش نہیں تھی، تو کچھ زیادہ تشویش انگیز بھی نہیں تھی۔

کافی مدت گذر گئی، اس عرصہ میں پروین کے اندر بہت سی تبدیلیاں
سب سے بڑی تبدیلی یہ ہوئی کہ اس پر سنجیدگی اور خاموشی غالب آگئی
وہ ہر وقت یکسر باغ و بہار بنی رہتی تھی، اب مرجھایا ہوا پھول بن
اس کا حسن اب بھی غضب کا تھا، لیکن تازگی اور شادابی رخصت ہو
تبسم کا اضمحلال، ایک قسم کی افسردگی ہر وقت چھائی رہتی تھی۔ وہ اب
تی تھی، لیکن صاف معلوم ہوتا تھا، زبردستی ہنس رہی ہے، وہ

باب ۴۹

غمِ پنہاں

تربیت گاہ کا کام اب اچھی طرح سے چل رہا تھا، فیروزہ کی خفیہ امداد نے اس گرتے ہوئے گھر کو سنبھال لیا تھا، پروین ساری قوت "خود کفالتی پروگرام" پر صرف کرتی رہی تھی، جس کا مقصد یہ تھا، کہ تربیت گاہ کی ہر متعلمہ اور معلمہ پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ محنت مزدوری بھی کرے، اور اس طرح جو آمدنی ہو، وہ تربیت گاہ کی تعمیر و استحکام پر صرف کی جائے۔

خود کفالتی پروگرام کی انچارج خود پروین تھی، اور اسے کامیاب بنانے میں ادارہ کی ہر ہستی پوری سچائی اور خلوص کے ساتھ تعاون کر رہی تھی۔ تربیت گاہ کے احاطہ میں بہت بڑا قطعہ زمین بالکل افتادہ تھا۔ اور اس سے اب تک کوئی کام نہیں لیا گیا تھا، سب سے پہلے پروین نے اس طرف توجہ کی اور اسے تختہ گلزار بنا دیا، ایک گوشہ میں بہت سی دیسی اور بدیشی پھولوں کی کیاریاں لگائیں ان کے بیج بوئے اور اس پھلواری کی اس اہتمام کے ساتھ نگہداشت کی کہ پھول جلد کھلنے لگے ایک دوسرے قطعہ پر اچھی قسم کی ترکاریوں کی کاشت کا بندوبست کیا، اس میں خاصی کامیابی ہوئی۔ ایک تیسرے قطعہ پر قلمی آموں کا ایک باغ لگایا، اور وہ بھی پھل لانے لگا۔ ایک چوتھے قطعہ پر موسم کے

عیش و عشرت میں بسر ہوئی ہو، جس نے عمر بھر نوکروں اور نوکرانیوں پر حکومت کی ہو، جو سونے چاندی میں تلتی اور کھیلتی رہی ہو جیسے دنیا جہان کی کوئی فکر نہ ہو، اس کا سب کچھ چھن جائے اسے لوٹ کر تباہ کر دیا جائے، اسے محنت مزدوری کر کے زندگی بسر کرنا پڑ رہی ہو اور اپنے ساتھ ایک پورے خاندان کے کھانے کپڑے، تعلیم و تربیت دیکھ بھال کی فکر ہو، وہ ہنسنا اور مسکرانا بھول نہ جائے۔ تو کیا کرے، وہ تو کہو اس کا دل ہے جو خاموشی سے اتنے بڑے غم کو جھیل رہی ہے ہم ہوتے اس کی جگہ تو روتے روتے اور چیختے چیختے آسمان سر پہ اٹھا لیتے، بلقیس تائید میں آواز بلند کرتی" اور کیا!

البتہ فاخرہ کسی سے کچھ کہتی تو نہیں تھی۔ لیکن دل ہی دل میں اس توجیہہ سے بالکل مطمئن نہیں تھی، اس گھر میں صرف وہی جانتی تھی، پروین کا اصل غم کیا ہے؟ اس کا اصل دکھ کیا ہے؟ وہ پروین کی فطرت سے واقف تھی، اسے یقین تھا ایسی ایسی دس ہزار جائیدادیں بھی اگر پروین سے چھین لی جائیں تو اس کی پیشانی پر شکن نہ آتی، اس نے اپنے ذاتی مصارف ہمیشہ محدود رکھے، اب بھی وہی کھاتی ہے، جو پہلے کھاتی تھی، اب بھی وہی پہنتی ہے جو پہلے پہنتی تھی، یہ غم اسے جائیداد چھن جانے کا نہیں ہے اس دولت کے لٹ جانے کا ہے جو اشفاق کی صورت میں اسے ملی تھی۔ لیکن یہ عورت نہیں چٹان ہے، یہ کسی سے کچھ کہتی نہیں، کسی کو ہمراز اور دمساز نہیں بناتی، چٹان کی طرح خاموش ہے، اور چٹان کی طرح آہستہ آہستہ گھستی چلی جا رہی ہے۔

اور خود پروین کا کیا حال تھا وہ دن بھر مصروف رکھتی تھی، اپنے تئیں رات کو دس گیارہ بجے تک تربیت گاہ کی لڑکیوں میں پھنسی رہتی تھی لیکن جب اپنے کمرہ

اب بھی مسکراتی تھی۔ لیکن ہر شخص تاڑ سکتا تھا، اس مسکراہٹ میں آمد نہیں ہے آورد ہے۔ وہ باتیں کرتی تھی، لیکن باتوں میں شوخی اور زندہ دلی نہیں تھی ایک جمود تھا، ایک درد تھا۔

بلقیس نے لاکھ لاکھ بہلانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکی فاخرہ نے ہزاروں لطیفے سنا ڈالے، لیکن مرجھائی ہوئی کلی نہ کھل سکی، ماہ رخ آئی، آتی رہی، اس نے گدگدایا، قہقہے لگائے، ہنسی، لیکن ہنسا نہ سکی۔ سب نے ہار مان لی۔ رضیہ بیگم نے رو رو کر اس کے غم پنہاں کا راز معلوم کرنا چاہا، لیکن ان کے آنسو بھی اس گرہ کو نہ کھول سکے۔ لوگ پوچھتے تھے، کیا بات ہے، تم بدل کیوں گئی ہو؟ وہ کہتی تھی، میں تو ذرا بھی نہیں بدلی، جو تھی وہی ہوں۔ لوگ کہتے تھے پھر تم ہنستی کیوں نہیں؟ وہ اسے واہ کہہ ہنس دیتی تھی۔ لوگ کہتے تھے تم مسکرانا بھول گئیں، وہ مسکرا دیتی اور کہتی یہ دیکھو مسکرا جو رہی ہوں، لوگ کہتے تھے، تمھاری وہ شوخی اور زندہ دلی کیا ہوئی، جواب دیتی، کھیتی باڑی کیاری پھلواری، سینا پرونا شوخی اور زندہ دلی سے زیادہ ضروری کام ہے وہ اپنے جواب سے سب کی زبان بند کر دیتی تھی، لیکن دل میں جو کھٹک ہوتی تھی اسے دور نہیں کر پاتی تھی۔ اس کا جواب سن کر سب خاموش ہو جاتے تھے، لیکن اسے دیکھ دیکھ کر سب سوچا کرتے تھے اس کی یہ حالت کیوں ہے، کس لیے ہے؟

رضیہ بیگم اور بلقیس نے آخر تھک ہار کے یہ توجیہہ کی تھی، اور مطمئن ہو گئی تھیں کہ سارا غم جائداد کے چھن جانے کا ہے۔ غضب خدا کا جس کی ساری زندگی

رے تو ابھی ادھی کب تھی کہ اپنے کیئے دھرے پر آپ پانی پھیر دے مرد کے
ستانہ عشرت کو آباد کرے اور اپنی قوم کے لیے جو پناہ گاہ بنائی تھی اسے اپنے
خون توڑ دے عورت جب کسی کی ہو جاتی ہے تو کسی اور کی نہیں رہتی، وہ اشفاق
ین کر ایک بہت بڑے مقصد کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی، وہ اپنی زندگی
ں عورت کی سر بلندی اور مرد کے ظلم و جور کی بیخ کنی میں صرف کر دینا چاہتی تھی۔
ب اگر کوئی مرد اس کی زندگی میں آجاتا ہے تو آجائے لیکن وہ اس کی نہیں بن سکتی،
کے فراق میں اس کی محبت میں گھل گھل کر مر سکتی ہے لیکن اسے پاکر زندہ رہنا
یں چاہتی، یہ سب کچھ دیکھ کر اور سمجھ کر فاخرہ اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھی کہ
وردی میں دو آنسو بہا لے۔

تربیت گاہ جتنی جتنی ترقی کر رہی تھی، عام خواتین کا رجحان جتنا جتنا تربیت
ہ کی طرف بڑھ رہا تھا، پروین کی صحت اسی تناسب سے گھٹ رہی تھی اور کمزور
و رہی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیمار پڑ گئی، حکیم اور ڈاکٹر اسے اچھا کر سکتے ہیں جو اچھا
ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لیکن جس نے خود مرنے کی ٹھان لی ہو اسے کون اچھا
کر سکتا تھا۔؟

طبیبوں کی سختی کے ساتھ یہ ہدایت تھی کہ وہ مکمل آرام کرے، ذہنی، دماغی
ر کام یکسر ترک کر دے لیکن اس کا یہ حال تھا، کہ وہ سارا سارا دن دھوپ
یں کھڑی رہ کر، کھیت اور باغ اور پھلواری کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی، رات
و وہ تربیت گاہ کی لڑکیوں کو زندہ رہنے اور خودداری کے ساتھ زندہ رہنے
ا سبق پڑھایا کرتی تھی اور رات گئے جب اپنے کمرہ میں پہنچتی تھی تو آنسو پونچھتی ہوئی

میں سونے کے لیے آتی تھی تو ایک بار اشفاق کی تصویر کو میز پر رکھ کر اس کے سامنے تھوڑی دیر کے لیے ضرور بیٹھتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا، وہ تصویر سے باتیں کرے گی، لیکن اس کی گفت گو خاموشی تھی، یا آنسوؤں کے وہ بڑے بڑے قطرے جو اس کی آنکھ سے ٹپکا کرتے تھے، وہ تصویر کے سامنے جب بیٹھتی تھی تو وہ آویزے ضرور پہن لیتی تھی، جن کی ایک بار اشفاق نے تعریف کی تھی، اور جب تصویر کو پرے رکھ کر وہ سونے کے لیے لیٹتی تھی تو آویزوں کو بھی اُتار کر الگ رکھ دیتی تھی ان آویزوں کا راز کسی کو بھی نہیں معلوم تھا، فاخرہ کو بھی نہیں، لیکن یہ وہ خزانہ تھا، جسے پروین اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی۔

ایک روز جب وہ سونے کے لیے آئی، اور اشفاق کی تصویر سے باتیں کرنے کے لیے بیٹھی، تو دروازہ بند کرنا بھول گئی، اتنے میں کسی کام سے فاخرہ آئی، اس نے دیکھا پروین بڑی محویت کے ساتھ اشفاق کی تصویر کو دیکھ رہی ہے اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ کمرے میں کون گھس آیا ہے، فاخرہ آنکھوں میں آنسو بھرے اُلٹے پاؤں واپس چلی گئی، وہ پروین کی محبت دیکھ دیکھ کر اپنی محبت بھولی جا رہی تھی، اسے اپنی محرومی پر رونا نہیں آتا تھا، پروین کی محرومی اسے رونے پر مجبور کر دیتی تھی وہ دیکھتی تھی، جانتی تھی، پروین اشفاق کی محبت میں ہلکان ہوئی جا رہی ہے لیکن ایک لفظ زبان سے نہیں نکال سکتی تھی۔ وہ پروین کی افتادِ مزاج سے واقف تھی، اسے اندیشہ تھا کہ اگر پروین کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کا راز کوئی دوسرا جانتا ہے تو وہ حالت کو زیادہ بگاڑ لے گی۔ اس نے اپنی زندگی عورت کی خدمت کے لیے اور مرد کے اقتدار بیجا کو توڑنے کے لیے وقف کر دی تھی اسے یہ زیبا کب تھا کہ وہ کسی مرد سے محبت کرے اور

پروین کو دیکھ کر ماہ رخ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا

"تم نے اپنی کیا گت بنا رکھی ہے؟"

وہ بولی

"کچھ بھی نہیں اچھی خاصی ہوں، فاخرہ اور بلقیس نے خواہ مخواہ ایک اودھم
مچا رکھا ہے میری بیماری کا!"

"تم نے آئینہ کب سے نہیں دیکھا ہے؟"

"آئینہ دیکھنے کی میری عادت ہی نہیں ——— کیوں؟"

"ذرا اپنے اترے ہوئے چہرہ، اپنے بیمار جسم، اپنی زار حالت پر ایک نظر
ڈالتیں!"

وہ مسکرائی، اس نے کہا

"میں سمجھ گئی، تمہیں فاخرہ یا بلقیس نے سکھا پڑھا کر بھیجا ہے!"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ کسی کے کہنے میں آجاؤں گی ——— خدا
کے لئے اپنے اوپر رحم کرو، تم نہ رہیں تو تربیت گاہ بھی اجڑ جائے گی!"

"وہ نہیں اجڑ سکتی، بلقیس اور فاخرہ مجھ سے زیادہ کامیابی کے ساتھ
چلائیں گی!"

ماہ رخ نے جل کر کہا

"تم طے کر چکی ہو کہ مر جاؤ گی؟ ——— ——— پھر خودکشی کیوں
نہیں کر لیتیں؟"

"گناہ جو ہے!"

اشفاق کی تصویر سامنے رکھ کر بیٹھ جاتی تھی اور گھنٹوں بیٹھی رہتی تھی۔

شاید وہ چلتے وقت اشفاق سے اپنی محبت کا اظہار کر دیتی۔ لیکن اوّل تو اسے وہ عورت کی شان کے خلاف تصور کرتی تھی کہ خود عورت کسی سے محبت کا اظہار کرے دوسرے وہ جانتی تھی کہ مرد ہاتھ پکڑتے پکڑتے پہونچا پکڑنے لگتا ہے۔ اسے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی عورت اس سے محبت کرتی ہے۔ تو محبت کی زنجیر ہو، یا اقتدار کی بیڑی، وہ اسے بغیر گرفتار کیے ہوئے نہیں رہتا۔ اور وہ نہ اس پستی کا مظاہرہ کرنے پر تیار تھی، کہ خود سے محبت کا اظہار کرے نہ یہ برداشت کر سکتی تھی کہ مرد کے اقتدار کے خلاف کام بھی کرے اور اس کی گود میں بیٹھے، نہ اسے یہ پسند تھا، کہ اپنی محبت پر ایک بہت بڑے نصب العین کو قربان کر دے۔

اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی بیماری تشویش انگیز حد تک بڑھ گئی پھر بھی اس کی مصروفیت اور انہماک میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر بلقیس اور فاخرہ کا ایک وفد ماہ رخ کے پاس پہنچا۔ اور اس نے کہا، صرف تم پروین کی زندگی بچا سکتی ہو۔ اس کی صحت بہت زیادہ گر چکی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے، وہ اپنی زندگی سے اکتا گئی ہے اور اسے جلد از جلد ختم کرنے کے لیے ناقابل برداشت محنت کر رہی ہے۔

ماہ رخ یوں تو برابر تربیت گاہ جاتی رہتی تھی لیکن ادھر دو مہینہ سے وہ بالکل نہ جا سکی تھی، کچھ خانگی الجھنیں ایسی تھیں کہ فرصت ہی نہیں ملتی تھی، چند روز کی بات ہے کہ اسے پروین کی بیماری کی سن گن ملی۔ اور آج بلقیس و فاخرہ سے معلوم ہوا کہ معاملہ اس نازک حد تک پہنچ چکا ہے۔ وہ فوراً ان دونوں کے ساتھ چل پڑی۔

اپنی دلچسپی کا مرکز بنالیں گے، لہٰذا ذرا احتیاط کی ضرورت ہے"!

"لیکن یہ بچے انھیں کے تو ہیں"!

"کیا معلوم! سنتے تو یہی ہیں"؟

ماہ رخ نے کہا

"بیمار ہو لیکن شرارت نہیں جاتی، فقرہ سر کرنے کا کوئی موقعہ مل جائے تم چوکتی نہیں"!

"بیمار ہوتی تو میری شرارت بھی بیمار پڑ جاتی، میں تو اچھی خاصی ہوں، یہ بلقیس اور فاخرہ کا پروپیگنڈا ہے۔"

"پروپیگنڈا ہو یا کچھ، تم چلو میرے ساتھ، یہاں رہو گی کام سے باز نہیں آؤ گی وہاں میں تمھیں ہل کے پانی نہیں پینے دوں گی"!

پروین نے کہا

"تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو، ماہ رخ یہ میں جانتی ہوں، لیکن میں تربیت گاہ سے کتنی محبت کرتی ہوں، شاید تم اسے نہیں جانتیں، میں یہاں سے صرف مر کے نکل سکتی ہوں"!

"ہمیشہ کے لیے نہیں، چند دن کے لیے"؟

"یہ بھی نہیں ہو سکتا، میں نے عارضی طور پر اگر اپنا کام چھوڑا اور یہاں سے باہر قدم نکالا تو واقعی بیمار پڑ جاؤں گی اور وہ بیماری میری موت کا پیش خیمہ ہو گی۔

ماہ رخ خاموش ہو گئی اور پروین باتیں کرتے کرتے نڈھال ہو چکی تھی نیم بیہوش ہو کر بستر پر گر پڑی ماہ رخ چیخی، سب لوگ جمع ہو گئے۔

"گناہ نہ ہوتا تو کر لیتیں؟"

"پھر شاید سوچتی اس مسئلہ پر!"

"آخر تم زندگی سے اتنی بیزار کیوں ہو؟"

"لطف کیا ہے زندگی میں؟ پہلے یہ بتاؤ!"

"زندہ رہنے کے لیے آدمی کیا کچھ نہیں کرتا، یہ ساری ہماہمی زندگی ہی کی تو ہے؟"

"ہوگی، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان زندہ رہنے سے زیادہ مرنے کا اہتمام کرتا ہے!"

ماہ رخ نے کہا

"یہ آج تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

پروین نے مسکرا کر جواب دیا۔

"بے تکی ——— لیکن تم بھی تو ایسی ہی باتیں کر رہی ہو، جیسا سوال ویسا جواب ——— چھوڑو اس قصہ کو، کام کی باتیں کرو، کہو تمہارا ننھا بچہ کیسا ہے؟"

"اچھا ہے!"

"اب بڑی تیزی سے پیدا کرنے لگی ہو، ایسا نہ ہو، پھر سر پر ہاتھ دھر کے روؤ!"

"خدا نہ کرے، یہ کیوں؟"

"بچوں سے دلچسپی لینے لگو گی، اور ہمارے وکیل صاحب کسی اور کو اپنی

میں فوج کے آرڈر دلواؤں گا اور بعض چیزوں کا ٹھیکہ بھی دے دوں گا۔"

اشفاق نے انگریز افسر کی ہدایت پر عمل کیا، ملازمت ترک کر دی اور اپنی تھوڑی سی پونجی لے کر فوج کو مال سپلائی کرنے لگا، اس نے یہ بات یاد رکھی کہ تجارت میں کامیابی کی پہلی شرط ایمانداری ہے اس نے جو مال دیا، اس میں کبھی دھوکہ نہیں کیا، جو نمونہ دکھایا، وہی مال سپلائی کیا، رفتہ رفتہ اس نے اتنا زیادہ اعتبار و اعتماد حاصل کر لیا کہ بہت بڑا سپلائر اور ٹھیکیدار بن گیا، اس نے چند ہزار سے یہ تجارت شروع کی تھی، اور اب لاکھوں روپیہ کا مالک تھا۔

لیکن کیا وہ پروین کو بھول گیا تھا؟ تجارت کی کامیابیوں اور روپیہ کی ریل پیل نے وہ سودا اس کے دماغ سے نکال دیا تھا جسے لے کر وہ یہاں آیا تھا؟ یہ بات نہیں تھی، وہ اپنے کام کو بڑی مستعدی سے محنت کے ساتھ انجام دیتا تھا لیکن پروین کی یاد دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ اسے ستاتی رہتی تھی، اس نے لاکھوں روپے کمائے، لیکن زرداروں کی عادتیں نہ سیکھیں، وہ کسی کلب کا ممبر نہیں تھا۔ کسی سوسائٹی کا رکن نہیں تھا، کسی حلقۂ یاراں کا شریک نہیں تھا، وہ فلمیں نہیں دیکھتا تھا، تھیٹر نہیں جاتا تھا، گانے والیوں اور ناچنے والیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا، وہ دن دفتر میں گذارتا تھا اور شام ہوتے ہی اپنے گھر چلا آتا تھا۔ اور یہاں آکر سب کچھ بھول جاتا تھا، پروین کی یاد کے سوا!"

•

کاروباری ترقی کے ساتھ ہی ساتھ اس کے بہت سے نیازمند اور دوست پیدا ہوئے جنھوں نے کوشش کی کہ وہ فنونِ لطیفہ سے دلچسپی لینے لگے کسی نے شراب کی طرف اشارہ کیا، کسی نے کوٹھے کی طرف کسی نے حسن و جمال کے

باب ۵۰

نئی زندگی

دو ڈھائی سال کی اس مدت میں اشفاق کہیں سے کہیں پہنچ گیا، وہ بمبئی جب آیا تھا، تو ایک بے مایہ انسان تھا جس کی جیب میں ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کی پونجی نہیں تھی۔ اور آج وہ لکھ پتی تھا، کئی بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کا ڈائرکٹر، ایک بہت بڑی اکسپورٹ اور امپورٹ کی کمپنی کا مالک!

وہ تجارت کی حسرت لے کر بمبئی آیا تھا، لیکن اتنی چھوٹی سی پونجی کاروبار کے لیے قطعاً ناکافی تھی، وہ سیٹھ حسن علی کی کمپنی میں ملازم ہو گیا جہاں اس نے اتنی محنت اور دیانت سے کام کیا کہ بہت جلد منیجری کے درجہ تک پہنچ گیا، منیجری کے زمانہ میں اس نے سیٹھ صاحب کی تجوری سونے چاندی سے بھر دی اور خود معمولی تنخواہ پر قناعت کرتا رہا، فوج کا ایک انگریز افسر جسے اس کمپنی سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا تھا، اشفاق سے بہت خوش تھا، ایک روز باتوں باتوں میں اس نے کہا

"تمہارے جیسا ایمان دار آدمی، تجارت میں بہت جلد چمک سکتا ہے تجارت میں پہلی شرط ایمانداری ہے۔"

پھر اس نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا

"اگر تم میرا مشورہ مانو تو ملازمت ترک کر دو اور اپنا کاروبار شروع کر دو، میں

اشفاق نے ایک تبسم کے ساتھ سوال کرنے والے کو جواب دیا۔

"فی الحال تو میرا مقصد یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کر لوں، جب میزان دس لاکھ تک پہنچ جائے گی، اس وقت فیصلہ کروں گا کہ اس روپیہ کا مصرف کیا ہوگا"؟

"دس لاکھ؛ آج تو جمع ہونے نہیں بھئی!"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں!"

"جب تک دل بھی مر چکے گا!"

"یہ کیوں؟"

"ارے اور کیا ——— جو کما لیا بہت ہے، خدا کا شکر کرو اور موج اڑاؤ، ذرا گھر سے باہر نکلو دیکھو دنیا کیا ہے دنیا میں کیا کیا ہے؛ زندگی کیا ہے؛ زندگی کے مزے کیا ہیں؛ مُردہ دِل خاک جیا کرتے ہیں یہ بھی کوئی زندگی ہے؛ دفتر سے نکلے مسجد، مسجد سے نکلے دفتر، میں تمہارے گھر کو مسجد ہی سمجھتا ہوں"؛

اشفاق نے کہا

"خدا کا شکر تو میں اس وقت بھی کرتا تھا جب میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ باقی رہا موج اڑانے دنیا دیکھنے اور زندگی کے مزے لوٹنے کا معاملہ تو کسی حد تک یہ سب کام کرتا رہتا ہوں اور وسیع پیمانہ پر اس وقت کروں گا جب دس لاکھ جمع کر لوں گا!"

دوست نے کہا

"آج معلوم ہوا آپ تو چھپے رستم نکلے حضرت!"

باوقار ہیں اسے بے جانے کی کوشش کی کسی نے عیش اور عیاشی کے سبق پڑھانے چاہے، لیکن کسی کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوئی، اسے شراب سے نفرت تھی۔ اسے عورت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اسے عیاشی کا چسکا ذرا بھی نہیں پڑا تھا، وہ سادہ کھانا کھاتا تھا، سادہ کپڑے پہنتا تھا، سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔

شکاریوں نے جب دیکھا کہ وہ کسی طرح اسیر دام نہیں کرسکے، تو اس کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کردیئے، کسی نے کہا نامرد ہے، کسی نے کہا ہیجڑا ہے، کوئی یہ دور کی کوڑی لایا کہ اس کا شجرہ نسب سے ملتا ہے، یہ دولت پیدا کرنا جانتا ہے، خرچ کرنا نہیں جانتا، کسی نے مشہور کیا یہ پہلے جنم میں سانپ تھا، جو خزانہ پر بیٹھا رہتا ہے، اور کسی کو اس کے قریب نہیں آنے دیتا، غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ وہ اس سے قطعاً بے پروا تھا، کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے اور کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس کے صرف دو کام تھے، پروین کو یاد کرنا اور دولت کا انبار جمع کرنا، پروین کو یاد کرتے ہوئے اسے کوئی نہیں دیکھ پاتا تھا، دولت کے انبار جمع کرتے ہوئے سب دیکھ رہے تھے، بعض دل جلے تو عاجز آکر یہ پیشین گوئی کرنے لگے تھے، کہ اس کی ساری دولت پر جب یہ مرجائے گا حکومت قبضہ کرلے گی، کیونکہ کوئی اس کا وارث تو ہے نہیں، یہ گورنمنٹ کا بیٹا ہے۔ اپنے لیے نہیں، سرکار کے لیے دولت جمع کرتا ہے۔

ایک بے تکلف دوست نے ایک روز آخر جی کڑا کرکے سوال کر ہی ڈالا

”اماں یہ تو بتاؤ آخر یہ لاکھوں روپے جو تم نے جمع کرلیے ہیں کیا ہوں گے؟ ان کا مصرف کیا ہے؟“

باب ۵۱

بستر علالت

ماہ رخ کے سامنے پروین کی حالت جو بگڑی تو پھر نہ سنبھل سکی، وہ اس طرح بستر پر گری کہ بہترین علاج اور تیمارداری کے باوجود تندرست نہ ہو سکی، بار بار غشی کے دورے پڑتے تھے، ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے، دل ڈوبنے لگتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا نبضیں ساقط ہو گئیں ہیں۔ دل کی دھڑکن بند ہو گئی ہے کچھ دیر کے بعد نبض آہستہ آہستہ پھر چلنے لگتی تھی۔ دل رساں رساں پھر دھڑکنے لگتا تھا۔ پر رفتار اور دھڑکن ہر مرتبہ پہلے کے مقابلہ میں کمزور تر ہوتی تھی۔

حکیم اور ڈاکٹر قوت کی دوائیں دیتے دیتے تھک گئے، مگر وہ پروین کے چہرہ کو لالہ زار نہ بنا سکے۔ وہ ایک مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونکنا چاہتے تھے، بھلا کہیں ایسا ہوا ہے کہ موت زندگی سے بدل جائے۔ سب سمجھتے تھے، پروین زندہ ہے اور کوشش کی جائے تو زندہ رہے گی، لیکن اسے کوئی نہ جانتا تھا، وہ تو آج سے ڈھائی سال پہلے مر چکی تھی، اسی روز اس کا دم نکل گیا تھا، جب اشفاق گیا تھا۔

جب تک چلنے پھرنے کی سکت تھی، تنہائی میں اشفاق کی تصویر کے سامنے بیٹھنے کا موقعہ مل جاتا تھا اور وہ زبان خموشی سے اپنے دل کی داستان اسے سنا دیا

"یہ کیسے جانا آپ نے ؟"

"ابھی تو اقرار کیا ہے حضور نے زندگی کے مزے اُڑانے کا ——— لیکن اکیلے اکیلے اگر یاروں کے ساتھ گلچھرّے اُڑاتے تو لطف کچھ اور بڑھ جاتا ۔"

"وہ کیسے ؟"

"تم لاکھ دولت مند سہی ، پھر اناڑی ہو ، ہمارے ساتھ چلو کبھی تو وہ کوچے دکھاؤں کہ یاد کرو زندگی بھر ، ہاں یہ ہوتی ہے تڑپتی ہوئی زندگی ، وہ مال آیا ہے کشمیر سے کہ دیکھو گے تو پھڑک جاؤ گے ، برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن ——— "

اشفاق نے کہا

واقعی آپ نے دوستی کا حق ادا کر دیا ، لیکن اگر کشمیر کے مال پر میں نے توجہ کی تو پھر دس لاکھ کا پروگرام خاک میں مل جائے گا ۔ میں پہلے اُسے مکمل کر لینا چاہتا ہوں ۔ پھر کشمیر کے دساور پر قبضہ کروں گا ، کیا سمجھے ؟

وہ سمجھا تو کیا خاک ، لیکن اس نے جواب دیا ۔

"سمجھ لیا ——— نہ نو من تیل ہوگا ، نہ رادھا ناچے گی ، اچھا بھائی ہم چلے ۔"

دوست صاحب تشریف لے گئے اور اشفاق ان کے جانے کے بعد پھر پروین کی یاد سے باتیں کرنے لگا !

مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے، میں سب کچھ جانتی ہوں"!

پروین نے لیٹے لیٹے تحسین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے لیے کہا

"کیا معلوم ہے، تمھیں؟ کیا جانتی ہو تم"؟

"تم کس طرح تباہ ہوئیں، کس طرح تمھاری جائداد اور املاک چھنی، کس طرح تم امارت کی گود سے اچھل کر غربت اور تباہی کے غار میں گر گئیں۔ ایسے حادثات پر آدمی خودکشی تک کر لیتے ہیں، لیکن پروین کو ان باتوں سے بہت بلند ہونا چاہیے"؟

وہ مسکرائی اور بولی۔

"تمھاری پروین ان باتوں سے بہت بلند ہے، اطمینان رکھو —— جائداد کے چھن جانے کا مجھے اتنا غم بھی ہے، جتنا کسی کو دس روپیہ کے نوٹ کے گُم ہو جانے کا ہوتا ہے، روپیہ ہاتھ کا میل ہے، آیا اور گیا۔ اس کا غم کرنا کیا"!

"پھر کس غم میں گھلی جا رہی ہو، کون سا روگ لگ گیا ہے تمھیں"؟

"کوئی غم نہیں، کوئی روگ نہیں، بیمار سب پڑتے ہیں، اگر میں بھی بیمار پڑ گئی تو کون سا غضب ہو گیا"!

"کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے، میں نہیں مانتی"!

"کوئی بات نہیں، تربیت گاہ میری زندگی بن چکی ہے، اگر جائداد کے چھن جانے کا یہ اثر ہوتا کہ وہ بند ہو جاتی، تو شاید میں غم ستاتی۔ لیکن خدا بلقیس اور فاخرہ کو سلامت رکھے، وہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے، پھر غم کیا؟ فکر کا ہے کی"؟

کچھ دیر خاموش رہ کر پروین نے پوچھا۔

"تمھیں میری بیماری کا حال کیسے معلوم ہوا"؟

کرتی تھی، لیکن جب سے وہ بیمار پڑی تھی، اس آسائش سے بھی محروم ہو گئی تھی۔ اشفاق کی تصویر بالکل سامنے میز پر دھری تھی، لیکن وہ اسے جی بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتی تھی، اس کے سامنے بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی، اس سے باتیں بھی نہیں کر سکتی تھی وہ اچھی بھلی ہوتی، تو اس غم میں بیمار پڑ جاتی، بیمار تھی، اس لیے موت سے قریب ہو گئی، تیمار دار دوائیں پلاتے تھے، تسلی اور تشفی کی باتیں کرتے تھے، احتیاط اور پرہیز کی تاکید کرتے تھے، لیکن کوئی ایسا نہ تھا کہ جو اشفاق کو یا اس کی تصویر کو لا کر سامنے رکھ دیتا، ممکن تھا وہ پھر اچھی نہ ہوتی، لیکن چھنا ہوا سکون تو بہر حال واپس مل جاتا۔

ایک روز وہ اپنے بستر علالت پر نڈھال پڑی ہوئی تھی، فاخرہ اور بلقیس پٹی سے لگی بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک جوان اور تندرست عورت گہنے سے لدی پھندی پھول کی طرح کھلی ہوئی اور ناگن کی طرح بل کھاتی آتی ہوئی دکھائی دی اسے دیکھ کر بے ساختہ پروین کے منہ سے نکلا۔

"تحسین!"

وہ آئی اور پروین سے لپٹ کر رونے لگی، اس نے کہا

"ہاں پروین میں آگئی ——————— لیکن یہ تمہاری حالت کیا ہو رہی ہے، سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہو، آخر کیا بیمار ہو تم؟"

"بیمار ——————— میں بالکل بیمار نہیں ہوں، لیکن لوگوں نے تندرستی کا نام بیماری رکھ لیا ہے۔"

"میری پروین تجھے اس حالت میں دیکھ میرے سینے میں کوئی برچھیاں مار رہا ہے۔

اور دو رو کے مجھے اپنے ساتھ لائے صرف اس لیے کہ تم سے میں ان کا گناہ بخشوا دوں۔"

پروین غور سے تحسین کی باتیں سنتی رہی، اس نے کہا

"اگر انھوں نے اپنی غلطی کا احساس کر لیا ہے تو مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں، تم کہہ دو میں نے معاف کر دیا!"

"یہ تمھارا دل ہے کہ تم نے انھیں معاف کر دیا، لیکن جو نقصان ان کی ذات سے تمہیں پہنچا ہے اس کی تلافی تو نہیں ہو سکتی!"

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے!"

"لیکن ہمیں تو ہے!"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"میں تیس ہزار کا یہ چیک لائی ہوں، ہم بھائی بہن کی طرف سے تربیت گاہ کے لیے قبول کر لو!"

پروین نے کہا

"ضرور لے لیتی، اگر تم نے تلافی کا نام نہ لیا ہوتا، تربیت گاہ کی مدد جو چاہے کر سکتا ہے، مگر میں کسی کی مدد نہیں قبول کر سکتی۔"

"لیکن یہ تو تربیت گاہ ہی کے لیے ہے!"

"نہیں اس کے پڑے میں میرے لیے —— اسے رکھ لو!"

"تم میرا دل توڑ رہی ہو، میرے گنہگار بھائی پر ظلم کر رہی ہو!"

"بالکل نہیں، تم میری بہن ہو، اور اب میں فیاض صاحب کو بھی اپنا بھائی سمجھتی ہوں، محبت کا اظہار روپے پیسے سے نہیں ہوتا!"

"فیاض بھیا سے!"

"انھوں نے اب تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا، اب بھی وہ ہیرا پھیری سے باز نہیں آتے!"

تحسین نے پُرنم آنکھوں سے پروین کو دیکھا اور کہا

"اسی لیے تو ممبئی سے لائے ہیں مجھے!"

"کس لیے؟"

"میں تو یہاں سے کالے کوسوں دور ممبئی میں دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑی ہوئی زندگی بسر کر رہی تھی۔ پالا ایسے آدمی سے پڑا ہے جو سایہ کی طرح ساتھ رہتا ہے، پھر بھیا پہنچے، کہنے لگے یہ معافی دلا دیں میں فوراً انھیں واپس پہنچا جاؤں گا۔ تب جا کے ایک ہفتہ کے لیے آنے دیا ہے انھوں نے!"

"معافی!"

"ہاں معافی، وہ بہت بڑے مجرم ہیں، تم تو تم، مجھے ان سے نفرت ہو گئی ساری باتیں سن کر، اور میں نے یہ بات ان سے کہہ بھی دی، انھوں نے مجھ سے ایک بات بھی نہیں چھپائی، سب کچھ کہہ دیا، یہی تو ایک بات ہے ان میں، وہ جھوٹ نہیں بولتے، ہمیشہ کے سنکی اور ضدی ہیں۔ عجیب ہے توبہ! انھیں میری زبان سے تمھاری تعریف سنتے سنتے سنک ہو گئی تھی کہ شادی کریں گے تو تم سے، پھر ضد ہو گئی کہ جان جائے بات نہ جائے، وہ تمھیں پہچانتے ہوتے تو شاید ایسی جرأت نہ کرتے، مجھ سے کہتے تو میں راستہ کا پتھر بن جاتی، اب جب انھوں نے تمھیں پہچان لیا تو پچھتائے، تار دے کر بلایا، نہیں آنے دی گئی تو خود ممبئی پہنچے، اور قدموں پر سر رکھ رکھ کے

اور گھر بھر میں ہلچل مچ گئی، رضیہ بیگم مصلّی پر بیٹھی پروین کے لیے دُعائے صحت مانگ رہی تھیں، اپنی دُعا کا یہ اُلٹا اثر دیکھ کر، وہ بھی ننگے سر، ننگے پاؤں پروین کے کمرہ میں پہنچ گئیں —————— یا میرے اللہ یہ کیا ہُوا؟ صدقہ اپنے رسول کا اسے اچھا کر دے، اور وہ رونے لگیں۔

"اس کے معنی تو یہ ہوئے تم نے پیچھے دل سے معاف نہیں کیا؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو، میں جھوٹ کبھی نہیں بولتی، میرے دل میں اب ذرا بھی غبار نہیں ہے!"

"تو ہمیں ذلیل سمجھتی ہیں کہ یہ حقیر نذرانہ قبول نہیں کرتیں!"

پروین مسکرائی، اس نے کہا

"تم ایسے الفاظ استعمال کر کے مجھے جہیز کے قبول کرنے پر راضی نہیں کر سکتیں ——— میرے دل میں تمہاری کتنی عزت ہے ایسے میرے سوا بلقیس فاخرہ اور خود فیاض صاحب بھی اچھی طرح جانتے ہیں!"

بلقیس نے کہا

"آپا زیادہ باتیں نہ کرو، ڈاکٹر نے منع کیا ہے پھر بیہوش ہو جاؤ گی!"

"ڈاکٹر تو پاگل ہیں، میری پیاری سہیلی آئی ہے اور تو مجھے اس سے باتیں بھی نہیں کرنے دیتی!"

تحسین نے کہا

"بیماری میں خود رائی سے کام مت لو، ڈاکٹر کا کہنا ماننا چاہیئے تمھیں!"

"وہ سب نالائق ہیں میرا ڈاکٹر میرے پاس بیٹھا ہے!"

"پروین نے زور سے تحسین کا ہاتھ دبایا نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے وہ بے قرار ہو کر بولی۔

"تحسین یہ کیا؟"

اور یہ کہتے کہتے اس پر پھر غشی کا دورہ پڑ گیا، ڈاکٹر داور کو ٹیلیفون کیا گیا۔

کمانے کمانے تھک چکا ہے اور کسی دن یونہی بیٹھے بیٹھے ختم ہو جائے گا پھر اس کی دولت کا کیا ہوگا، کمبخت اگر شادی اور عیاشی کے قابل نہیں تھا تو کسی لڑکے کو گود لے لیتا، آخر اس کاروبار پر، دولت پر قبضہ کون کرے گا"

آج اس کا سامان سفر بندھ رہا تھا وہ بڑے اہتمام اور مسرت کے ساتھ اپنا بندھوا رہا تھا، جیسے کوئی دولہا بارات میں جانے کی تیاریاں کر رہا ہو۔

وہی بے تکلف دوست جس نے ایک مرتبہ کشمیر کے مال کی طرف اشفاق کو متوجہ کیا تھا اور ناکام رہا تھا، آج بھی بیٹھا ہوا تھا، اس نے پوچھا

"چلے کہاں؟ کیوں جا رہے ہو، کب آؤ گے؟ کچھ تو کہو؟"

"منزل کی کشش مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے میں اسی کی طرف جا رہا ہوں کب آؤں گا یہ بھی نہیں کہہ سکتا!"

دوست کو یہ عجیب وغریب اصطلاحیں اور محاورے سن کر حیرت ہوئی وہ کشش کے معنی یہ جانتا تھا کہ کوئی خوبصورت خواہ وہ کسی کی بیوی، بیٹی یا بہن ہو، یا طوائف یا ایکٹریس جب نظر آجاتی ہے تو خواہ مخواہ دل اس کی طرف کھنچتا ہے اور منزل کے معنی یہ سمجھتا تھا کہ جہاں شراب پی جاتی ہے، رنگ رلیاں کی جاتی ہیں، کسی کو اپنے پہلو میں بٹھا کر زندگی کے مزے لوٹے جاتے ہیں وہی منزل ہے لیکن اشفاق کو ان چیزوں کی لت تھی نہیں، پھر اسے کون سی کشش کھینچ رہی ہے؟ یہ منزل کی طرف جا رہا ہے اس نے اظہار حیرت کرتے ہوئے کہا

"کشش! منزل ——— اماں یہ الفاظ تمھاری زبان پر کیسے آگئے، ان کے نتیجے اور معنی" تو صرف ہم جانتے ہیں!"

باب ۵۲

سفر

اشفاق کا شمار بمبئی کے بہت بڑے تاجروں میں ہونے لگا تھا، اس نے معمولی حیثیت سے تجارت شروع کی اور ڈھائی تین سال کی قلیل مدت میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔

لیکن اس ترقی کے باوجود اس کی وضع و روش میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ اب بھی کلب اور ہوٹل سے دور تھا، اس کی زندگی میں نہ کوئی سوسائٹی گرل تھی، نہ فلم ایکٹریس اس نے شادی بھی نہیں کی تھی۔ تجرد اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ یاران بے تکلف کے اصرار اور ترغیب کے باوجود وہ اپنی جگہ پر ایک چٹان کی طرح جما ہوا تھا۔ جنبش بھی نہیں کی اس نے۔

لیکن ادھر چند روز سے اس میں ایک عجیب تبدیلی ہو گئی، اس کا قرار و سکون رخصت ہو گیا تھا، اور اس کی جگہ ایک عجیب کرب و اضطراب نے پائی تھی، ہر وقت وہ کھویا کھویا سا رہتا تھا، آمدنی کا روز افزوں اضافہ بھی اس کی بے کلی کو دور نہیں کر سکتا تھا۔

جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اشفاق صرف دولت کے انبار جمع کرنے اور روپیہ کمانے کے لیے زندہ ہے وہ سوچنے لگے تھے اب شاید اس کا وقت قریب آ گیا

چلے ہیں عشق کرنے، یہ منہ اور مسور کی دال ۔۔۔۔۔ لیکن یہ عشق تم نے کیا کیسے ؟

" کیوں کیا اس پر کوئی دفعہ عائد ہے ؟"

" یہ بتاؤ، دس لاکھ روپیہ جمع کر لیا تم نے ؟"

" کر لیا !"

دوست یہ خوشخبری سن کر اُچھل پڑا، اس نے کہا

" تو ٹھیک ہے کہاں جا رہے ہو کشمیر ؟"

" ہٹاؤ بھی اپنے کشمیر کو ۔۔۔۔۔ کشمیر تو صرف جنت نظیر ہے، ہم یہاں جا رہے ہیں براہ راست خلد بریں کی طرف !"

" بڑے مزے ہیں ہو آج تو ۔۔۔۔۔ یہ تو بتاؤ نگاہ لڑی کہاں ہے ؟"

اس نے ایک شوخ تبسم کے ساتھ کہا

" بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے ؟"

دوست نے کہا

" دوسرا مصرعہ تھوڑے سے تصرف کے ساتھ مجھ سے سن لو !

مزے لوٹو میاں اب بن پڑی ہے

اچھا بھئی اپنی منزل کھوٹی نہ کرو، ہم اب جاتے ہیں، جب واپس آؤ گے تب باتیں ہوں گی !"

دوست چلا گیا اور شفاق موٹر پر بیٹھ کر ہنستا ہوا اور مسکراتا ہوا اسٹیشن روانہ ہو گیا، ملازموں تک کو حیرت تھی کہ آج صاحب نے ہنسنا اور مسکرانا کہاں سے سیکھ لیا، جب کچھ سمجھ میں نہیں تو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوئے کہ دال میں لا ضرور ہے

آج اشفاق ہمیشہ کی طرح مغموم اور خاموش نہیں تھا، آج وہ خوش تھا، بہت خوش، اس نے بے تکلف دوست کو بے تکلفانہ لہجہ میں جواب دیا۔

"تم کچھ بھی نہیں جانتے، اِن پاک الفاظ کی توہین نہ کرو!"

"کشش اور منزل بڑے پاک لفظ ہیں؟"

"کم از کم میرے لیے!"

"یہ فلسفہ ہماری سمجھ میں تو آتا نہیں بھئی!"

"آبھی نہیں سکتا ــــــــ تم تو اس شعر کے معنی بھی نہیں سمجھے ہو گے؟"

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوز غم پروانہ مگس را نہ دہند

"کیا مطلب؟"

"شاعر کہتا ہے بوالہوس کو غم نصیب نہیں ہو سکتا، پروانہ کو خدا نے غم کی جو نعمت دے دی ہے وہ مکھی کو نہیں مل سکتی!"

"اچھا تو پروانہ کون ہے اور مکھی کون؟ جب تم یہ بھی نہیں سمجھے تو سمجھو گے خاک!"

"سمجھ گیا ہیں ــــــــ جناب کا دعویٰ ہے پروانہ ہونے کا؟ ــــ تم کیا جانو عشق کسے کہتے ہیں؟ یہ ہمارا موروثی فن ہے والد مرحوم خدا غریق رحمت کرے بڑھاپے میں بھی عشق کرتے کرتے مرے اور یہاں جب سے آنکھ کھولی ہے اس مرض میں گرفتار ہیں!"

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

"لیکن تمھاری آنکھوں میں آنسو کیوں بھرے ہوئے ہیں؟ مجھ سے چھپاتی ہو۔

ارے پگلی میں مرنے سے نہیں ڈرتی، میں تو موت کے انتظار میں ہوں!"

بلقیس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

پروین نے کمزور آواز میں ماہ رخ نے کہا

"اسے سمجھاؤ۔ ——— یہ شاید اس غلط فہمی میں ہے کہ میرا مرنا کوئی بڑا احادثہ ہے؟ ارے باؤلی موت تو دیر سویر سب کو آتی ہے بھلا آیا ہوا وقت بھی ٹل سکتا ہے کہیں؟"

ماہ رخ رونے لگی، اس نے کہا

"پروین خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو!"

اُس نے کہا

"تم سب بے وقوف ہو، یا تو خود دھوکہ میں مبتلا ہو، یا مجھے دھوکہ میں مبتلا رکھنا چاہتی ہو مجھ سے زیادہ کون اسے جان سکتا ہے کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں، موت دبے پاؤں اس کمرے میں آچکی، اور اب میں اس کی مٹھی میں ہوں، اب مجھے کوئی نہیں بچا سکتا، اور سچ پوچھو تو میں بچنا بھی نہیں چاہتی!"

سب رونے لگے۔

کچھ دیر کے لیے پروین نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے کچھ سوچ رہی ہو، پھر اس نے آنکھ کھول کر فاخرہ کی طرف دیکھا، اور کہا

"فاخرہ!"

وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

باب ۵۲

آخری سفر

پروین کی حالت روز بروز مایوس کن ہوتی جا رہی تھی، اب ڈاکٹر اور حکیموں نے بھی جواب دے دیا تھا، آج جب ڈاکٹر دا ور مریض دیکھ کر جانے لگے تو بلقیس نے پُرنم آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز میں الگ لے جا کر پوچھا۔

"اب کیا حال ہے؟"

ان کی آنکھ میں بھی آنسو آ گئے، وہ بولے۔

"اب چل چلاؤ کا وقت ہے، مریضہ میں کچھ رہ نہیں گیا ہے، صرف اس کی قوت ارادی اور ہمت ہے، جواب تک وہ بات بھی سہارے جا رہی ہے، میرا خیال ہے گھنٹہ دو گھنٹہ کی مہمان ہے۔"

ڈاکٹر صاحب چلے گئے بلقیس آنسو پونچھتی ہوئی کمرہ میں داخل ہوئی، پروین زار و زبون حالت میں بستر مرگ پر دراز تھی ریحانہ، فاخرہ، رضیہ بیگم، ماہ رخ، عارفہ اور تحسین پاس بیٹھی ہوئی تھیں، پروین نے بلقیس کو اپنے پاس اشارہ کر کے بلا لیا جب وہ بیٹھ گئی تو اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"کیا راز و نیاز کر آئیں ڈاکٹر صاحب سے؟"

"کچھ نہیں، دوا اور پرہیز کے بارے میں پوچھ رہی تھی!"

"میرے کپڑے بدل دو!"

بلقیس نے پارٹیشن کھینچ کر پردہ کر لیا، اور فاخرہ کپڑے پہنانے لگی۔

پروین نے کہا۔

"یہ کون سا جوڑا اٹھا لائیں تم ——— وہ قرمزی رنگ کا جوڑا لاؤ!"

فاخرہ وہ جوڑا لے آئی اور اسے پہنانے لگی، لیٹے لیٹے کپڑے پہن کر پروین نے کہا

"اور میرے آویزے ———"

فاخرہ نے آویزے لا کر پہنا دیئے، بلقیس نے پارٹیشن ہٹا دیا، تحسین نے کہا

"اب تو طبیعت کچھ ٹھیک معلوم ہوتی ہے؟"

پروین نے کوئی جواب نہیں دیا، آنکھیں بند کر لیں اور چپ چاپ پڑی رہی بستر پر، وہ اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ لیٹے لیٹے کپڑے پہننے میں بھی تھک گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھ کھولی اور آواز دی!

"فاخرہ!"

وہ آکر سامنے کھڑی ہو گئی، پروین نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور کہا

"اب انتظار بے کار ہے!"

فاخرہ نے کچھ جواب نہیں دیا، البتہ رونے لگی اس کا خیال تھا پروین ہذیان بک رہی ہے، پروین نے پھر کمزور آواز میں کہا

"اب انتظار بیکار ہے!"

یہ کہہ کر اس نے ٹھنڈی سانس لی، اور ایک نگاہ غلط انداز اشفاق

"جی!"

"بلقیس پگلی تو روئے جا رہی ہے، تم سن لو چند باتیں ——— یہ

تربیت گاہ خدا کے بعد میں تم دونوں کو سونپے جا رہی ہوں، اس چھوٹی سی بستی کو

اُجڑنے نہ دینا!"

فاخرہ کی سسکیاں فضا میں گونجنے لگیں پروین نے اس کی طرف دیکھا پھر

کچھ دیر خاموش رہ کر کہا

"رو لو میں منع نہیں کرتی، لیکن یہ میری باتیں کان کھول کر سن لو ———

——— بلقیس کو میری جگہ سمجھنا، اور مجھے امید ہے کہ وہ بھی تمہیں اسی طرح

چاہے گی، جس طرح میں چاہتی تھی ——— اور فریدہ کا بہت

زیادہ خیال رکھنا، میں نے ماں کا غم اسے بھلا دیا تھا، ایسا نہ ہو وہ غم میرے مرنے

کے بعد پھر تازہ ہو جائے!"

تحسین نے پروین کے پاس آکر ہلکی سی آواز میں کہا

"تم مایوس کیوں ہوتی ہو، خدا چاہے گا، اچھی ہو جاؤ گی!"

"میں اچھی نہیں ہو سکتی، تندرست ہونا چاہتی بھی نہیں ——— سامان

سفر بندھ چکا ہے اور آخری سفر پر روانہ ہونے کے لیے میں پر تول رہی ہوں!"

عارفہ کی چیخ بلند ہوئی۔

پروین نے عارفہ کو کوئی جواب نہیں دیا، فاخرہ سے کہا

"ذرا میرے قریب آؤ!"

"بلقیس ہٹ گئی وہ آکر اس کی جگہ بیٹھ گئی، پروین نے کہا

باب ۵۴

منزل

اشفاق اسٹیشن سے اُترتے ہی سیدھا تربیت گاہ پہنچا۔ اس کا چہرہ وفورِ مسرت سے دمک رہا تھا، اس کی ایک ایک حرکت سے لازوال مسرت کے سوتے پھوٹ رہے تھے؛ وہ تربیت گاہ کے احاطہ میں داخل ہُوا۔ یہاں کے لوگوں کے لیے وہ نیا اور اجنبی نہ تھا، وہ سب سے ہنس ہنس کر مل رہا تھا، لیکن یہ ہمیشہ ہنس ہنس کر ملنے والے لوگ آج سوگوار اور غمگین کیوں نظر آرہے تھے؟ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اندر سے طلبی ہوئی، اور وہ خوشی کے نشہ میں مست جھومتا ہُوا پروین کے دفتر میں پہنچا، یہاں یہ دیکھ کر اسے دھچکہ سا لگا کہ پروین کے بجائے فاخرہ اس کے استقبال کے لیے موجود تھی، اس نے فوراً کہا۔

"پروین بیگم کو میرے آنے کی اطلاع کر دیجیے!"

نظر اٹھائی، تو دیکھا، فاخرہ کی آنکھیں سوجھی ہوئی ہیں اور ان میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ اس نے متحیر ہو کر پوچھا۔

"کیا بات ہے، آپ کیوں رو رہی ہیں؟"

فاخرہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا

" رونا تو اب زندگی بھر کے لیے ہے۔"

کی اس تصویر پر ڈالی، جو میز پر رکھی ہوئی تھی، فاخرہ سمجھ گئی، لیکن کیا کر سکتی تھی۔ سوا رونے کے۔

پروین نے رکتے رکتے فاخرہ سے کہا

"میرے مرنے کے بعد یہ کپڑے جو میں پہنے ہوئے ہوں اور یہ آویزے جو میرے کان میں ہیں —————— انھیں میرے ساتھ دفن کر دینا!"

"آپا! آپا پروین!"

یہ کہہ کر فاخرہ پھر سسکیاں لینے لگی، لیکن پروین نے ذرا بھی ادھر توجہ نہ کی، اس کی سانس اکھڑ چکی تھی، بڑی مشکل سے اس نے کہا

"یہ میری وصیت ہے بھول نہ جانا!"

دفعتہً پروین نے ایک ہچکی لی اور ختم ہو گئی!!

سارے گھر میں کہرام مچ گیا، رضیہ بیگم پچھاڑیں کھانے لگیں، بلقیس نے سر کے بال نوچ لیے، فاخرہ بین کرنے لگی، تحسین اور ماہ رخ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندی بہہ نکلی، ریحانہ اور عارفہ چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ فریدہ دوڑی دوڑی آئی، اور اس کی لاش سے لپٹ کر دھاڑیں مارنے لگی۔ مگر پروین کو ان ہنگاموں کی کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ سو رہی تھی، ہمیشگی کی نیند، جس کے بعد کوئی کبھی نہیں جاگتا!!

○

" ہاں آویزوں کی تعریف بھی میں نے ان سے کی تھی "!

" پھر کہا، اب انتظار بے کار ہے!

" ہاں، میں نے وعدہ کیا تھا، ضرور آؤں گا"!

" پھر آپ کی تصویر پر ایک نگاہ ڈالی "

" ہاں مجھے چاہتی تھیں، میں ان سے محبت کرتا تھا، وہ مرگئیں، میں زندہ کیوں ہوں"!

یہ کہہ کر اس نے ایک آہ کی، دل پر ہاتھ رکھا، پھر اسے زور سے دبایا، اور چکر کھا کر کرسی سے فرش پر گر پڑا۔

فاخرہ چیخی، سب لوگ جمع ہو گئے، ڈاکٹر بلایا گیا، اُس نے آکر فیصلہ سُنا دیا!"

" کوئی غیر معمولی صدمہ پہنچا تھا، حرکتِ قلب بند ہو گئی ہے"؟

مسافر اپنی منزل پر پہنچ گیا"!

غسلِ میت کے وقت جیب سے جو کاغذات نکلے، ان میں تربیت گاہ کے لیے دس لاکھ روپیہ کا اشفاق کی طرف سے وقف نامہ بھی تھا!

جب جنازہ اٹھا، تو فاخرہ سامنے آئی، اس نے کہا

" اس ادارہ کے دو سب سے بڑے محسن ہیں، پروین جس نے سب کچھ کھو کر اسے بنایا، اشفاق جس نے سب کچھ کما کر اس کے لیے کھو دیا، پروین آقا تھا، اشفاق خادم، یہ نہیں ہو سکتا، دونوں ایک شہر میں رہیں، لیکن الگ الگ، اشفاق پروین کے قریب تربیت گاہ کے احاطہ

" کیوں "

" پروین اس دنیا سے رخصت ہو گئی ! "

یہ سُنکر اشفاق سناٹے میں آ گیا، اگر وہ جلدی سے کرسی کا سہارا لے کر بیٹھ نہ جاتا، تو شاید گر پڑتا، اس نے کانپتی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

" پروین بیگم کا انتقال ہو گیا "؟

" جی ! "

" وہ مر گئیں "؟

فاخرہ خاموش رہی، اشفاق نے بے خودی کے ساتھ پوچھا۔

" کیا ایسا ہو سکتا ہے "؟

فاخرہ نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

اشفاق نے مجنونانہ جوش سے کہا

" کیا موت اتنی ظالم ہے "؟

فاخرہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ذرا دیر کے بعد اشفاق کو گم صم اور خاموش دیکھ کر فاخرہ نے کہا

" آخری سانس تک آپ کا انتظار کرتی رہیں ! "

" ——— ہاں میں نے وعدہ کیا کہ آؤں گا ! ——— "

" مرنے سے تھوڑی دیر پہلے انھوں نے قرمزی رنگ کا جوڑا پہنا ———

——— ہاں یہ رنگ مجھے بہت پسند ہے ———

" پھر آئینہ سے بیٹھ ! "

میں دفن ہوگا"
کوئی اعتراض نہ کر سکا اور فاخرہ نے دل میں کہا" زندگی نے انھیں ایک دوسرے سے دور رکھا تھا، مگر موت نے ملا دیا۔
فاخرہ روز صبح اٹھ کر پروین اور اشفاق کی قبر پر اپنے ہاتھ سے پھول چڑھاتی ہے، فاتحہ پڑھتی ہے، اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے واپس آجاتی ہے!